

تاریخ الاولیاء

علامہ مفتی شفیق احمد شریفی

Title [redacted]

Author [redacted]

Accession No. [redacted]

Call No. [redacted]

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

Title [redacted]

Author [redacted]

Accession No. [redacted]

Call No. [redacted]

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

۷۸۶
۹۲

مشاہیر اولیائے عظام کے معتمد اور مستند حالات زندگی پر لاجواب تصنیف

تاریخ الاولیاء

جلد اول

تصنیف

مفتی شفیق احمد شریفی
پرنسپل و مفتی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

ناشر
مکتبہ نوریہ ۱۹۹ نور اللہ روڈ الہ آباد
ادارہ نشریات اہلسنت کریلی بی ۱۰۵۹/۱۰
جی۔ٹی۔بی نگر۔ الہ آباد

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید التابعین امام العارفین حضرت اویس قرنی قبیلہ قرن کے ایک ممتاز فرد تھے۔ یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ آپ یمن کے باشندے تھے اویس نام اور ابو الخیر آپ کی کنیت ہے۔ عمر شریف کے آخیر حصہ میں آپنے اپنا مسکن کوفہ کو بنالیا تھا۔ ایک شکستہ جھونپڑی میں آپ نے رہائش اختیار کی تھی۔ زہد و عبادت، تقویٰ و ریاضت اور اتباع سنت کے لحاظ سے آپ کی ہستی عدیم المثال تھی ہمہ وقت تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے۔ آپ بے حد سخی تھے۔ محنت و مزدوری سے جو کچھ حاصل کرتے اس کا قلیل حصہ اپنے لئے رکھکر بقیہ سب کا سب غرباء و مساکین، یتیموں وایاہجوں وبیواؤں کو عطا کر دیتے تھے۔ آپ نے دنیا کی رعنائیوں سے اپنے کو ہمیشہ دور رکھا۔ عہد شباب میں محنت و مزدوری کرتے لیکن جب بڑھاپا آگیا اور کمزوری و اضمحلال کا دور دورہ ہوا تو محنت و مزدوری چھوڑ کر ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔ آپکا لباس مبارک انتہائی سادہ اور فقیرانہ تھا منکسر المزاجی کا یہ حال تھا کہ خاک پر بیٹھتے اور خاک ہی پر سوتے تھے۔ البتہ آنے والوں کا بہت اکرام کرتے۔ آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ راستوں میں پڑے ہوئے روٹیوں کے ٹکڑے اٹھالیتے اور پانی سے دھوکر تناول فرماتے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت عظمیٰ

ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کرکے اشارہ فرمایا یمن میں ایک مومن ہیں جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کا نام اویس ہے وہ کبھی تمہارے پاس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کا یہ حال ہے کہ وہ اگر

کوئی قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرمائے گا۔ اگر تم سے ممکن ہو تو اپنے لیے دعائے مغفرت کی گذارش کرنا۔ (ریاض العارفین)

بعض صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اویس کا حلیہ کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان کا سینہ فراخ ہے۔ قد میانہ ہے رنگ گندمی ہے۔ داڑھی سینہ تک پھیلی ہوئی اور جسم چھریرا ہے۔ وہ ہمہ وقت نظر نیچی رکھتے ہیں۔ انھیں زمین میں شہرت نہیں لیکن آسمان میں مشہور رہیں۔ ان کے داہنے پہلو اور ہتھیلی پر ایک چمکتا ہوا نشان ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ بہتوں کے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ جب تم ان سے ملو تو اپنے لیے استغفار کرانا۔

لیکن حضرت اویس قرنی کی ظاہری حالت ایسی شکستہ اور مجذوبانہ تھی کہ لوگ دیکھتے تو انھیں دیوانہ و مجنوں کہتے۔ جب آپ اپنے حجرے سے باہر آتے تھے بچے انھیں کنکر و پتھر سے مارتے اور آپ فرماتے۔ اے لڑکو! چھوٹے چھوٹے پتھر مارو تاکہ میرے جسم سے خون نہ نکلے اور میرے کپڑے نماز پڑھنے کے لائق رہیں۔

ایک صحیح روایت میں یہ بھی ہے کہ بعض اوقات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی کا ذکر کیا کہ میری امت میں ایک ایسا شخص ہے جس کی شفاعت سے بہت سے لوگ جنت میں جائیں گے اور وہ اویس قرنی ہے۔

ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کیا کہ جب ان کو آپ کے ساتھ عشق ہے تو وہ حاضری سے کیوں مجبور ہیں؟ حضور نے فرمایا وہ نہایت غریب ہیں۔ انکی ایک ضعیفہ ماں ہے جو ایمان لے آئی ہے وہ آنکھوں سے معذور ہے اور اپاہج ہے۔ اویس دن بھر اونٹ چراتے ہیں اور شام کو جو کچھ بطور اجرت ملتی ہے اس سے اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم انھیں دیکھ سکیں گے؟ حضور نے فرمایا ابوبکر صدیق تو انھیں نہ دیکھ سکیں گے۔ البتہ عمر اور علی سے ان ملاقات ہوگی۔ میں ان دونوں سے کہتا ہوں کہ جب تم ان سے ملو تو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ میری امتوں کیلئے دعا کریں۔ پھر سرکار نے ارشاد فرمایا۔

احب العباد الی اللّٰہ الاتقیاء والاخفیاء

اللّٰہ کے محبوب ترین بندے وہ ہیں جو پرہیزگار ہوں اور پوشیدہ رہنا پسند کریں۔

(ماخوذ از تاریخ الاولیاء)

نبی کریم کا علم

سرکار دوعالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے علم غیب کا اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ نے جس طرح ارشاد فرمایا تھا بعینہٖ ویسے ہی ہوا یعنی حضرت عمر اور حضرت علی کو شرف ملاقات نصیب ہوئی۔ اب جو یہ کہے کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں وہ بددین و گمراہ وگمراہ گر ہے اسلئے کہ اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء

اللّٰہ تم سب کو غیب پر مطلع نہیں فرمائے گا لیکن جسکو چاہے اپنے رسولوں میں سے اس کو اس کیلئے چن لے۔

حضرت عمر اور حضرت علی کا حضرت اویس قرنی سے ملنا

یمن کے تاجروں کا ایک قافلہ مدینہ طیبہ آیا۔ حضرت عمر اور حضرت علی نے اویس قرنی کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے کہا۔ اس نام کے ایک شخص یمن میں ضرور ہیں لیکن وہ غیر معروف ہیں۔ اور یمن والے ان کی کوئی خاص عزت نہیں کرتے اور انھیں دیوانہ و وحشی سمجھتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ ہاں! نااہل ان کی قدر نہیں جان سکتے۔ وہ تو اللّٰہ اور اس کے رسول کے محبوب ہیں۔ ان کی دیوانگی و وحشت تمہاری دانشمندی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

اس کے بعد یہ دونوں حضرات یمن پہونچے اور انھیں تلاش کیا۔ جب یہ دونوں ان کے قریب پہونچے تو دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ جب نماز سے فراغت پائی تو ان دونوں بزرگوں نے سلام کیا اور ان کا نام پوچھا۔ انہوں نے فرمایا میں اللّٰہ کا حقیر بندہ ہوں۔ گمنام ہوں اور گمنام ہی رہنا چاہتا ہوں۔ آخر بہت اصرار کے بعد کہا میرا نام اویس ہے۔ پھر حضرت عمر نے کہا میں آپ کا داہنا ہاتھ اور داہنا پہلو دیکھنا چاہتا

ہوں۔ انہوں نے بلا تامل اپنا ہاتھ اور پہلو دکھا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامت بیان فرمائی تھی وہ موجود تھی۔ حضرت عمر نے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ (یہاں سے بزرگوں کی دست بوسی کا ثبوت ہوا) اور میں آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور میرے ساتھ علی ابن ابی طالب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور صحابی ہیں۔ ہم دونوں کو حضور نے وصیت فرمائی تھی کہ تم اویس قرنی سے ملو تو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ میری امت کیلئے دعا کریں۔ حضرت اویس قرنی نے جب سرکار دو عالم کا نام سنا تو ایک چیخ ماری اور یا حبیبی کہکر رونے لگے۔ بہت دیر تک تڑپتے رہے۔ جب ذرا سکون ہوا تو کہا۔ اے عمر! اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ میں حضور کے ہر ارشاد کیلئے بسر و چشم حاضر ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اس بات کے زیادہ اہل ہیں کہ امت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا فرمائیں۔

دعا برائے امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ

حضرت اویس نے عمر فاروق کی گذارش پر کہا۔ اچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقدس پیراہن جو مجھکو عطا فرمایا ہے دیدیجئے۔ حضرت عمر نے پیش فرمایا۔ حضرت اویس نے اس مقدس لباس کو بصد عقیدت و محبت آنکھوں اور سینے سے لگایا۔ پھر اسکو لیکر دور چلے گئے اور پیراہن شریف کو زمین پر رکھا اور دعا شروع کی۔

یا اللہ! میں اُس وقت تک پیراہن زیب تن نہ کروں گا جب تک تو حبیب پاک کی ساری امت کو نہ بخشدے گا۔ ندا آئی۔ میں نے ایک کثیر جماعت کو بخشدیا مگر آپ کا یہی اصرار رہا کہ تمام امت کو بخشدے۔ جب بہت دیر ہو گئی تو حضرت عمر اور حضرت علی ان کے پاس گئے اور ان سے طالب اجازت ہوئے۔ حضرت اویس نے کہا آپ نے جلدی کی۔ اس موقع پر منازل الاولیآء فی فضائل الاصفیاء میں یہ ہے کہ حضرت اویس قرنی نے سرکار دو عالم کے پیراہن مبارک کو او لا سر پر رکھا پھر

سرکار کے حکم کی اطاعت میں زیب تن فرمایا۔ پھر سجدے میں سر رکھ کر پوری امت کی مغفرت کیلئے دعا فرمائی تو غیب سے ندا آئی کہ سر اٹھا۔ نصف امت کو تمہاری شفاعت سے بخش دیا اور نصف آخر کو اپنے محبوب غوث اعظم کی شفاعت سے بخش دوں گا۔ جو تمہارے بعد تشریف لائیں گے۔ پھر اس کے بعد حضرت عمر نے پوچھا کہ آپ حضور کی خدمت میں کیوں نہ حاضر ہوئے۔ یہ سنکر حضرت اویس قرنی نے بہت غور سے حضرت عمر کیطرف دیکھا اور کہا میں آپ سے پوچھتا کہ جب معرکہ احد میں حبیب پاک کے دندان مبارک شہید کئے گئے تو آپ نے اپنے دانت جوش محبت میں کیوں نہ توڑ ڈالے۔ اس کے بعد حضرت اویس نے اپنا منھ دکھایا اور فرمایا۔ دیکھو میرے منھ میں ایک بھی دانت نہیں ہیں۔ میں اگرچہ حاضر نہ ہو سکا لیکن باللہ العظیم جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور اکرم کے دندان مبارک شہید ہوئے ہیں تو میں نے بے تابانہ سارے دانت توڑ ڈالے اور جب یہ گفتگو ختم ہو گئی تو حضرت اویس نے فرمایا۔ اب دیر ہو گئی ہے اور آپ حضرات جا سکتے ہیں کیونکہ قیامت قریب ہے اور میں اس کے لیے زاد راہ جمع کرنا چاہتا ہوں حصول اجازت کے بعد دونوں بزرگ واپس روانہ ہو گئے۔

حضرت اویس قرنی کا روپوش ہونا۔

اس واقعہ کے بعد چونکہ حضرت اویس قرنی کی شہرت بڑھ گئی تھی اور یمن اور قرب وجوار کے لوگ بغرض زیارت آپ کے پاس آنے لگے اور آپ کی طبیعت ہنگامہ پسندی سے بے زار تھی۔ اسلئے وہاں نہ رہ کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ دنوں کوفہ میں قیام رہا۔ پھر وہاں سے غائب ہو گئے۔ عبداللہ ابن ربیع کا بیان ہے کہ جب مجھے اویس قرنی کے مرتبہ کا علم ہوا تو میں مدینہ سے روانہ ہو کر کوفہ پہونچا۔ یہاں پتہ چلا کہ ایک مدت سے لاپتہ ہیں مجھے بہت رنج ہوا لیکن ان کی تلاش میں لگا رہا۔ حسن اتفاق سے ایک دن دریائے فرات کے کنارے ان سے ملاقات ہو گئی اور جو حلیہ اور علامتیں سن چکا تھا ان کی وجہ سے پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ سلام کا جواب دیکر بہت غور سے ہماری طرف دیکھا۔ میں نے چاہا کہ ان

کا ہاتھ دیکھوں لیکن انھوں نے اس کا موقع نہ دیا۔ میں نے کہا۔ حضور آپ بہت نحیف ہو گئے ہیں۔ یہ سنکر وہ رو پڑے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ عبداللہ بن ربیع! تم کیسے ہو؟ میں نے کہا الحمدللہ بخیر ہوں۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا۔ مجھے خدائے علیم و خبیر نے خبر دی ہے اور اس کے احاطۂ علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ اسکے علاوہ یہ کہ میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا کیونکہ مومنین کی روحیں ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ میں نے کہا کچھ نصیحت فرمائیے۔ حضرت اویس نے کہا ــــــــ

سوتے وقت موت کو اپنے سرہانے اور جاگتے وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ حضرت آدمؑ، انکی بیوی حواؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور وہ جن کے لئے یہ کائنات معرض وجود میں آئی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور خلیفۂ اوّل صدیق اکبر اور میرے مکرم دوست عمر کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ میں بھی وفات پانے والا ہوں اور تم بھی وفات پانے والے ہو۔ اسلئے تم بھی زادِ آخرت جمع کرو اور میں بھی۔ اویس قرنی فی امان اللہ کہکر روانہ ہو گئے۔

بعض معتبر تذکروں میں لکھا ہے کہ حضرت اویس قرنی کوفہ کے قریب ۱۷ ربیع الاول ۳۷ھ کو وصال فرمایا۔

●

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

ولادت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ بروز دوشنبہ

اسم مبارک جعفر

کنیت　　ابوعبداللہ و ابواسمٰعیل

لقب　　صادق

وفات　　۱۵ر رجب المرجب ۱۴۸ھ

مدفن　　جنت البقیع

ہر صدی اور ہر دور میں کچھ ایسے پاکیزہ نفوس پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے مردہ قوم کے اندر زندگی کی روح پھونک دی ہے اور برسوں سے سوئی قوم کو خواب غفلت سے جگا کر انھیں منزل مقصود کا سیدھا راستہ بتایا جنھوں نے دین اسلام کی نصرت اور مذہب اہلسنت کی حمایت کو جزو زندگی بنایا اور ہمیشہ دشمنان اسلام کے مقابل صف آرا رہے۔ یہ وہ مقدس ہستیاں تھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے گمراہوں کی ہدایت، سرکشوں کی اصلاح اور حق و باطل کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کیلئے پیدا فرمایا تھا جنھوں نے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر اپنا سب کچھ راہ خدا میں قربان کردیا تھا۔ حق گوئی و راست بازی جن کا شعار تھا۔ جنکے اندر سرفروشانہ شجاعت اور شیرانہ جسارت کے جوہر نمایاں تھے۔ ان کی دلیری کا یہ حال تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت انھیں اپنے فرض منصبی کی ادائیگی سے باز نہ رکھ سکی۔ ظالمانہ ذہنیت اور جابرانہ طبیعت رکھنے والی حکومت بھی ان حضرات کے پائے ثبات و قدم استقلال کو جنبش نہ دے سکی۔

یہ وہ قدسی صفات ہیں جن کی موت کو قرآن کریم نے زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اپنی فانی زندگی کو اطاعت خدا اور عشق رسول میں قربان کر کے اپنی زندگی سے ہمکنار ہو چکی ہیں جسطرح حیات ظاہری میں ان سے بھٹکتے ہوئے راہ پاتے تھے۔

نامرادوں کی مرادیں پوری ہوتی تھیں۔ اسی طرح اس دنیا سے جانے کے بعد بھی حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے ہیں اور شکستہ دلوں کی دلبستگی کا سامان مہیا کرتے ہیں اور جسطرح کہ حیات میں دور دراز مقامات سے لوگ عقیدت و محبت کے ساتھ دربار میں حاضر ہوتے تھے اور ہر وقت ان کے در دولت پر اہل حاجت کا میلہ لگا رہتا تھا۔ اسی طرح بعد وفات بھی ہر دیار و امصار سے لوگ نیاز مندانہ حاضری دیتے ہیں اور گوہر مراد سے اپنی جھولیاں بھر بھر کر واپس ہوتے ہیں اور آج بھی ان کا مزار پر انوار مرجع خلائق و زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

انھیں برگزیدہ حضرات میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مبارک ذات گرامی ہے۔ یہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے اور اثنا عشرہ میں چھٹے امام ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ ان کی شان میں فرمایا کرتے تھے۔ واللہ ما رائیت افقہ من جعفر بن محمد الصادق یعنی میں نے جعفر صادق سے بڑا فقیہ کبھی نہیں دیکھا۔

موفق مکی المناقب میں لکھتے ہیں ـــــــ

ابو جعفر منصور نے کہا۔ ابو حنیفہ! لوگ جعفر ابن محمد پر بڑے فریفتہ ہیں ان کے لیے کچھ مشکل مسائل تیار کرو۔ آپ نے ان کے لیے چالیس مسائل تلاش کیے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں جب میں حیرہ کے شہر میں منصور کے دربار میں آیا تو جعفر صادق اس کے دائیں جانب تشریف فرما تھے۔ میں ان سے اس قدر مرعوب ہوا کہ منصور سے بھی نہ ہوا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں بیٹھ گیا۔ منصور حضرت جعفر صادق سے بولا۔ ابو عبد اللہ! یہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ حضرت جعفر صادق بولے، اچھا۔ منصور پھر میری طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ ابو عبد اللہ سے وہ مسائل پوچھئے ـــــ

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں میں پوچھتا جاتا اور آپ جواب دیتے جاتے اور فرماتے جاتے۔ تم اعراقی لوگ یہ کہتے ہو اور اہل مدینہ کا یہ قول ہے اور ہمارا یہ خیال ہے۔ کبھی ہمارے موافق فتویٰ دیتے اور کبھی ان کے کبھی ہماری مخالفت کرنے لگتے یہاں تک کہ چالیس مسائل ختم ہوئے کوئی مسئلہ باقی نہ چھوڑا۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ سب سے بڑا عالم وہ ہے جو لوگوں کے اختلافات سے زیادہ واقف ہو۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جعفر صادق کے علمی مرتبہ کو پہلی ملاقات ہی میں بھانپ لیا تھا اور یہ کہ جعفر صادق کا فقہ میں ایک خاص مقام ہے۔ بلاشبہ یہ واقعہ اس دور کا ہوگا جب کہ منصور اور علویوں میں ابھی عداوت نہیں پیدا ہوئی تھی۔

حلیہ

امام جعفر صادق نہایت حسین وجمیل اور بہت ہی تشکیل تھے قد مبارک موزوں اور رنگ گندمی تھا۔ بڑے ہی عابد، زاہد، متقی وپرہیزگار، منکسر المزاج، عالی دماغ، نیک سیرت اور ظاہر وباطن سے آراستہ وپیراستہ تھے۔

آپکے اساتذہ

تصوف وزہد وتقویٰ میں دستگاہ کامل حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ اپنے وقت کے عظیم محدث، جید فقیہ اور بہترین عالم تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد محمد باقر، حضرت نافع اور امام زہری سے حدیث روایت کی ہے۔

اسلام کے عظیم المرتبت اور مسلم الثبوت مشاہیر فقہا وائمہ نے آپ سے درس لیا۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت یحییٰ ابن سعید، حضرت یحییٰ القطان، حضرت شعبہ، حضرت سفیان بن عیینہ، ابن جریج، حضرت ابوایوب سجستانی، حضرت امام سفیان ثوری، امام مالک، حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام ابوحنیفہ قابل ذکر ہیں۔

کرامات

ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق تنہا ایک گدڑی پہنے ہوئے مدینہ منورہ سے کعبہ معظمہ کیطرف تشریف لیے جارہے تھے اور ہاتھ میں صرف ایک تاملوٹ تھا۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا۔ دل میں خیال آیا کہ یہ فقیر اوروں پر اپنا بار ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ وسوسہ شیطانی آیا ہی تھا کہ امام نے فرمایا ـــــ شفیق گمانوں سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ـــــ نام بتانے اور وسوسہ دلی آگاہی سے نہایت عقیدت ہوگئی اور امام کیساتھ ہو لیے۔ راستہ میں ایک

ٹیلہ پر پہونچ کر امام نے اس سے تھوڑا ریت لیا اور تاملوٹ میں گھول کر پیا اور شفیق بلخی سے بھی پینے کو فرمایا۔ انھیں انکار کا چارہ نہ ہوا۔ جب پیا تو ایسے نفیس لذیذ خوشبو دار ستو تھے کہ عمر بھر نہ دیکھے نہ سنے۔

(الملفوظ جلد)

(۲) ایک شخص نے آپ کے غلام کو قتل کر دیا تھا آپ نے دعا فرمائی۔ اے خدا، تو اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔ دعا فوراً مستجاب ہوئی اور اس قاتل کو شیر نے پھاڑ ڈالا

(۳) خلیفہ منصور عباسی نے اپنے وزیر سے کہا۔ امام صادق کو بلاؤ۔ میں انھیں قتل کرونگا۔ وزیر نے کہا وہ گوشہ نشین عابد و زاہد ہیں۔ ان پر ایسا ظلم نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ منصور اس بات سے ناراض ہو گیا اور مجبوراً وزیر کو خلیفہ کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ بادشاہ نے اپنے غلاموں کو ہدایت دی کہ جب امام صادق تشریف لائیں اور میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو اس وقت ان کو قتل کر دینا۔ جس وقت حضرت امام تشریف لائے تو خلیفہ بے اختیار ہو کر تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا اور آپ کا استقبال کیا اور بصد ادب کے گذارش کی کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ بس میری خدمت یہی ہے کہ اب آئندہ مجھے تکلیف نہ دیں تاکہ میں سکون کیلئے عبادت الٰہی میں مشغول رہوں۔

خلیفہ نے نہایت عزت و اکرام سے یا لیکن خوف سے لرز رہا تھا۔ فوراً ہی بیہوش ہو گیا اور پھر تین دن تک بیہوش رہا۔ ہوش آنے پر وزیر نے پوچھا کیا بات ہے؟ خلیفہ بولا۔ جب امام تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوفناک بڑا اژدہا آگے آگے چل رہا ہے اور جیسے وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو نے امام کے ساتھ ایذا رسانی کا ذرا سا بھی ارادہ کیا تو تجھے نگل جاؤں گا اور وہ منظر انتہائی وحشت ناک تھا اس وقت میں نے ضبط کیا لیکن پھر اس کی ہیبت سے بیہوش ہو گیا۔

(۴) حضرت لیث بن سعد سمرقندی کا بیان ہے کہ ۱۱۲ھ میں حج و زیارت کیلئے گیا ہوا تھا۔ ایک دن بعد نماز عصر سے فراغت کے بعد جبل ابوقبیس پر پہونچا۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص جس کا قد بہت موزوں، رنگ گندمی، چہرہ نرم خوبصورت چمکدار، ہونٹ نازک آنکھیں بڑی بڑی اور سادہ، سینہ فراخ تھا وہ شخص دعا میں مصروف تھا اور یا رب یا رب کہہ رہا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ابھی اس شخص کی دعا ختم بھی نہ ہو پائی تھی کہ میں نے اسکے قریب انگور کی بھری ہوئی ایک پٹاری دیکھی حالانکہ وہ انگور کا موسم نہیں تھا اسکے قریب دو چادریں بھی رکھی تھیں۔ میں نے ایسی چادریں کبھی بھی نہ دیکھی تھیں۔ دعا سے فراغت پاکر انھوں نے انگور اٹھائے اور مجھے بھی اپنے قریب کھڑا دیکھ کر بلایا اور انگور میں شریک کیا۔ انگور ایسے لذیذ تھے کہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں کھائے پھر اس شخص نے مجھے ایک چادر دی۔ میں نے کہا مجھکو اس کی ضرورت نہیں ہے اور خود ایک چادر کی تہبند باندھا اور دوسری کو اوڑھ کر ایک طرف چلا گیا۔

وہیں قریب میں ایک شخص سے پوچھا یہ کون تھے کہا امام جعفر تھے۔

آپ یتیموں اور غریبوں کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ محلہ بنو ساعدہ میں رات کو روٹیوں کا تھیلا لیکر تشریف لے جاتے اور سوتے ہوئے فقیروں کے سرہانے دو روٹیاں رکھ آتے۔ محمد ابن سلیمان کے ذریعہ زہر آلود انگور آپ کو کھلایا گیا۔ اسی کے اثر سے آپ ۱۵ رجب ۱۴۸ھ کو انتقال فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

حضرت خواجہ حسن بصری

نام حسن رضی اللہ عنہ

لقب سید التابعین

ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳ھ بقول بعض

مولد طائف

وفات ۴ محرم الحرام ۱۱۰ھ

مدفن بصرہ

آپ کے خلفاء اکبر

خواجہ عبدالواحد بن زید خواجہ حبیب عجمی

۳۹۹ خوارق عادات سادر ہوے

آپکی والدہ

آپ کی والدہ مشفقہ حضرت ام سلمیٰ کی کنیز خاص تھیں۔ لبا اوقات ایسا ہوتا کہ والدہ ماجدہ کام وکاج میں مصروف رہتیں اور حضرت حسن بصری گریہ کرتے تو سیدہ ام سلمیٰ اپنا دودھ پلادیتی تھیں۔ دودھ پلاتے پلاتے حضرت ام سلمیٰ کو آپ سے ماں کی طرح محبت ہو گئی تھی اور ماں کیطرح سیدہ ام سلمہ حضرت حسن بصری کو دعا دیتی رہتی تھیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعا فرمائی

ایک مرتبہ سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ کے یہاں تشریف لائے تو انھوں نے حسن بصری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت میں دے دیا۔ اور سرکار نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ ایک بار ایسا بھی ہوا کہ اپنے بچپن میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آبخورہ سے پانی نوش کر لیا۔ سرکار نے پانی کم دیکھکر ارشاد فرمایا تو ام سلمہ کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا کہ پانی کس نے پیا۔ ام سلمہ نے عرض کیا حسن نے ارشاد فرمایا۔ اس نے پانی نہیں پیا ہے میرے علم کے ایک جزو سے سیراب ہو گیا۔
آپ کی ذات سے بے شمار مخلوق خدا کو فائدہ پہونچا۔ بہت سے غیر مسلم اسلام کے آغوش میں آگئے اور بہت سے بدکار مسلمان تائب ہو کر راہ راست پر لگ گئے۔

وعظ و تبلیغ

حضرت حسن بصری ہفتہ وار وعظ و تبلیغ کرتے تھے۔ ایک بار ایسا بھی ہوا کہ نہایت ہی ظالم وجابر حکمراں حجاج بن یوسف ننگی تلوار لیکر آپ کی مجلس وعظ میں پہونچ گیا۔ یہ بڑا سخت وقت تھا مگر آپ نے اپنے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی۔ آپ وعظ کہتے ہی رہے۔ موعظت کے بعد منبر سے اترے اور حجاج نے آگے بڑھکر حضرت سے مصافحہ کیا اور لوگوں کو مخاطب کر کے بولا۔ "تم کسی مرد کو دیکھنا چاہتے ہو تو حسن کو دیکھو۔

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ کے ارشادات

(۱) فرمایا ــــ دین کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ (۲) کسی نے پوچھا ــ ناقص کو کامل بنا سکتا ہے۔ فرمایا ــــ بیمار طبیب دوسرے کا علاج نہیں کر سکتا۔

(۳) حضرت مالک ابن دینار نے پوچھا انسان کیلئے سب سے زیادہ خرابی کس بات میں ہے۔

فرمایا ــــ "دل کا مر جانا"۔

مالک بن دینار نے پوچھا اور دل کیسے مر جاتا ہے۔ فرمایا ــــ دل میں دنیا کی محبت جگہ لے تو دل مر جائے گا۔

(۴) ایک دن ارشاد ہوا ــــ میرا صبر اور میری پرہیزگاری تو عذاب جہنم کے ڈر اور ثواب آخرت کے شوق کیوجہ سے ہے اچھا صابر وہ ہے جو محض اللہ کی تعمیل حکم میں صبر کرے۔

(۵) فرمایا ــــ انساں کو بھیڑوں سے سبق لینا چاہئیے۔ بھیڑیں چرواہے کی آواز سنکر چرنا چھوڑ دیتی ہیں اور جدھر اس کا اشارہ ہوتا ہے چل پڑتی ہیں مگر انسان اپنے نفس کے حکم کے آگے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا۔

(۶) فرمایا ــــ قانع آدمی دنیا سے بے نیاز ہوتا ہے۔ جس نے تنہائی اختیار کر لی اسے سلامتی ملی اور جس نے خواہش نفس ٹھکرا دیا اسے آزادی نصیب ہوئی۔ جس نے زبان پر قابو پا لیا اس کا دل بولنے لگا اور اس کی زبان میں اثر آگیا۔

(۷) اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے مرنے کے بعد دنیا کا رنگ معلوم ہو تو بہت آدمی مر چکے ہیں۔ دیکھو ان کے مرنے کے بعد دنیا میں کیا تبدیلی رونما ہوئی؟

حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ والرضوان

کاش تم رابعہ بصری کا چلن اپنا ئے
خود چلا آتا کھنچا کعبہ زیارت کیلئے

سیدتنا حضرت رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ کے والد ماجد ایک غریب شخص تھے ان کے تین صاحبزادیاں تھیں اور چوتھی صاحبزادی حضور رابعہ بصری تھیں جس رات حضرت رابعہ پیدا ہوئیں تو ان کے والد کے گھر خرچ کیلئے کچھ نہ تھا۔ وہ اسی فکر وغم میں سو گئے۔ خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا غمگین مت ہو تمہارے گھر میں جو بچی پیدا ہوئی ہے وہ بہت برگزیدہ بندی ہے۔ تم صبح کو امیر بصرہ کے پاس جاؤ اور میری طرف سے ایک کاغذ پر اسکو یہ لکھکر دے دو کہ ہر رات تم مجھ پر سو مرتبہ اور جمعہ کی رات کو چار سو مرتبہ درود شریف پڑھتے ہو۔ گذشتہ جمعہ کی رات درود شریف پڑھنا بھول گئے ہو لہذا اس کے عوض اس شخص کو چار سو دینار دیدو کفارہ ہو جائے گا۔ حضرت رابعہ کے والد نے جب آپ بیدار ہوئیں تو حسب ارشاد ایک تحریر لکھی اور امیر بصرہ کے پاس پہونچ گئے۔ دربان کے ذریعہ عرضی اندر بھیجی۔ عرضی دیکھکر امیر بصرہ پر وجد طاری ہو گیا اور حکم دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا ہے اس کے شکرانے میں دس ہزار درہم تو غرباء وفقراء میں تقسیم کردیے جائیں اور چار سو درہم ان بزرگ کو دیئے جائیں اور ان بزرگ کو اندر بلا لیا جائے تاکہ میں ان کی زیارت کروں۔ پھر ایک دم اٹھا اور کہا یہ خلاف ادب ہے میں انھیں اندر بلاؤں میں خود انکی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور ان کے راستے کو اپنی داڑھی سے صاف کرتا ہوں۔ چنانچہ امیر بصرہ خود باہر آیا اور حضرت رابعہ بصری کے والد کے ہاتھ چومے اور بڑی تعظیم وتکریم سے مسند شاہی پر بٹھایا اور عرض کیا آئندہ جب بھی

کوئی ضرورت ہو تو میری خدمات حاصل فرمائیں۔

(تذکرۃ الاولیاء)

حضرت رابعہ ایسی مقبول بندی ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف و توصیف فرمائی۔

عبادت و ریاضت

سیدہ رابعہ بصریہ روزانہ بلاناغہ ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میں ان نمازوں سے ثواب کی طلبگار نہیں ہوں میں تو ان نمازوں کو صرف اسلئے پڑھتی ہوں کہ میرے محبوب اور خدا کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں اور میرے آقا کل میدانِ قیامت میں تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے یہ فرمائیں۔ دیکھو میری امت کی ایک عورت کا ایک دن میں اتنا اتنا عمل صالح ہے۔ (مستطرف)

اس ایک واقعہ ہی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت رابعہ کے ذوق عبادت کا کتنا بلند ترین مقام تھا۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبیست

خانہ کعبہ کا رابعہ کے استقبال کیلئے آنا

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ حج و زیارت کیلئے تشریف لے گئے اور ہر ہر قدم پر دو دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے تقریباً چودہ سال میں مکہ معظمہ پہونچے لیکن نگاہیں کعبہ کی تلاش و جستجو میں ہیں مگر کعبہ نظر نہیں آتا۔ خیال آیا کہ شاید میری نگاہ کا قصور ہے۔ ایک غیبی آواز آئی۔ اے ابراہیم! تیری نگاہ تو صحیح ہے کعبہ ہی اپنی جگہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ ہماری نیک بندی رابعہ بصریہ کعبہ کی طواف کیلئے آرہی ہیں۔ لہٰذا کعبہ ان کے استقبال کیلئے گیا ہوا ہے۔

حضرت رابعہ نے جو فنا فی اللہ تھیں یہ انھیں کتنا عظیم انعام ملا کہ دنیا تو کعبہ کی زیارت کیلئے جائے مگر خود کعبہ رابعہ کی زیارت کیلئے آتا ہے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

آپ کی کرامت ایک دفعہ رات کے وقت ایک عالم دین اپنے چند شاگردوں کے ساتھ حضرت رابعہ کے گھر پہنچ گئے وہ بالکل اندھیرا تھا۔ عالم دین نے کہا۔ مجھے روشنی کی ضرورت ہے۔ حضرت رابعہ نے اپنی انگلی پر پھونک مار کر کہا روشن ہو جا۔ انگلی روشن ہو گئی اور صبح تک چراغ کا کام کرتی رہی۔ خطیب بولا۔ مجھے یہ قوت کیوں حاصل نہیں ہے۔ عارفہ وقت نے جواب دیا۔ ابھی آپ کا دل روشن نہیں ہے۔

(۲) آپ نہر فرات کے کنارے بیٹھی تھیں۔ پورب کی طرف سے ایک فقیر آیا اور پانی پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنے لگا اور حضرت رابعہ سے کہا تم بھی اسی طرح عبادت کرو۔

حضرت رابعہ نے فرمایا ——— کیا معرفت حق کی دنیا کے بازار میں نمائش کرنا چاہتے ہو۔ یہ کہکر آپ نے اپنی چادر بچھائی اور ہوا میں معلق ہو کر نوافل پڑھنے لگیں۔ پھر دریا کے کنارے آکر درویش سے فرمایا۔ بازار دنیا میں معرفت کی نمائش نہ کرو۔ جو کام آپ نے کیا وہ ایک مچھلی کر سکتی ہے اور جو میں نے کیا وہ ایک چڑیا کر سکتی ہے۔ معرفت حق کا مقام اس سے بلند ہے۔ درویش نادم ہو کر بولا۔ میں آئندہ ایسا کبھی نہ کروں گا۔

دانشمندانہ جواب ایک عالم دین نے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ مردوں کو یہ عزت حاصل

ہے کہ انمیں رسول پیدا ہوئے۔ عورت نبوت سے محروم ہے۔

حضرت رابعہ نے کہا۔ اور یہ عزت صرف عورت کو حاصل ہے کہ اس کے پیٹ سے رسول پیدا ہوئے۔

ایک شخص نے کہا۔ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔

حضرت رابعہ نے جواب دیا۔ اگر یہ سچ ہے کہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے تب بھی آج تک کسی عورت نے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن مردوں میں ایسے بے عقل موجود ہیں جنھوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔

عہد شباب میں جبکہ آپ زیادہ کلام کو ناپسند کرتی تھیں کسی نے کہا میں نے آج تک یہ نہیں سنا کہ آپ شیطان کو برا کہتی ہیں؟

فرمایا۔ مجھے رحمان کو اچھا کہنے سے فرصت کہاں ملتی ہے؟

نصائح ایک مرتبہ ایک فقیر نے کہا مجھے کچھ تحفہ عنایت ہو۔ حضرت رابعہ نے ایک سوئی اور ایک موم بتی اس کے حوالے کی اور ارشاد فرمایا۔

موم بتی کیطرح خود جلو اور دوسروں کو روشنی پہونچاؤ۔ سوئی کیطرح خود سادگی سے رہو۔ دوسروں کو کپڑے پہناؤ۔

ایک سالک نے حضرت رابعہ سے کہا۔ آپ پر اللہ کی نعمت ہو۔ آپ رسول اللہ کے نقش قدم پر چلتی ہیں پھر کیوں اسقدر اشکبار رہتی ہیں۔

محترمہ نے فرمایا۔ مجھے اپنی کوتاہیوں پر شرم آتی ہے کہ میں کسطرح قیامت کے دن شفیع روز جزا کے سامنے جاسکوں گی

ایک بار ایک فقیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے پوچھا حق کو پہچانتا ہے کہا ہاں! پہچانتا ہوں۔ محترمہ نے فرمایا بس اب کسی اور کو پہچاننے کی کوشش نہ کرو۔

بصرہ کے امیر نے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک سال کیلئے غلہ اور ایک سال کیلئے کپڑے آپ کے پاس بھیجدوں۔ سیدہ نے فرمایا اگر تم اس بات کی ذمہ داری لو کہ میں ایک سال تک زندہ رہوں گی تو شوق سے بھیجدو۔ اسکے بعد آپ نوافل میں مشغول ہوگئیں۔

سرتاج ابدال و اقطاب حضرت جنید بغدادی

نام	جنید ابن محمد ابن جنید
کنیت	ابو القاسم
القاب	سید الطائفہ، طاؤس العلماء، قواریری، زجاج، خراز۔
مولد	بغداد مقدس
وفات	۲۷ رجب بروز دوشنبہ ۲۹۸ھ
مدفن	بغداد
آپ کے پیرو مرشد	سید نا سری سقطی رضی اللہ عنہ

جلی وہ شمع کہ دیوار و در کو نور ملا
کھلا وہ پھول کہ خوشبو سے بھر گیا آنگن

امام الاولیا تاجدار علم وفن حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ آسمان علم و معرفت کے وہ آفتاب ہیں جن پر عالم روحانی کو ہمیشہ ناز رہے گا اور جس کی تابندگی سے لوگ قیامت تک مستفیض ہوتے رہیں گے۔ آپ بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ علمی خصوصیات میں آپ وحیدہ عصر و فریدہ دہر تھے اور روحانی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام الائمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر عقل کو خدا صورت انسانی عطا کرتا تو عقل بصورت حضرت جنید متشکل ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت جنید علوم و عقل و حکمت کے مجسمہ تھے۔

مرشد کامل کے نزدیک آپ کا رتبہ

آپ کے پیرو مرشد حضرت سری سقطی سے کسی نے ایک دن سوال کیا کہ حضرت کوئی ایسا بھی مرید ہے جو فضل و کمال میں اپنے پیرو مرشد سے افضل و اعلیٰ ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ ہاں! ایسا مرید جنید ہے جو اپنے پیر۔ مجھ سے زیادہ بلند رتبہ والا ہے

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار فضل

ایک ولی اللہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مسند پر جلوہ افروز دیکھا اور دیکھا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی بھی آپ کے روبرو حاضر ہیں۔ اسی درمیان میں ایک بزرگ ایک مسئلہ دریافت کرنے کیلئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض سے ارشاد فرمایا۔ اے شخص: یہ جنید کے سامنے پیش کرو وہ صحیح جواب دیں گے۔ بزرگ نے بکمال تعظیم و تکریم دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ! فداک ابی و امی حضور کی موجودگی میں یہ

غلام کیونکر جرأت کر سکتا ہے کہ بجائے حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کے سامنے فتویٰ پیش کرے حضور نے ارشاد فرمایا۔ تمام امتیں اپنے اپنے انبیاء و رسل پر فخر کرتی ہیں۔ میری امت میں جنید کی ذات قابلِ فخر ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

ماہتاب منازل شریعت و طریقت آفتاب آسمان حقیقت محرم اسرار غیب حضرت جنید بغدادی بغداد مقدس کے ہشت اوتاد کے سردار ہیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے قافلہ سالار۔ آپ کے فضل و کمال، تعریف و توصیف کے حدود سے بالاتر ہیں۔

ع تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو

نصرانی طبیب کا مسلمان ہونا

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی بیمار ہوئے۔ آپ کا قارورہ (پیشاب) ایک نصرانی طبیب کے پاس گیا بغور دیکھتا رہا پھر دفعتاً کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم۔

لوگوں نے سبب پوچھا کہا میں دیکھتا ہوں یہ قارورہ ایسے شخص کا ہے جن کا جگر عشق الٰہی نے کباب کر دیا ہے

فائدہ:۔ ان بزرگوں کا بول وہ ہدایت کرتا ہے جو دوسروں کا قول نہیں کرتا۔

یمن کے نصرانی کا بغرض امتحان حاضر ہونا

یمن کے نصرانی نے ایک حدیث سنی اتقوا فراسۃ المومن فانہٗ ینظر من نور اللّٰہ مسلمان کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

اس نصرانی نے چاہا کہ امتحان کرے۔ ادھر کے نصاریٰ زنار باندھتے ہیں۔ اس نے زنار نیچے چھپایا اور اوپر مسلمانی لباس پہنا عمامہ باندھا اور مسلمان بن کر مشائخ کرام کی مجلسوں پر دورہ شروع کیا۔ ہر ایک کے پاس جاتا اور حدیث کے معنی

پوچھتا وہ کچھ فرما دیتے یہ دوسرے کے پاس جاتا اور یوں ہی بغداد شریف آیا۔ عرض کی یا سیدی اس حدیث کے معنی کیا ہیں؟ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر من نور اللہ۔ فرمایا اسکے معنی یہ ہیں کہ زنار توڑ اور نصرانیت چھوڑ اسلام لا۔ وہ یہ سنتے ہی بے تاب ہوا اور کلمہ شہادت پڑھا اور کہا یا سیدی اتنے مشائخ کرام کے پاس گیا مگر مجھے کسی نے نہ پہچانا' فرمایا سب نے پہچانا مگر تجھ سے تعرض نہ کیا کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر تھا۔

(الملفوظ اول ص ۱۰۹)

کرامات

ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے۔ بعد کو ایک شخص حاضر ہوا۔ اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔ کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔ جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا۔ عرض کیا میں کیسے آؤں فرمایا۔ یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا میں پہونچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا۔ حضرت میں چلا۔ فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہو گیا۔ عرض کیا حضرت یہ کیا بات تھی۔ آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا۔ اے نادان! ابھی تو جنید تک پہونچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔

(الملفوظ اول ص ۱۱۷)

(۲) جب آپکی شہرت و مقبولیت عام ہو گئی تو کچھ حاسدین نے آپ کو بدنام کرنا چاہا اور خلیفہ بغداد کو حضرت سے متنفر کرنا چاہا۔ خلیفہ وقت نے مسلسل الزامات سننے کے بعد حکم دیا کہ جب تک حجت شرعی جنید پر قائم نہیں ہوتی ان کے اقوال کی گرفت نہیں کی جا سکتی۔ عمائد سلطنت نے نتائج سے بے فکر ہو کر ایک نہایت ہی حیا سوز اور

شیطانی طریقہ اختیار کیا کہ ایک شاہی حسینہ وجمیلہ کو سجا کر بھیجا کہ وہ حضرت جنید کو فریب حسن میں مبتلا کر دے اور یاد الٰہی سے غافل کر دے۔ یہ بدنصیب لڑکی لوگوں کے فریب میں آکر، زر وجواہر کی لالچ میں آکر برقعہ اوڑھ کر اور حاجت مند بنکر سید الطائفہ کے عبادت خانہ میں داخل ہوئی۔ آپ مشغول عبادت تھے جس وقت آپ نے سلام پھیرا بدتمیز لڑکی نے چہرے سے نقاب الٹا۔ حضرت کی نظر اس کے چہرے پر پڑی۔ بے ساختہ زبان سے نکلا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور آپ نے نظریں جھکالیں۔ یاد الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ اس بے غیرت عورت کو شرم نہ آئی۔ اور اپنی دلفریب اداؤں کا مظاہرہ شروع کیا جس سے حضرت کو مشاغل روحانی میں رکاوٹ محسوس ہوئی۔ آپ نے تین مرتبہ لفظ۔ آہ، آہ، آہ زبان مبارک سے کیا اور اس آہ گرم کی تاثیر نے اس بدتمیز عورت کے جسم میں آگ لگادی۔ شعلے بھڑکے اور وہ وہیں جل کر خاکستر ہوگئی۔ دو چار خادم جو خفیہ طریقہ پر اس لونڈی کے ساتھ لگے ہوئے تھے انھوں نے جو یہ حالت دیکھی دوڑے ہوئے تا ایوان خلافت پہونچے۔ خلیفہ کو اس واقعے کی خبر پہونچی۔ اشتعال و بدحواسی کے عالم میں خانقاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور کو اس پیکر حسن وجمال نازنین پر رحم نہ آیا اور اس قدر بے رحمی سے جلا کر راکھ کر دیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے خلیفہ!

بے رحمی تو تونے کی ہے کہ میری چالیس سالہ ریاضت وعبادت کو ایک زن فاحشہ سے برباد کرنے کی کوشش کی۔ ایسی حالت میں اس عورت کے ساتھ اظہار رحم کرنا خود اپنی عبادت وعبودیت کے ساتھ بے رحمی کرنا تھا۔

خلیفہ کے جسم میں لرزہ پیدا ہوا اور حضرت کے سامنے ہی اس نے توبہ کی۔

(تاریخ الاولیاء)

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

وصال وفات کے وقت جب لوگوں نے آپ کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کیں تو غیب سے آواز آئی کہ جو آنکھیں ہمارے نام پر بند ہوئی ہیں وہ اس وقت ہی کھلیں گی جب ہماری دید کا وقت آئے گا۔ اے غسال کوشش بے سود ہے۔ جب حضرت کا جنازہ تیار ہوا تو ایک نہایت ہی سفید کبوتر جنازے پر آبیٹھا۔ لوگوں نے بیحد کوشش کی اس کے اڑانے کی مگر کبوتر نے جنبش تک نہ کی۔ جب زیادہ پریشان کیا گیا تو اس نے بزبان فصیح کہا۔ اے لوگو! خود کو اور ہمیں رنج نہ پہنچاؤ۔ یہ سمجھ لو کہ آج جنید کی موت پر کروبیان عرش پر ٹکے ہوئے ہیں اگر انسانوں کا اژدھام جنازہ پر نہ ہوتا تو یہ جنازہ ہوا میں مثل شہباز سفید کے دوش ملائکہ پر ہوتا جس وقت جنازہ قبر میں رکھا گیا تو وہ کبوتر اچانک نگاہوں سے غائب ہو گیا

حضرت سرکارِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

نام ——— عبدالقادر

کنیت ——— ابو محمد

لقب ——— محی الدین

ولادت ——— ۴۷۰ھ جیلان میں

وصال ———— ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ
یا
۱۷ ربیع الآخر ہے

مدفن ———— بغداد مقدس

سلطان ولایت سید الافراد حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی اور ان کی با عظمت شخصیت کا تذکرہ کبھی تعارف کیلئے ہوتا ہے اور کبھی حصول سعادت کے پیش نظر ظاہر ہے کہ اس پروانۂ شمع نور نبوت کی وہ عالمگیر ضیا باریاں جن سے عالم اسلام کی روحانی بارگاہیں آج بھی منور ہیں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

اولیاء کرام تو بہت ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے لیکن یہ بات شک سے بالاتر ہے کہ کشف و کرامات اور مجاہدات و تصرفات کی بعض خصوصیات کے لحاظ سے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اولیاء کی جماعت میں ایک خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء متقدمین میں سے بہت سے باکمال اور بڑے بڑے صاحبان کشف و کرامت بزرگوں نے آپ کے ظہور کی بشارتیں دی ہیں اور اولیاء متاخرین میں سے ہر ایک آپکی مقدس دعوت کا نقیب رہا ہے۔

اور علماء سلف و خلف نے آپ کے بلند درجات اور تصرفات و کرامات کے بارے میں اسقدر کتابیں تحریر فرمائیں کہ شاید ہی کسی دوسرے ولی کے بارے میں مستند تحریروں کا بڑا ذخیرہ موجود ہو۔ آپ کی ولایت اسقدر مشہور اور مسلم الثبوت ہے کہ آپ کے "غوث اعظم" ہونے پر تمام امت کا اتفاق ہے۔

نسبی شرافت اور خاندانی وجاہت کے علاوہ علمی جلالت، علمی عظمت، کمال ولایت، کثرت کرامت، جامعیت آپ کی یہ وہ خالص خصوصیات ہیں جو

بہت کم اولیاء کرام کو حاصل ہوئیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی شہرت کے آفتاب کو کبھی گہن نہیں لگا بلکہ ہمیشہ آپ کی ولایت و کرامت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجتا ہی رہا اور آج بھی آپ کی عظمتوں اور کرامتوں کا آفتاب پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک چمکتا ہی رہے گا۔ مجدد مائۃ ماضیہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

نسب نامہ پدری سید عبد القادر ابن ابو صالح موسیٰ جنگی دوست ابن عبد اللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ ثانی بن عبد اللہ ثانی بن موسیٰ الجون بن عبد اللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہم اجمعین۔

نسب نامہ مادری ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبد اللہ صومعی ابن ابو جمال الدین سید محمد ابن سید محمود بن طاہر ابن امام ابو العطاء سید عبد اللہ ابن امام سید کمال الدین عیسیٰ ابن امام ابو علاء الدین محمد الجواد ابن امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد الباقر ابن امام زین العابدین ابن ابو عبد اللہ الحسین ابن امام علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہم اجمعین۔

ننانوے اسماء قطب الذی لا قطب الا ہو عبد القادر، سید، مؤید، کریم، عظیم، شریف، ظریف، امام، ھمام، سالک، ناسک، مومن، مؤقن، منعم، مکرم، طیب، طیب، مطیب، جواد، منقاد، قائم، صائم، عابد، زاہد، ساجد، واجد، جیلی، حنبلی، تقی، نقی، کامل،

باذل، زکی، صفی، جمیل، جلیل، ماص، منا معید، رشید، سخی، وفی، بارس، نقیب، نجیب، خاضع، خاشع، صاحب، ثاقب، وارث، حادث، وارع، بارع، فائق، لائق، راسخ، شامخ، ولی، خفی، ظاہر، طاہر، مطیع، منیع، لبیب، حبیب، شاہد، راشد، زائد، قائد، بصیر، منیر، سراج، تاج، قائم، فاتح، مقرب، مہذب، خلیل، دلیل، صادق، حاذق، سلطان، برہان، حسنی، حسینی، عالم، حاکم، معین، مبین، مصباح، مفتاح، شاکر، ذاکر، ملاذ، معاذ، صالح، ناصح، فالح، واضح۔

حلیہ جسم نحیف، قد متوسط، رنگ گندمی، آواز بلند، سینہ کشادہ، ڈاڑھی لمبی چوڑی، چہرہ خوبصورت، سر بڑا، بھوئیں ملی ہوئیں۔

اولیاء متقدمین کی پیشینگوئیاں

سرکار بغداد کی ولادت سے چھ سات سال قبل حضرت شیخ ابو احمد عبد اللہ بن علی بن موسیٰ نے فرمایا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عنقریب ایک لڑکا جو صاحب کرامت اور شرافت ہوگا عجم میں پیدا ہوگا جو اسکو دیکھے گا نفع پائے گا۔ اور وہ فرمائے گا۔

قدمی ھذا علی رقبتہ کل ولی اللہ	میرا قدم تمام اولیاء اللہ کے گردن پر ہے۔

(۲) ایک دن حضرت شیخ علی بن وہب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ قدس میں چند درویش حاضر ہوئے۔ انھوں نے دریافت فرمایا کہاں سے آئے ہو۔ انھوں نے کہا عجم سے۔ پوچھا کس شہر سے۔ انھوں نے کہا جیلان سے۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا۔

ان اللہ نور وجوھکم لظہور رجل منکم من فضل اللہ تعالیٰ اسمہ عبد القادر مظھرہ فی العراق	اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے روشن کرے۔ اس شخص کے ذریعہ جو اللہ کے فضل سے تم میں عنقریب ظاہر ہوگا جس کا نام عبد القادر ہوگا

ومسکنہٗ فی البغداد یقول قدمی هٰذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ ویقر اولیاء عصرہ بامر اللّٰہ۔

جائے ظہور عراق اور مسکن بغداد ہوگا۔ وہ کہے گا میرا قدم تمام اولیاء اللہ کے گردن پر ہے۔ اسکے عصر کے تمام اولیاء اللہ اللہ کے حکم سے اسکے قول کو قبول کریں گے۔

حضرت شیخ عقیل سبنجی رضی اللہ عنہٗ سے پوچھا گیا کہ اس زمانے کے قطب کون ہیں۔ فرمایا۔ اس زمانے کا قطب مدینہ منورہ میں پوشیدہ ہے۔ سوائے اولیاء اللہ کے اُسے کوئی نہیں جانتا۔ پھر عراق کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس طرف ایک نوجوان عجمی ظاہر ہوگا۔ وہ بغداد میں وعظ کہے گا اس کی کرامتوں کو ہر خاص وعام جان لیگا۔ وہ قطب زمانہ ہوگا اور فرمائے گا۔ قدمی هٰذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ۔

سالک السالکین میں ہے کہ جب سرکار غوث پاک کو مرتبہ غوثیت اور مقام محبوبیت سے نوازا گیا تو آپ ایک جمعہ کو خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک آپ پر استغراقی کیفیت طاری ہوئی اور اسی وقت زبان فیض ترجمان سے یہ کلمہ جاری ہوا۔ قدمی هٰذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ۔ معاً منادی غیب نے تمام عالم میں ندا کردی کہ جمیع اولیاء اللہ محبوب پاک کی اطاعت کریں۔ یہ سنتے ہی جملہ اولیاء اللہ جو زندہ تھے یا پردہ کر چکے تھے سب نے اپنی گردنیں جھکائیں۔

(تلخیص بہجۃ الاسرار)

ولادت باسعادت ۴۷۰ھ بمقام جیلان آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ابوصالح جنگی دوست ہے۔ والد کا لقب جنگی دوست اس لئے پڑا کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کے انتہائی شائق تھے اور راہ خدا میں لڑنا اور آخر روئے شہادت آپ کی زندگی کی واحد تمنا تھی۔ صرف اسی لقب سے خدا اور رسول اور مذہب سے محبت کا اندازہ لگانا کوئی دشوار امر نہیں ہے۔

والدہ کا نام ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ ہے۔ والد ماجد کی طرف سے

آپ کا شجرہ نسب سرکار امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ خاندان سید الشہداء سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اسلئے آپ نجیب الطرفین میں حسنی سید بھی ہیں اور حسینی سید بھی۔

امام احمد رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ــــ

تو حسینی اور حسنی کیوں نہ محی الدین ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے دریا تیرا ــ (امام احمد رضا)

حضرت ابو صالح اپنے دور کے صالحین اولیاء میں تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری کے اعتبار سے نہایت پرہیزگار اور انتہائی عبادت گذار تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ بھی تقویٰ پرہیزگاری میں وحیدۂ عصر و فریدۂ دہر تھیں۔ حضور غوث پاک کے ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر شریف ساٹھ سال کی تھی۔ تجربات شاہد ہیں اور اطباء کا یہ فیصلہ ہے کہ اس عمر میں اولاد پیدا ہونا کسی عورت کیلئے محال عادی ہے مگر یہ بھی آپ کی ایک قابل ذکر کرامت ہے کہ اس عمر میں آپکے نورانی شکم سے ولایت کا ایک ایسا آفتاب طلوع ہوا جسکی ہدایت کی روشنی نے سارے عالم کو منور و تجلی بنا دیا۔

آپ کے نانا حضرت شیخ عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ تو اتنے جلیل القدر زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات اور صاحب کرامت ولی تھے کہ غیب کی خبریں دیا کرتے تھے جو سو فیصدی صحیح ہوا کرتی تھیں۔ ابو عبد اللہ قزوینی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ سمرقند کے سنسان جنگل میں ہمارے احباب کے قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ اس مصیبت کے وقت قافلہ والوں نے اپنی مدد کیلئے شیخ عبد اللہ صومعی کو پکارا اور فوراً ہی قافلہ میں تشریف فرما ہو گئے اور باآواز بلند پکارا سبوح قدوس ربنا اللہ تفرقی عنا یا خیل۔ پاک اور مقدس ہے ہمارا رب اللہ ہے۔ اے سوارو! ہم سے دور بھاگ جاؤ۔ یہ سنتے ہی تمام ڈاکو جو گھوڑے پر سوار تھے۔ ایک دم فرار ہو گئے اور پورا قافلہ لوٹ مار سے محفوظ و مامون رہا اور شیخ عبد اللہ صومعی بھی فوراً ہی وہاں

سے غائب ہو گئے۔ لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر کہیں نہیں ملے۔

قافلہ والوں نے بیان کیا کہ جب ہم گیلان (جیلان) واپس لوٹے اور لوگوں سے شیخ عبداللہ صومعی کے قافلہ میں تشریف آوری اور امداد کا ذکر کیا تو گیلان والوں نے کہا کہ واللہ ماغاب الشیخ خدا کی قسم شیخ عبداللہ صومعی ایک لمحہ کیلئے بھی جیلان سے غائب نہ ہوئے۔ (قلائد الجواہر)

ایام طفولیت

تمام علماء و اولیاء اس پر متفق ہیں کہ آپ پیدائشی ولی ہیں۔ آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ آپ ماہ رمضان المبارک میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کبھی بھی دودھ نہیں پیتے تھے اور یہ بات گیلان میں بہت مشہور تھی۔ ولد للاشراف ولد لا یرضع فی رمضان یعنی سادات کے گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن بھر دودھ نہیں پیتا۔

(قلائد الجواہر صد ۳)

کھیل کود سے نفرت

بچپن میں عام طور سے بچے کھیل کود کے شوقین ہوتے ہیں مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ آسمان کا یہ روشن ستارہ کھیل کود میں وقت ضائع کر دے۔ آپ بچپن ہی سے لہو و لعب سے متنفر اور دور رہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔

کلما ھممت ان العب مع الصبیان اسمع قائلا یقول الی یا مبارک — یعنی جب بھی میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو میں سنتا تھا کوئی کہنے والا مجھ سے کہتا اے برکت والے میری طرف آجا۔

(بھجتہ الاسرار)

ولایت کا علم

ایک مرتبہ بعض لوگوں نے سرکار غوث پاک سے پوچھا۔ آپ کو ولایت کا علم کب ہوا تو فرمایا۔

دس برس کی عمر میں جب میں مکتب میں پڑھنے کیلئے جاتا تو ایک غیبی آواز

آیا کرتی تھی جسکو تمام اہل مکتب سنا کرتے تھے کہ ــــــــــــ

افسحوا لولی اللہ — یعنی اللہ کے ولی کیلئے جگہ کشادہ کر دو۔

(قلائد الجواہر صـ ۹)

باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا

ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ شفقت پدری کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام والدہ ماجدہ ہی نے فرمایا۔ آپ اٹھارہ سال کی عمر تک گیلان ہی میں رہ کر مختلف درسگاہوں سے علم حاصل کیا۔ سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم مکمل کر لیا اور پھر علوم عربیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔

تحصیل علم کیلئے جیلان سے روانگی

عمر کے اٹھارہ سال آپ نے جیلان میں بسر کئے۔ پھر آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی جائے۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر آکر عرض کیا کہ اب تک میں آپ کی خدمت میں رہا۔ اب میں خدا کے دین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اسلئے آپ مجھے بخوشی اجازت دیجئے کہ بغداد جاکر علم دین حاصل کروں۔ والدہ اپنی نگاہوں سے ایک لمحہ کیلئے بھی اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں۔ انھوں نے آپ کو بہت سمجھایا لیکن آپ اصرار کرتے رہتے کہ میں اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں جبکہ اولاً علم دین حاصل کرنا نہایت ضروری ہے اور علم دین کا مرکز ان دنوں صرف بغداد تھا۔

والدہ محترمہ بھی صاحب حال تھیں۔ آپ کی طلب و خواہش کو منظور کر لیا اور آپ کو بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

بغداد کو روانگی

معرفت الٰہی کیلئے علم لازم و ضروری ہے۔ اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جتنے صوفیا و مقتدا گذرے ہیں وہ علوم باطنی و کمالات روحانی کے ماہر و مالک ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت

کے بعد عالم، مفسر حدیث، فقیہ اور واعظ و خطیب بھی ہوتے تھے۔

اسی اصول وضابطہ کی روشنی میں آپ بھی علوم دینیہ کی تحصیل کیلئے پہلے بغداد جانے کا ارادہ کیا۔ والدہ نے آپ کو چالیس دینار دیے، اور حفاظت کی خاطر بغل کے نیچے ایک کپڑے میں سی دیے۔ آپ سے پیار کیا اور اکل حلال، صدق مقال کی نصیحت کی۔

حضرت شیخ اپنی والدہ ماجدہ کی نصیحتوں کے یہ انمول موتی اور چالیس دینار لیکر ایک قافلہ کے ہمراہ بغداد شریف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہمدان سے گذرنے کے بعد اس قافلہ کو ساٹھ مسلح لیٹروں سے سابقہ پڑا جنھوں نے قافلے کا تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ لوٹ کے درمیان ایک مسلح نوجوان حضرت شیخ کیطرف بھی آیا اور آپ سے پوچھا، تمہارے پاس کیا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ چالیس دینار ہیں۔ چونکہ اس طرح صدق گفتاری دنیا میں تقریباً معدوم ہو چکی ہے اور لیٹروں کو تو ایسی سچائی سے کبھی بھی سابقہ نہیں تھا اسلئے وہ مذاق سمجھ کر ہنستا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد لیٹروں کا سردار آپ کیطرف آیا اور اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو ہوئی اور وہ کپڑا ادھیڑا گیا تو وہ چالیس دینار مل گئے۔

سردار نے حیرت سے پوچھا تمہیں کس چیز نے اس سچائی کی جرأت دلائی۔ آپ نے فرمایا، سفر پر روانہ ہونے سے پہلے والدہ سے سچ بولنے کا عہد کیا تھا اور اسی عہد نے مجھے اس سچائی پر مجھے آمادہ کیا ہے۔ اکل حلال و صدق مقال کا اثر گنہگار دل میں بھی پیوست ہو گیا اور سردار رونے لگا اور اس نے شیخ کا ہاتھ تھام کر کہا تم اپنے والدہ کی عہد کا پاسداری کرتے ہو مگر آہ میرا کیا حال ہوگا میں تو مدتوں سے خدا تعالے کے عہد سے بے پرواہ ہوں۔ اس سے بغاوت کر رہا ہوں۔ اے میرے اللہ میرا کیا حال ہوگا۔ کہتے کہتے اس نے حضرت شیخ کا ہاتھ تھاما اور توبہ کی اور پھر اپنے ساتھیوں کیطرف متوجہ ہوا۔

آج ایک برسوں کا بھاگا ہوا نافرمان مجرم غلام اپنے آقا معبود کی چوکھٹ

پر پہونچ گیا ہے۔ آج سے بصدق دل میں اپنے گناہوں اور ظلم کاریوں سے تائب ہوتا ہوں اسلئے اب تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ تم جو چاہو کرو۔ لیٹرے ساتھیوں نے جواب دیا آپ رہزنی میں ہمارے سردار تھے جب گناہوں اور خدا سے بغاوت میں ہم نے آپ کا ساتھ دیا تو کیا نیکیوں اور اطاعت و فرمانبرداری میں ہم آپ کا ساتھ نہیں دیں گے یہ کہتے کہتے وہ بھی رونے لگے تمام لوٹا ہوا سامان حضرت شیخ کے قافلہ کو واپس کر دیا اور پھر اس پوری جماعت نے حضرت شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

ھم اول من تاب علی یدی یہ پہلا گروہ ہے جو میرے ہاتھ پر تائب ہوا۔

(قلائد الجواہر)

سرکار غوث پاک کا بغداد میں ورود مسعود

بغداد شریف پہونچ کر مشاہیر علماء و مشائخ سے جامعہ نظامیہ میں علوم کی تکمیل فرمائی۔ علامہ ابو زکریا یحییٰ بن علی سے علم ادب پڑھا۔ ابو الوفاء علی بن عقیل اور محمد ابن قاضی ابو یعلی اور قاضی ابو سعید مخزومی وغیرہ باکمال حضرات سے فقہ اور اصول فقہ میں مہارت حاصل کی اور ابو غالب محمد ابن الحسن باقلانی وغیرہ تقریباً سترہ محدثین کرام کی درسگاہوں میں علم حدیث پڑھکر مہارت نامہ حاصل کی اور تمام مروجہ علوم میں پورا تبحر علمی حاصل کر لیا۔

اسطرح اس سے پیشتر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیائے ولایت میں معروف کیا آپ دنیائے علم ظاہریت میں آفتاب کمال بن کر چمک رہے تھے۔ آپ کو مخلوق خاص و عام میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کے زبان و دل سے حکمت کے رموز ظاہر ہونے لگے آپ سے کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ ولایت کے بعد خاص مقامات آپ پر کھلنے لگے مجاہدہ و تبحر میں انفرادیت آنے لگی۔ آپ کی دنیا کے علائق سے قطع تعلقی اور اللہ کی ذات سے وابستگی ظاہر ہونے لگی اور طلب حق میں صبر و مصائب و مشکلات پر تسلیم کی خو پیدا ہونے لگی۔ آپ اپنے مدرسہ

کے تدریس و فتویٰ نویسی کے کام میں منہمک رہتے اور وعظ و نصیحت کے دریا بہادیتے اور زیارت بزرگانِ وقت اور نذر و نیاز کا قصد فرمانے لگے۔ آپ کے حلقہ میں وقت کے جید علماء کرام فقہائے اعلام اور صالحین امت جمع ہونے لگے اور آپ کے کلام سے استفادہ کرنے لگے۔ طلباء آپ کی مجلس میں آتے اور منتہی بنکر نکلتے اور مریدان اعراق آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتے۔

طلباء علوم دینیہ جو مختلف مدارس سے آتے وہ بھی آپ کے کثرت علوم سے فائدہ اٹھاتے۔ آپ کے مدرسہ میں ایک درس تفسیر قرآن کا، ایک تشریح حدیث کا، ایک مذہبیات اور ایک اصول و نحو کا ہر روز ہوتا تھا۔ ظہر کے وقت قرائت قرآن کا درس ہوتا تھا گویا آپ حقائق کے خزانوں کی کنجیاں تقسیم کرتے تھے۔ معارف و اسرار الٰہی کی راہیں آپ کے فیض سے کھلتی تھیں۔ آپ کے حلقے سے علم و عمل کے مفتی استفادہ کرتے وہ علم و حکمت میں قطب وقت سمجھے جانے لگے اور اصل و فروع کی شناخت کراتے تھے۔ آپ کے یہاں معمولات، منقولات اور دوسرے علوم کے چشمے پھوٹتے تھے آپ کی آواز آفاق عالم میں نشر ہونے لگی۔ گردنیں آپ کے سامنے جھک گئیں۔ تمام مخلوق نے آپ کے کمال اعتراف میں گردنیں جھکادیں۔ اور آپ کے طرح طرح کے اوصاف زبان زدِ خاص و عام ہوگئے۔

علمی وقار و تبحر

آپ کے علمی تبحر کا یہ حال تھا کہ جب بغداد شریف میں آپ کے مجالس وعظ میں ساٹھ ساٹھ اور ستر ستر ہزار سامعین کا مجمع ہونے لگا تو بعض علماء کو حسد ہونے لگا کہ عجم کے رہنے والے کو بغداد میں اس قدر مقبولیت کیونکر حاصل ہوگئی۔ حافظ ابو العباس احمد ابن احمد بغدادی اور علامہ حافظ عبد الرحمن بن الجوزی یہ دونوں اپنے وقت میں علم کے سمندر اور حدیثوں کے پہاڑ شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کی مجلس وعظ میں بغرض امتحان حاضر ہوئے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ جب حضور غوث پاک نے وعظ شروع کیا تو ایک آیت

کی تفسیر بیان فرمانے لگے۔ پہلی تفسیر سنائی تو ان دونوں عالموں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور دونوں نے تصدیق کرتے ہوئے سر ہلا دیا۔ اسطرح گیارہ تفسیروں تک تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھکر سر ہلاتے رہے اور تصدیق کرتے رہے مگر جب سرکار بغداد نے بارہویں تفسیر بیان فرمائی تو اس تفسیر سے دونوں ہی لاعلم تھے اسلئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں ہی آپ کا منھ تکنے لگے۔ اسی طرح چالیس تفسیریں اس آیت کی آپ بیان فرماتے چلے گئے اور یہ دونوں محو حیرت بنے سنتے اور سر دُھنتے رہے۔ پھر آخر میں آپ نے فرمایا ـــــ

رجعنا من القال الی الحال لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یعنی اب قال سے ہم حال کیطرف پلٹے اور ایک مرتبہ جو بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا نعرہ بلند فرمایا تو ساری مجلس میں ایک جوش، کیفیت اور اضطراب پیدا ہو گیا اور علامہ ابن جوزی نے جوش حال میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

(بھجۃ الاسرار)

سو علماء سرکار غوث کے قدم ناز پر

مفرج بن نبہان نے بیان کیا۔ بغداد مقدس میں ایک سو علماء بغرض امتحان آپ کی مجلس وعظ میں گئے، اور ہر عالم نے اپنے دُھن میں ایک مشکل سے مشکل مسئلہ سوال کرنے کیلئے رکھ لیا لیکن جو وقت سرکار بغداد وعظ کی کرسی پر رونق افروز ہوئے، تو قبل اس کے کہ آپ سے کوئی سوال کرے آپ نے تھوڑی دیر کیلئے سر جھکا کر مراقبہ فرمایا پھر یکایک آپ کے سینے سے ایک تجلی نمودار ہوئی، اور وہ بجلی کیطرح کوند کر تمام علماء کے سینوں میں پیوست ہو گئی اور سب کے سب چیخ مار کر اپنے کپڑوں کو پھاڑنے لگے اور اپنی اپنی پگڑیاں پھینک کر برہنہ سر کرسی کیطرف دوڑ پڑے اور اپنا اپنا سر غوث اعظم کے قدموں میں ڈالنے لگے۔ پھر حضور غوث پاک نے ہر ایک کو اپنے سینے سے لگا لگا کر ان کے مشکل مسائل کا جواب دینا شروع کیا یہاں تک کہ ہر ایک کے سوال کا جواب پورا ہو گیا اور سب سکون کے ساتھ

بیٹھ بیٹھ کر وعظ سننے لگے۔ مفرج ابن نبہان کہتے ہیں وعظ ختم ہونے کے بعد میں ان علماء سے ملا اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہو گیا تھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ جیسے ہی ہم سوال کی نیت سے مجلس میں حاضر ہوئے اچانک ایک دم ہمارا سارا علم ہم سے سلب ہو گیا اور ہم اپنے علمی کمال کے زوال پر بیقرار ہو کر بلبلا اٹھے لیکن جب غوث اعظم نے ہم کو اپنے سینے سے لگایا تو ہمارا سارا علم واپس آگیا بلکہ اس طرح زیادہ شرح صدر ہو گیا کہ حضور غوث اعظم کے جوابوں سے ہمارے دلوں کے بند دروازے کھل گئے اور ہم علوم سے مالامال ہو گئے۔

فائدہ:۔ جب سرکار غوث پاک کے علم کا حال یہ ہے کہ دلوں کے خطرات پر مطلع ہیں تو پھر نبی کے علم غیب کی وسعت کا اندازہ لگائیے اور جب سرکار غوث کے اختیار کا حال یہ ہے کہ علم سلب کر کے پھر بخشدیتے ہیں تو پھر مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا کیا کچھ حال ہو گا۔ سچ ہے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی دولتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

عبادت وریاضت ومجاہدہ

علوم ظاہریہ کی تحصیل وتکمیل اور علوم باطنیہ کی تحصیل کا آغاز کر کے مبذول عبادت و ریاضت کے دشوار گذار صحرا کیطرف توجہ مبذول فرمائی۔ چنانچہ شہر سے نکل کر اعراق کے سنسان ویرانوں میں تنہا زندگی گذارنے لگے تاکہ کامل یکسوئی حاصل ہو سکے۔ آپ نے جوں ہی مجاہدہ نفس کی زندگی شروع فرمائی شروع ہی سے فضل رب آپ کے شامل حال رہا حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے ہمراہ ہوئے لیکن آپ نے ان کو نہیں پہچانا یہاں تک کہ خضر علیہ السلام نے ظاہر ہو کر یہ عہد لے لیا کہ آپ ان کی مخالفت نہ کریں گے اور یہ عہد لیکر انہوں نے آپ سے کہا یہاں بیٹھ

جاؤ اور میرے آنے تک یہیں رہنا۔ حضرت خضر پورے سال بھر کے بعد واپس تشریف لائے اور پھر یہی کہہ کر گئے۔ اسی طرح تین سال گذر گئے۔ حضرت خضر ہر سال آتے اور یہی ہدایت کر کے چلے جاتے۔ اس تین سال میں دنیا کی بہت سی خواہش عجیب عجیب طرح آپ کو اپنی طرف لبھاتی رہیں مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال رہا۔ دنیا اور آسائش دنیا کی کوئی بھی کشش آپ کو اپنی طرف مائل نہ کر سکی۔ تین سال کی اس مدت کے بعد آپ نے اپنے نفس کو مشقتوں اور کلفتوں میں مبتلا کیا۔ چنانچہ ایک سال تک آپ نے پانی نہیں پیا۔ صرف جنگل میں پتے ساگ اور گھاس کھا کر گذارا کرتے رہے۔ پھر ایک سال محض پانی ہی پیا اور کھایا کچھ بھی نہیں۔ تیسرے سال آپ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ایک منٹ کیلئے سوئے۔ تینوں چیزوں سے نفس کو محروم رکھا۔

اسی زمانے میں کہ حضرت شیخ جیلانی عبادت و ریاضت اور مجاہدات کے یہ جانگسل مراحل طے فرما رہے تھے کہ شیطان کی فریب کاریاں بجھنے والی شمع کی لو کی طرح بھڑکیں۔ اب تک شیطان آپ سے پے در پے شکستیں کھا چکا تھا اور کسی مرحلے پر بھی آپ کو کسی فریب میں مبتلا نہ کر سکا تھا اور اب کہ آپ بلند سے بلند روحانی منزلوں پر فائز ہوتے جا رہے تھے۔ آپ کی اس ترقی کو وہ برداشت نہ کر سکا اور آپ کے خدمت میں ایک کریہہ المنظر بدبودار شخص کی صورت میں آیا اور کہنے لگا میں ابلیس ہوں مجھے اور میرے تمام گروہ کو آپ نے عاجز کر دیا ہے۔ میں اپنی ساری وسیسہ کاریاں پھیلا چکا ہوں مگر آپ کے قدم راہ توحید سے نہیں ڈگمگائے۔ اس لئے میں اپنی ہار مان کر آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ حضور غوث پاک نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم میں تجھ سے اب بھی مطمئن نہیں ہوں۔ تیری یہ گفتگو تو بجائے خود ایک فتنۂ عظیم ہے جس میں تو مجھے مبتلا کر دینا چاہتا ہے تاکہ میرے قدم صراط مستقیم سے ہٹ جائیں۔ آپ کا یہ جواب ابھی ختم بھی نہ ہو پایا تھا کہ ایک غیبی ہاتھ ظاہر ہوا اور ابلیس کے سر

پر اس زور سے پڑا کہ وہ زمین میں دھنستا چلا گیا اس کے بعد ابلیس پھر آپ کے پاس آیا۔ اس بار اس کے پاس آگ کے شعلے تھے جن سے وہ آپ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے اس کی تیاری دیکھی تو تعوذ پڑھا وہ چلا گیا لیکن پھر فوراً ہی آیا اور آتے ہی آپ پر حملہ کرنا چاہا کہ اچانک ایک شہسوار نمودار ہوئے ہاور انھوں نے شیخ کو ایک تلوار دی جسے دیکھتے ہی ابلیس غائب ہو گیا اور تیسری بار پھر حضور غوث پاک نے ابلیس کو دیکھا اور اس مرتبہ مکر و فریب کا خیال لایا تھا۔ آپ سے بہت دور خائب و خاسر پریشاں و آفت رسیدہ سا بیٹھا ہوا رو رہا تھا۔ سر پر خاک ڈال رہا تھا آپ نے دیکھا تو کہنے لگا آپ مجھے کیا دیکھتے ہیں میں تو آپ سے بالکل ناامید ہو گیا ہوں۔

حضرت کی یہ استقامت دیکھکر اس نے شرک خفی کے بہت سے انتہائی باریک جال آپ کے سامنے پھیلا دیئے لیکن حضرت شیخ کی حفاظت خدا کو مقصود تھی۔ حضرت نے اُن میں سے ایک پر بھی توجہ نہ فرمائی یہاں تک کہ سال بھر گذر گیا اور اس کے پھیلائے ہوئے وہ تمام جال بیکار ہو گئے۔ پھر اس نے دنیاوی رشتوں اور تعلقات کے جال پھیلائے۔ لیکن خدا کے فضل و کرم اور احسان سے حضرت بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ایک سال کے وہ تمام دنیاوی رشتوں محبتوں اور تعلقات کے جال بھی ٹوٹ گئے اور حضرت شیخ اس مرحلے سے بھی بعافیت تمام صیح و سالم گذر گئے۔

ان تمام مراحل سے گذرنے کے بعد پروردگار عالم نے اپنے فضل و کرم سے آپ پر ان کا باطن منکشف فرمایا تو غور فرمایا کہ اتنے مجاہدات شاقہ کے بعد بھی آپ نے اپنے باطن کو بہت سے علائق سے آلودہ پایا۔ یہ آلودگی انسانی ارادوں اور اختیارات کی تھی۔ اس کے بعد آپ ایک مدت تک اپنے ارادوں اور اختیارات کے خلاف جہاد کیا یہاں تک کہ ماسوا اللہ کی یہ زنجیر بھی گل گئی اور آپ میں اپنے ارادوں اور اختیارات کا وجود و تصور تک بھی ختم ہو گیا۔ پھر آپ نے اپنی نفس کی اصلاح کیطرف توجہ فرمائی یہانتک کہ اس کے امراض جاتے رہے۔ اس کے خواہشات فنا ہو گئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا شیطان بھی مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد آپ اپنی ہستی سے جدا ہو چکے

ہو چکے تھے اور آپ کی ہستی آپ سے جدا ہو چکی تھی یعنی اب آپ "مرد مفرد" کے بلند و برتر و عظیم ترین مقام پر فائز ہو گئے تھے۔

پھر آپ توکل و غنا اور مشاہدہ کی وہ منزلیں طے کیں جن میں بہت کم اولیاء اللہ قدم رکھتے ہیں۔ ان منزلوں سے بے حس و کمال گذر جانے کے بعد آپ فقر کی منزل میں داخل ہوئے۔ ان تمام مراحل کی سلطنت عطا ہونے کے بعد آپ کو خدا کی بارگاہ خاص سے روحانی خزانوں کی بے شمار فتوحات ملیں۔ روحانی شرف و علوم اور مقام عبدیت کا اعزاز عظیم عطا ہوا۔ ریاضت و مجاہدات کے یہ تمام مراحل طے کرنے اور ویرانوں کی خلوت نشینیوں اور صحرا نوردیوں کے بعد شیخ عالم نے بغداد میں قیام فرمایا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

ایک دن آپ دوپہر میں مسجد میں سو رہے تھے کہ خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بیٹے۔ تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے۔ شیخ نے عرض کیا حضور میں عجمی ہوں۔ فصحائے بغداد کے سامنے کیسے زبان کھولوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منہ کھولو۔ شیخ نے اپنا منہ کھول دیا تو حضور نے اپنا لعاب دہن سات دفعہ شیخ کے منہ میں گرایا۔ اور پھر ارشاد گرامی ہوا۔ اٹھو! قوم کو وعظ و نصیحت کرو اور حکمت و موعظت کے ساتھ لوگوں کو خدا کے راستے کیطرف بلاؤ۔ شیخ فوراً بیدار ہو گئے۔ اور بے حد مسرور تھے اسی حالت سرور و خوشی میں اسی مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد خود بخود ایک بہت بڑی جماعت شیخ کے پاس آئی۔ اور آپ نے انھیں وعظ و نصیحت کی۔

کچھ دنوں کے بعد شیخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے بھی وہی سوال فرمایا جو حضور نے دریافت فرمایا تھا۔ پھر وہی جواب ملنے پر چھ دفعہ اپنا لعاب دہن ا[illegible] منہ میں گرایا۔ شیخ نے با ادب عرض کیا۔ سات دفعہ کے بجائے چھ ہی دفعہ کی[illegible] تو مولائے کائنات نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و

احترام کیوجہ سے اس کے بعد آپ کے دل میں وعظ و تبلیغ کا جذبہ بشدت سے موجزن تھا۔ آپ نے ارشاد حکمت و موعظت کے ساتھ تبلیغ کا کام شروع کیا۔

۵۲۱ھ میں جب آپ پہلی بار منبر پر تشریف لائے تو اگرچہ چند ہی کلمات وعظ ہی ارشاد فرمائے تھے لیکن مخلوق کا یہ حال تھا کہ وجد و حال سے بے چین و بیقرار ہو گئی تھی

خرقۂ ارادت

سرکار غوث پاک نے خرقۂ ارادت حضرت قاضی ابو سعید مخزومی المبارک سے پہنا۔ انکو شیخ ابوالحسن علی محمد القریشی سے، انکو شیخ ابو الفرح طوسی سے اور ان کو ابوالفضل عبدالواحد تمیمی سے ملا جنکو شیخ شبلی نے پہنایا تھا اور شیخ شبلی کو جنید بغدادی سے پہونچا اور ان کو حضرت سری سقطی سے، ان کو شیخ معروف کرخی سے۔ انکو حضرت داؤد طائی نے اور انکو حضرت سید حبیب عجمی سے، انکو سید حسن بصری سے ملا جنکو امیرالمومنین مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پہنایا تھا اور مولائے کائنات کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خرقۂ ارادت عطا فرمایا تھا۔ اسطرح بارہ واسطوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو خرقۂ ارادت عطا ہوا۔

(ماخوذ از تاریخ الاولیاء)

مذہباً آپ حنبلی تھے

رجال الغیب اور جنوں کی حاضری

آپ کا ارشاد ہے کہ میں پچیس ۲۵ سال عراق کے جنگلوں میں ریاضت کرتا رہا۔ میں لوگوں کو پہچانتا تھا۔ مگر لوگ مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ میرے پاس رجال الغیب اور جنوں کی جماعتیں آتیں اور میں انھیں خدا شناسی کا راستہ دکھایا کرتا۔ چالیس سال تک میں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ پندرہ ۱۵ سال تک نماز عشاء میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن پاک ختم کرتا رہا۔ میرا ہاتھ دیوار میں گڑے ہوئے کیل کیطرح رہتا تھا تاکہ مجھے نیند نہ آئے حتی کہ سحری تک سارا قرآن

پاک میں ختم کر لیتا۔

سرکار غوث پاک کے بدن پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی

شیخ ابو عبد اللہ محمد ابن الحضر بن عبد اللہ الحسینی الموصلی سے روایت ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے بتایا کہ میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تیرہ سال تک خدمت کرتا رہا مجھے ایک دن بھی نظر نہیں آیا کہ آپ کے ناک یا گلے سے پانی بہہ نکلا ہو۔ اور میں نے اس تیرہ سال کے عرصہ میں آپ کے بدن پر مکھی بیٹھی نہیں دیکھی تھی۔

(بہجۃ الاسرار)

وجہ تسمیہ محی الدین

مشائخ قادریہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے محی الدین لقب کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا۔ میں ایک دفعہ ایک لمبے سفر سے بغداد کیطرف لوٹ رہا تھا۔ میرے پاؤں ننگے تھے۔ مجھے ایک بیمار آدمی ملا جس کا رنگ اُڑا ہوا تھا اور بڑا ہی نحیف الجسم تھا۔ مجھے اس نے سلام کیا۔ میں نے وعلیکم السلام کہا۔ تو مجھ سے کہنے لگا۔ میرے قریب ہو جاؤ۔ میں نزدیک ہوا تو کہنے لگا مجھے اٹھاؤ۔ میں نے اسے اٹھا کے بٹھایا تو اس کا جسم اچھا توانا نظر آنے لگا اور اس کے چہرے پر رونق نظر آنے لگی۔ مجھ سے اس نے پوچھا کیا مجھے پہچانتے ہو۔ میں نے نفی میں جواب دیا۔ تو کہنے لگا۔ میں تمہارا دین ہوں جو اس قدر نحیف و نزار ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ازسر نو زندگی بخشی ہے۔ آج سے تمہارا نام محی الدین ہو گا۔ جب میں جامع مسجد کیطرف واپس آیا تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھ سے کہنے لگا یا سید محی الدین میں نے نماز ادا کی تو لوگ میرے سامنے ادباً کھڑے ہو گئے اور ہاتھ کو بوسہ دینے لگے اور زبان سے یا سید محی الدین پکارتے جاتے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے کوئی بھی اس لقب سے مجھے نہیں پکارتا تھا۔

(تلخیص بہجۃ الاسرار)

آپ کی عظمتِ شان کی شہادت حضرت خضر علیہ السلام نے دی

شیخ ابو مدین شعیب دکالی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ تو میں نے ان سے اپنے زمانے کے مشائخ مشرق و مغرب کی بابت پوچھا اور میں نے ان سے شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو جناب خضر نے ارشاد فرمایا۔ وہ صدیقین کے امام اور عارفین پر حجت اور روح معرفت میں ان کی شان اولیاء کے درمیان عظیم ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔
(مناقب سیدی عبد القادر جیلانی اعربی)

کراماتِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) ایک حسین و جمیل عورت آپ کی مریدہ تھی۔ مرید ہونے سے پہلے اس پر ایک بدکار شخص عاشق تھا۔ مرید ہونے کے بعد وہ عورت قضائے حاجت کیلئے پہاڑ کیطرف گئی۔ اس بدکار کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس عورت کا پیچھا کیا اور اس کے دامن عصمت کو داغدار کرنا چاہا۔ جب اس عورت کو چھٹکارا کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو اس نے سرکار بغداد کا نام لیکر پکارا اور کہا الغیاث یا غوث اعظم، الغیاث یا غوث الثقلین، الغیاث یا شیخ محی الدین، الغیاث یا سیدی عبد القادر۔

اس وقت سرکار غوث اپنے مدرسہ میں وضو فرما رہے تھے۔ اور آپ کے پاؤں میں لکڑی کے دو نعلین تھے۔ تو آپ نے انھیں اتارا اور اسی غار کیطرف پھینکا اور اس فاسق کے مراد کی حصول سے پہلے یہ دونوں نعلین اس کے سر پر جا پہونچے اور اس کے سر پہ مارنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اس عورت نے دونوں نعلین مبارک لئے اور غوث پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اور تمام حاضرین کے سامنے اپنی پوری کیفیت بیان کی۔

فائدہ:۔ سرکار بغداد کے علم و اختیار کو دیکھئے اور پھر سوچئے کہ جب غوث کے علم و اختیار کا یہ حال ہے تو پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کتنا وسیع ہوگا اور آپ کا اختیار کتنا عظیم ہوگا۔

(۲) آن واحد میں ستّر آدمیوں کے گھر روزہ افطار کرنا

رمضان میں ایک دن ستّر آدمیوں نے آپ کو فرداً فرداً افطار کی دعوت دی بغیر اس کے کہ کسی دوسرے کو علم ہوتا کہ آپ کے حضور سے برکت حاصل ہو۔ سرکار بغداد نے سب کی دعوت قبول فرمالی اور سب کے گھر تشریف لے گئے اور آن واحد میں سب کے ساتھ افطار فرمایا اور مدرسہ میں بھی افطار فرمایا جب بغداد میں یہ خبر مشہور ہوئی تو خادموں میں سے ایک خادم کے دل میں خیال آیا کہ سرکار غوث تو مدرسہ سے کہیں گئے نہیں تھے تو کیسے اس کا تصور کیا جائے کہ سب کے گھر گئے اور آن واحد میں سب کے ساتھ کھانا کھایا تو سرکار غوث اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ وہ سب سچے ہیں۔ میں نے سب کی دعوت قبول کی اور ان کے گھروں میں حاضر ہو کر کھانا کھایا۔

فائدہ:۔ جب سرکار بغداد وقت واحد میں اکہتّر جگہ رہ کر ہر ایک مرید کے گھر پہونچ سکتے ہیں تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم وقت واحد میں مختلف جگہ پہونچ کے امت کی دادرسی فرمائیں تو کیا تعجب ہے۔

(۳) منبر پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات

سرکار غوث ایک دن منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرما رہے تھے۔ اچانک جلدی سے اتر کر سب سے نیچے والی سیڑھی پر مؤدب ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھکر پھر تھوڑی دیر کے بعد منبر پر چڑھکر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور وعظ میں مشغول ہو گئے۔ بعض حاضرین نے اس کیفیت کی بابت پوچھا تو فرمایا میرے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے تو میں ادباً اتر کر سب سے نچلی سیڑھی پر آگیا تو جب سرکار

کھڑے ہو گئے اور جانے لگے اور مجھے اپنی جگہ بیٹھ کر وعظ فرمانے کا حکم دیا تو میں اپنی جگہ آگیا۔ (جامع العلوم)

چیل کو مار کر زندہ فرمانا

ایک دفعہ آپ کی مجلس وعظ میں ایک چیل چلاتی ہوئی اوپر سے گذر گئی جس سے سامعین کی توجہ پراگندہ ہو گئی تو آپ پر ایک دم غوثیت کا جلال طاری ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ یا ریح خذی راس ھذہ الحداءۃ یعنی اے ہوا اس چیل کا سر اڑا دے۔ حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ غوث اعظم کا یہ فرمان ہوتے ہی چیل کا سر ایک طرف کٹ کر گر پڑا اور جسم دوسری طرف جا گرا۔ پھر وعظ سے فارغ ہو کر آپ کرسی سے نیچے اترے اور چیل کے سر اور دھڑ کو ملا کر بسم اللہ پڑھا اور ہاتھ پھیر دیا تو وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔ (خلاصہ للفاخر)

یہ ایک ولی کے تصرف کا حال ہے۔ سرکار بغداد فرماتے ہیں۔

ولو القیت سری فوق میت
فقام بقدرۃ المولی تعالی

اگر میں اپنا راز کسی مردہ لاش پر ڈال دوں تو وہ یقیناً مولی تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جائے۔

اس پہ مت جا خانۂ درویش گر ہے بے چراغ
یہ جو فرمائیں تو میں شمس و قمر پیدا کروں

(۵) شیخ احمد زندہ فیل کی عادت تھی کہ جس خانقاہ میں بھی جاتے شیر پر سوار ہو کر اور شیر کی خوراک کیلئے گائے طلب کرتے اور چونکہ ان کی ہیبت کا سکہ تھا اسلئے ہر بزرگ ایک گائے کا نذرانہ پیش کر دیا کرتا تھا۔ جب بغداد تشریف لائے تو حسب عادت خانقاہ غوثیہ میں خادم کو بھیج کر ایک گائے کا مطالبہ کیا۔ سرکار بغداد نے نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا کہ احمد جام ہمارے مہمان ہیں اسلئے ضرور ان کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ آپ نے ایک

گائے بھیجنے کا حکم صادر فرمایا۔

شیخ احمد جام کو جب خادم نے گائے کے آنے کی خبر دی تو اکڑ کر بولے۔ دیکھ لیا تو نے ہمارا دبدبہ ؟ بہرحال سرکار بغداد کا خادم گائے لیکر چلا تو ایک دبلا پتلا کتا جو خانقاہ غوثیہ کے لنگر خانہ کی ہڈیوں پر گذر بسر کرتا تھا اور دروازے پر پڑا رہتا تھا وہ بھی گائے کے ساتھ چلا اور جیسے ہی شیخ احمد جام کا شیر گائے پر جھپٹا کتے نے ایک دم لپک کر شیر کا گلا پکڑ لیا اور اپنے پنجوں سے شیر کا پیٹ پھاڑ ڈالا اور گائے کو ہانک کر خانقاہ غوثیہ میں لے آیا۔ حضرت شیخ احمد جام اپنے شیر کا حال زار دیکھکر اور ایک لاغر کتے کی جرائت کا مشاہدہ کرکے سمجھ گئے کہ یہ حضرت غوث اعظم کا تصرف ہے اور یقیناً یہ میرے غرور کا جواب ہے۔ آپ سرکار بغداد کی بارگاہ میں حاضر ہوکر معافی کے خواستگار ہوئے۔ ان کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ کے ہاتھوں پر تائب ہوئے۔

(مناقب سیدی عبد القادر)

امام احمد رضا رضی اللہ فرماتے ہیں۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

(۶) روافض کا تائب ہونا

مشائخ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم شیخ عبد القادر جیلانی کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ چند رافضی دو بڑے ٹوکرے اٹھائے ہوئے لائے۔ ان ٹوکروں کا منھ بند تھا۔ ان پر مہر لگی ہوئی تھی۔ کہنے لگے بتائیے ان ٹوکروں میں کیا ہے۔ آپ اپنی کرسی سے اٹھے اور ایک ٹوکرے پہ ہاتھ رکھ کر کہا اسمیں ایک لڑکا ہے۔ آپ نے اپنے لڑکے عبد الرزاق کو حکم دیا۔ ٹوکرا کھول دیا جائے۔ اس میں سے ایک بچہ نکلا جو مفلوج تھا۔ آپ نے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر کہا اٹھو۔ وہ اٹھا اور باہر نکل آیا۔ دوسرے ٹوکرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس ٹوکرے میں ایک ایسا بچہ ہے جسکو کوئی بیماری نہیں ہے

آپ کے حکم سے وہ ٹوکرا کھولا گیا۔ اسمیں سے ایک لڑکا برآمد ہوا جو باہر نکلتے ہی چلنے پھرنے لگا۔ آپ نے اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر اسکو بٹھا لیا اور فالج زدہ ہوگیا۔ ان رافضیوں نے یہ واقعہ دیکھتے ہی توبہ کر لی مگر اس واقعہ کے تصور اور دہشت سے اسی روز تین شخص مر گئے۔

(تلخیص بہجۃ الاسرار)

شفا پاتے ہیں صدہا جاں بلب امراض مہلک سے
عجب دار الشفا ہے آستانہ غوث اعظم کا

(۷) طوفان سے کشتی نکال دی

سرکار بغداد کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کا بیان ہے ایک دن دوران درس حضرت کا چہرہ مبارک ایک دم سرخ ہوگیا اور اپنی چادر کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکالا تو ہاتھ سے پانی ٹپکنے لگا۔ آپ کے جاہ وہیبت کیوجہ سے کسی کو دریافت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی، مگر طلباء دن تاریخ اور مہینہ نوٹ کر لیا۔ دو ماہ بعد کچھ سوداگر حاضر خدمت ہوئے، اور انھوں نے بتایا کہ حضور ہم سمندر میں اپنی کشتی پر تجارت کا مال لاد کر آرہے تھے کہ یکایک سمندر میں طوفان آگیا اور طوفان کے تلاطم اور موجوں کے تھپیڑوں سے ہماری کشتی ڈگمگانے لگی اور قریب تھا کہ ہماری کشتی ڈوب جائے، مگر جب ہم نے اس مصیبت میں آپ کو پکارا اور یا غوث المدد کا نعرہ لگایا تو ہم نے دیکھا کہ پانی کی سطح پر ایک قدرتی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے ہماری کشتی کو طوفان کی موجوں سے نکالکر سلامتی کے ساتھ ساحل نجات پر پہونچا دیا۔

(برکات قادریت)

جہاز تاجران گرداب سے فوراً نکل آیا
وظیفہ جب انہوں نے پڑھ لیا یا غوث اعظم کا

بارش کا رک جانا

عدی بن مسافر کا بیان ہے کہ ایک روز آپ مدرسہ

کے صحن میں وعظ فرما رہے تھے کہ بارش ہونے لگی اور سامعین میں گھبراہٹ سی پیدا ہوگئی تو آپ نے آسمان کیطرف منہ کر کے ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو منتشر کرتا ہے آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ مدرسہ کے صحن میں بارش بند ہوگئی اور مدرسہ کے باہر بدستور پانی برستا رہا۔

(بہجۃ الاسرار)

ہوا موقوف فوراً ہی برسنا اہل مجلس پر
جو پایا ابر باراں نے اشارہ غوث اعظم کا

جنات سے لڑکی کی رہائی

شیخ عارف لبشیر ابن محفوظ نے بیان کیا کہ میں بغداد میں تھا۔ میری ایک لڑکی فاطمہ نامی چھت پر آئی اور وہاں سے غائب ہوگئی۔ مجھے بے حد پریشانی ہوئی اور تلاش بسیار کے بعد میں نے سرکار غوث کی خدمت میں واقعہ پیش کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ کرخ کے ویرانے میں چلے جانا اور وہاں ایک ٹیلے پر بیٹھکر اپنے گرد ایک حصار (گھیرا) کھینچ لینا اور عبدالقادر کا تصور کر لینا اور پھر کہنا بسم اللہ۔ رات کی تاریکی میں تمہارے ارد گرد جنات کے لشکر آئیں گے ان کی مختلف شکلیں ہوں گی انھیں دیکھکر ڈرنا نہیں۔ سحری کے وقت جنات کا بادشاہ تمہارے پاس حاضر ہوگا اور تمہاری حاجت کے متعلق پوچھے گا اس سے کہنا کہ مجھے شیخ عبدالقادر نے بغداد سے بھیجا ہے میری لڑکی کی تلاش کرو۔ میں اس ویرانے میں پہنچ گیا۔ حضرت شیخ کے بتائے ہوئے تمام طریقوں پر عمل کیا۔ رات کی تاریکی میں ہیبت ناک جنات کے لشکر اس گھیرے سے باہر گذرتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی دہشت ناک صورتیں دیکھی نہ جاتی تھیں۔

سحری کے وقت جنات کا بادشاہ گھوڑے پر سوار آیا اور اس کے ارد گرد جنوں کا ایک ہجوم تھا وہ دائرہ کے باہر ہی میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور مجھ سے پوچھا کیا کام ہے۔ میں نے کہا حضور غوث پاک نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔

وہ نام سنتے ہی گھوڑے سے زمین پر اُتر آیا اور زمین بوس ہوا۔ جنوں کے تمام لشکر دائرے کے باہر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنی لڑکی کے گم ہونے کا سارا قصہ سنایا۔ اس نے تمام جنوں کو مخاطب کر کے کہا۔ کوئی جانتا ہے کہ اس لڑکی کو کون لے گیا۔ جنات ایک چینی جن کو پکڑ لائے۔ بادشاہ نے پوچھا۔ تم اس لڑکی کو کیوں لے گئے۔ اس نے بتایا جب وہ قطب وقت کے شہر میں رہتی تھی میں دیکھ کر عاشق ہو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس چینی جن کی گردن اڑا دی جائے اور لڑکی کو میرے حوالے کر دیا جائے گا۔

میں نے کہا۔ حضرت شیخ کا فرمابردار آپ جیسا نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم جب سید عبدالقادر جیلانی ہماری طرف نگاہ کرتے ہیں تو زیر زمین تمام جنات کانپنے لگتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قطب وقت کا تعین فرماتا ہے تو تمام جنوں والنس اس کے تابع فرمان کر دئے جاتے ہیں۔

(بہجتہ الاسرار)

(۱۰) شیخ ابو محمد عبدالملک ذبال نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر کے مدرسہ میں پڑھتا تھا ایک دن حضرت غوث پاک اپنے گھر سے نکلے آپ کے ہاتھ میں ایک لوٹا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کاش مجھے اس لوٹے سے کوئی کرامت دکھائی جاتی۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور وہ لوٹا زمین پر پھینک دیا۔ لوٹے کے زمین پر گرتے ہی ایک نور پیدا ہوا جس سے زمین و آسمان کی پہنائیاں اور آفاق کی وسعتیں روشن ہو گئیں۔ آپ نے اسے پھر اٹھا لیا اور وہ اسی حالت پر آ گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ بس ذبال! تمہیں اس چیز کی خواہش تھی۔

(بہجتہ الاسرار)

تلک عشرۃ کاملہ یہ آپ کی دس مکمل کرامتیں ہوئیں۔ ویسے آپ سے کرامات آئے دن ظاہر ہوتی رہتی تھیں اور تواتر کے ساتھ ہر زمانے میں آپ کے خوارق نظر آتے رہے۔ شیخ اجل علی بن ہیتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے

زمانے میں کسی ایسے ولی اللہ کو نہ دیکھا جس سے اتنی بے شمار کرامات رونما ہوئیں ہوں جو شخص جس وقت جس انداز کی کرامات کی خواہش کرتا آپ سے بلا تامل ظاہر ہوتیں۔ یہ کرامتیں بعض وقت تو آپ کے اختیار اور ارادے سے ظاہر ہوتی تھیں لیکن بعض اوقات آپ کے اختیار و خواہش کے بغیر بھی رونما ہوتی رہتیں۔

آپ کی کرامتیں بے شمار ہیں۔ صرف کرامتیں جمع کی جائیں تو کئی کتابیں ہو جائیں۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کلامِ غوث میں اثر

ایک روز آپ مجلس وعظ میں بیان فرما رہے تھے تو حاضرین بے توجہ اور سست نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرا بیان سننے کیلئے آسمان سے سبز پرندے بھیج دے۔ ابھی آپ بیان ختم نہیں کر پائے تھے کہ مجلس سبز پرندوں سے بھر گئی اور حاضرین نے ان پرندوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ایک دن ایسی حالت میں مجلس میں ایک سبز پرندہ آپ کی آستین میں گھس گیا اور باہر نہیں نکلا۔

ایک دن آپ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک عجیب الخلقت پرندہ مجلس پر سے گزرا لوگ اس کو دیکھنے کو متوجہ ہوئے، تو آپ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو اس پرندے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ ابھی وعظ ختم بھی نہ ہو پایا تھا کہ وہ پرندہ آپ کی مجلس وعظ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پڑا۔

ایک بار جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ مجلس وعظ میں چند قدم آگے بڑھے اور فرمانے لگے۔ اے اسرائیلی ! ٹھہر جائیے اور محمدی کا کلام سنتے جائیے پھر آپ واپس آئے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کس سے کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ جناب خضر علیہ السلام کا میری مجلس کے پاس سے گذر ہوا تھا اور میں نے

چند قدم آگے بڑھکر وعظ سننے کو کہا۔

آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں کوئی یہودی یا عیسائی دامن اسلام میں نہ آیا ہو۔ راہزن، چور، ملحد، بے دین اور بدعقیدہ لوگ آپ کی مجلس میں آکر تائب ہوتے

بارگاہ غوثیہ میں ماہ و سال کی حاضری

ایک مرتبہ چند مشائخ وقت سرکار غوث پاک کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ یہ ۵۶۰ھ جمادی الآخر روز جمعہ کا واقعہ ہے۔ شیخ گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آیا اور اس نے سلام کیا اور بتایا کہ میں ماہ رجب ہوں۔ اسلئے آیا ہوں کہ آپ کو مبارکباد کہوں۔ میرے درمیان عوام الناس کو بہت خوشیاں اور راحتیں میسر ہوں گی سرکار بغداد فرماتے ہیں۔

وما منها شهور او دهور
تمر وتنقضي الا اتالي

مہینے اور زمانے میری بارگاہ میں پہلے حاضری دیتے ہیں پھر گذارتے ہیں۔

سرکار بغداد کو ایک دفتر عطا ہوا جسمیں تمام مریدین کے نام درج ہیں

ائمہ دین فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دفتر میں قیامت تک مریدین کے نام ہیں جس قدر غلامی میں آئے یا آنے والے ہیں حضور پرنور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رب عزوجل نے مجھے ایک دفتر عطا فرمایا کہ منتہائے نظر تک وسیع تھا اور اس میں قیامت تک میرے مریدین کے نام تھے۔ اور مجھ سے فرمایا وھبتھم لک میں نے یہ سب تمہیں بخش دئے۔

(الملفوظ چہارم ص۲۲)

وعظ و تبلیغ کا وسیع حلقہ

آپ مہینہ میں تین بار وعظ فرماتے تھے۔ وعظ میں بلا کی تاثیر تھی۔ لوگوں پہ ایسا سکتہ طاری ہوتا کہ کسی کو اپنے تن من کا ہوش باقی نہ رہتا تھا۔ حالانکہ ان کثیر الازدہام مجلسوں میں دنیائے اسلام اور بالخصوص بغداد کے علماء اور صلحا اور مشائخ کی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی جو یہاں سے واپس جاکر خود ہر ایک ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہو جاتے تھے اور اسطرح ایک شمع سے ہزاروں شمعیں منور ہوتیں جن کی تابانی سے ساری دنیا جگمگا اٹھی اور رہتی دنیا تک یہ فیض جاری رہے گا۔

آپ کا کوئی وعظ ایسا نہ ہوتا تھا کہ صدہا لوگ بے ہوش نہ ہو جاتے ہوں۔ کسی پر وجد طاری ہوجاتا اور کوئی گریہ و بکا کرتا۔ کوئی محو حیرت و استغراق ہوجاتا کوئی مضطرب و بیقرار ہوکر کپڑے پھاڑتا اور چیخنے لگتا۔ اور کسی کا تو یہ حال ہوتا کہ آپ کے مبارک الفاظ دیدۂ و دل سے حجاب دور کر کے معبود حقیقی کا عاشق بنا دیتے اور اس کا دل و جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر پاش پاش ہو جاتا اور وہ موت کی نیند سو جاتا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کا بیان ہے کہ آپ کی ہر مجلس میں خدا کے فرط خوف و دہشت سے دو چار آدمی ضرور واصل الی اللہ ہو جاتے تھے۔

آپ کی مجلس میں شرکا کی تعداد ساٹھ اور ستر ہزار ہوتی تھی۔ کم و بیش چار سو حضرات آپ کے ارشادات قلمبند فرماتے تھے۔

وعظ و تبلیغ کا یہ سلسلہ ۵۲۱ھ سے شروع ہوکر ۵۶۱ھ تک پورے چالیس سال قائم رہا۔

(تاریخ الاولیاء)

ذکر وصال مبارک

سرکار بغداد کے بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا شیخ عبدالوہاب نے مرض الموت میں آپ سے وصیت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا۔

بیٹا تمہارے لئے تقویٰ بہت ضروری ہے۔ خدا کے بغیر کسی سے نہ ڈرو

کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرو۔ کسی غیر سے امید نہ لگاؤ۔ ہمیشہ اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو نہ یقین کرو۔ اُس کے علاوہ کوئی ذات اعتماد کے لائق نہیں۔ التوحید۔ التوحید۔ التوحید۔ اسی بات پر ساری امت کا اجماع ہے۔

مرض الموت میں آپ نے ایک جگہ فرمایا۔ اپنی اولاد کو مخاطب کر کے۔

میری چارپائی سے ہٹ جاؤ۔ اگرچہ میں ظاہراً تم سے ہم کلام ہوں مگر میں باطناً اور ہستی کے ساتھ ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے اور مخلوق اور میرے درمیان اتنی ہی دوری ہے جتنی آسمان و زمین کے درمیان ہوا کرتی ہے"۔

مجھے دوسروں پر اور دوسرں کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ تمہارے بغیر بھی اس وقت میرے پاس دوسرے حضرات آ رہے ہیں۔ مجلس میں ان کے لئے جگہ دو۔ اور جگہ خالی کردو اور ان کے احترام کا خیال رکھو۔ چونکہ وہ رحمت خداوندی کے حامل ہیں اس لئے ان کے لئے جگہ خالی کر دی جائے۔ آپ کی اولاد میں سے ایک اور بزرگ نے فرمایا کہ مرض الموت کے وقت آپ کی زبان سے اکثر وعلیکم السلام نکلتا تھا اور اور فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بخش دے اور میری اور آپ کی توبہ قبول فرمائے۔ مجھے ملک الموت کی کوئی پرواہ نہیں۔ ملک الموت تو اسے تلاش کرے جسے موت سے ڈر ہو۔ اے ملک الموت! اسے تلاش کر کے لاؤ جو ہمارے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے بعد آپ نے زور سے نعرہ بلند کیا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں آپ کئی بار اپنا ہاتھ بڑھا کر وعلیکم السلام فرماتے اور کہتے توبہ کرو اور ان کی صف میں شامل ہو جاؤ۔ میں تمہاری طرف آ رہا ہوں اور پھر فرماتے ذرا انتظار کرو میں خود آ رہا ہوں۔ انھیں باتوں میں آپ پر موت کی غنودگی طاری ہو گئی اور پھر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا۔

(ماخوذ از تلخیص بہجۃ الاسرار)

آپ کا لباس

شیخ ابو الفضل احمد قاسم بن عبدان قریشی بغدادی بزار نے بیان کیا ہے کہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی طیلسان سر پر پہنتے تھے اور علماء بغداد کی طرز پر بڑا قیمتی اور گراں قدر لباس زیب تن فرماتے۔ ایک دن آپ کا خادم میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ حضرت غوث پاک نے گراں قدر کپڑے کا لباس بنانے کا حکم دیا ہے ایک گز کی قیمت ایک دینار سے کم و بیش نہ ہو۔ میں نے اس خادم سے پوچھا۔ یہ قیمتی لباس کس کے لئے ہے۔ اس نے کہا سیدی غوث اعظم کیلئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ آج تو شیخ نے خلیفہ وقت کیلئے بھی کپڑا نہیں چھوڑا۔ ابھی یہ بات سوچی ہی تھی کہ میرے پاؤں میں ایک میخ آکر چبھی۔ میں نے جو اس میخ کے زخم کو دیکھا تو اس میں میری موت گھورتی ہوئی نظر آئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگ میرے گرد جمع ہو گئے۔ اور اس میخ کو نکالنے لگے مگر کوئی بھی کامیاب نہ ہوا۔ میں نے کہا۔ مجھے اٹھا کر حضرت شیخ عبد القادر کے پاس لے چلو۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ ابو الفضل! تمہیں ہمارے کپڑوں پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ خدا کی قسم میں نے آج تک کوئی کپڑا نہیں پہنا جس کا مجھے اللہ تعالیٰ نے پہننے کا حکم نہیں دیا۔ وہ حکم دیتا ہے کہ عبد القادر! اس کے بدلے میں یہ کپڑا پہن لو جو میں نے تمہیں عطا کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:۔ اے ابو الفضل! دراصل یہ لباس ہمارا کفن ہوتا ہے اور کفن ہمیشہ نفیس کپڑے تیار کیا جاتا ہے۔ ایسے ہزاروں کفن پہن چکا ہوں۔ یہ باتیں کرتے ہوئے اپنے دست شفقت سے میخ نکال دی اور فرمایا کہ اس شخص کا اعتراض میخ کی شکل اختیار کر گیا۔

(بہجتہ الاسرار)

آپ کی مقدس بیویاں

سرکار بغداد نے چار عورتوں کو اپنی زوجیت سے مشرف کیا جنکے یہ نام ہیں۔

(۱) بی بی مدینہ (۲) بی بی صادقہ (۳) مومنہ (۴) بی بی محبوبہ۔

یہ چاروں بیویاں صالحات اور آپ کے فیض و برکت سے باکرامت تھیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالجبار کا بیان ہے کہ میری والدہ ماجدہ کی یہ کرامت تھی کہ جب بھی وہ کسی اندھیرے گھر میں داخل ہوتی تھیں تو خودبخود روشن ہو جاتا تھا۔

آپ کی اولاد تاریخ کی مختلف کتب کے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ آپ کے اونچاس بچے پیدا ہوئے جن میں بیس ۲۰ صاحبزادگان اور باقی صاحبزادیاں تھیں مشہور فرزندوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

سید عبدالوہاب	سید عبداللہ	سید عبدالغفار
سید عبدالرزاق	سید عبدالجبار	سید عبدالرؤف
سید عبدالعزیز	سید محمد عیسیٰ	سید عبدالغنی
سید محمد یحییٰ	سید محمد ابراہیم	سید صالح
سید محمد موسیٰ	سید یوسف	سید محمد
سید عبدالخالق		

شہاب الحق والدین حضرت عمر سہروردی رضی اللہ عنہ

نام ———— عمر سہروردی

کنیت ———— شہاب الحق والدین

لقب ———— شیخ الشیوخ

والد کا نام ——— شیخ عبد اللہ صدیقی

پیدائش ——— ۵۴۲ھ

وصال ——— ۶۳۲ھ

کل عمر ——— نوّے سال

بانیٔ سلسلہ سہروردیہ

سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے بانی و موسس حضرت سیدنا شہاب سہروردی کا سلسلۂ نسب بارہ واسطوں سے یارِ غارِ رسول اور خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے حقیقی چچا قطب الاقطاب حضرت شیخ ضیا الدین عبد القاہر سہروردی ہیں جنکے ظلِ عاطفت تیں آپ نے تعلیم و تربیت پائی نیز سرکار بغداد حضور غوث اعظم کی نگاہ شفقت و محبت نے بھی آپ کو پروان چڑھایا۔ آپ تمام علوم رائجہ دینیہ کی تکمیل سولہ ۱۶ سال کی عمر میں کر چکے تھے۔ شیخ کی پوری زندگی عبادات و ریاضات اور مجاہدات و خوارق سے بھری ہوئی ہے۔

سرکار بغداد کی دعا سے شیخ الشیوخ کی پیدائش

صبح کا سہانا وقت تھا سرکار بغداد اپنے حجرۂ مبارک میں اوراد و وظائف اور معمولات میں مشغول تھے۔ آپ کی زیارت کے شوق مند اور صاحب حاجت لوگوں کی در دولت پہ بھیڑ لگ چکی تھی۔ آپ حسب معمولات سے فارغ ہوئے اور حجرے کا دروازہ کھولا

تو ادب واحترام سے لوگ سرکار بغداد کے حضور حاضر ہو کر اپنی دکھ درد بیان کرنا شروع کیا۔ سرکار بغداد دعاؤں سے نوازتے اور زخموں پہ مرہم رکھتے جاتے۔ اسی درمیان میں ایک صالحہ وعابدہ خاتون اور ان کے شوہر حضرت شیخ عبداللہ صدیقی بھی تشریف لائے۔ شیخ عبداللہ تو روز آنہ سرکار بغداد کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ سرکار بغداد نے فرمایا۔ یہ نیک زوجہ کون ہیں۔ عرض کیا حضور کے اس خادم کی شریک زندگی ہیں۔

حضور غوث پاک نے فرمایا! اے شیخ محمد کتنی دفعہ اس صالحہ نے آپ کو پیغام دیا اور اولاد کیلئے دعا کی درخواست کی مگر آپ نے مجھ سے نہیں کہا شیخ ادب واحترام سے رونے لگے۔

حضرت غوث پاک نے مراقبہ الٰہی میں گردن جھکا دی اور تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا۔ اے عفیفہ! تمہیں مبارک ہو کہ پروردگار عالم نے میری دعا قبول فرمائی اور تم کو فرزند عطا فرمائے گا۔

یہ بشارت سنکر بیوی وشوہر خوشی خوشی گھر واپس ہوئے اور بفضل الٰہی اسی رات محترمہ حاملہ ہوئیں۔ نو ماہ گذر جانے کے بعد گھر میں بچی کی پیدائش ہوئی۔ دونوں خوشی سے جھوم اٹھے۔ سجدۂ شکر ادا کیا اور خیال آیا کہ بچی کی پیدائش کی اطلاع سرکار بغداد کو دی۔ طے یہ ہوا کہ نوزائیدہ بچی کو ساتھ لیکر حضرت کو ولادت کی خبر دی جائے۔ بچی کو گود میں لیکر بارگاہ غوث اعظم میں حاضر ہوئے اور ماں نے خوشی سے مچل کر کہا۔ حضور کی دعا سے مولیٰ تعالیٰ نے ہمیں یہ لڑکی عطا فرمائی ہے۔ حضور دعائیں فرمائیں اور نام تجویز فرمائیں۔

ارشاد ہوا۔ اے صالحہ! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میرے پاس لاؤ۔ بچی پیش ہوتی ہے مسکرا کر آپ فرماتے ہیں۔ بچی نہیں۔ بچہ ہے اور ہم نے اس کا نام شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رکھا ہے۔ اے اس بچے کے والدین تمہیں مبارک ہو کہ یہ بچہ اولیاء اللہ کی جماعت میں مرتبہ علیا پہ فائز ہوگا اس

کا علم وسیع اور عمر دراز ہوگی۔ اس کے موئے ابرو اور پستان دراز ہونگے۔
والدین نے بغور دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ جس بچی کو وہ لیکر حاضر ہوئے تھے واقعتہً وہ لڑکی نہیں بلکہ لڑکا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اپنی کرامت سے بچی کو بچہ بنا دیا تھا یہ غوث اعظم کے تصرف و اختیار کی بات ہے۔ اسی سے قارئین اندازہ لگالیں کہ پھر نبی کے تصرف و اختیار کا کیا حال ہوگا اور پھر جو افضل الانبیاء ہو، سید المرسلین ہو اس کا اختیار و علم کتنا وسیع ہوگا۔

سرکار بغداد کے پیشینگوئی کی تصدیق

جب آپ کی عمر بڑھنے لگی اور آپ جوان ہوئے تو آپ کی بھویں بھی بڑھنے لگیں اور اتنی لمبی ہوئیں کہ راستے میں آپ اپنی بھوئیں سر پر ڈال لیتے۔ اور پستان اتنے دراز ہوئے کہ حرکت سے آپ کے دوش مبارک تک پہونچ جاتی تھیں۔

علم کلام سے دلچسپی

بہجتہ الاسرار شریف میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ سردار سلسلہ سہروردیہ کا یہ واقعہ انھیں کی زبانی نقل فرمایا کہ آنجناب نے فرمایا کہ مجھے جوانی میں علم کلام کا بہت شوق تھا۔ میں نے اس کی کتابیں ازبر حفظ کر لی تھیں اور اس میں خوب ماہر ہوگیا تھا۔ میرے عم مکرم و پیر معظم سیدی نجیب الدین عبد القادر سہروردی مجھکو منع فرماتے تھے اور میں باز نہ آتا تھا۔ ایک روز مجھے ساتھ لیکر بارگاہ غوثیہ میں حاضر ہوئے اور مجھ سے فرمایا۔ اے عمر! ہم اسوقت اس کے حضور حاضر ہونے کو ہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ کیطرف سے خبر دیتا ہے دیکھو ان کے سامنے باحتیاط حاضر ہونا۔ ان کے دیدار سے برکت پاؤگے۔ جب ہم حاضر بارگاہ ہوئے، میرے پیر نے حضور سید غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اے میرے آقا! یہ میرا بھتیجا علم کلام میں آلودہ ہے میں منع کرتا ہوں نہیں مانتا حضور نے

مجھ سے فرمایا۔ اے عمر! تم نے علم کلام میں کون کون سی کتابیں حفظ کی ہیں۔ میں نے عرض کی۔ فلاں فلاں کتابیں۔ پھر حضور نے دست مبارک میرے سینے پر پھیرا۔ خدا کی قسم ہاتھ نہ ہٹانے پائے تھے کہ مجھے ان کتابوں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا۔ اور ان کے تمام مطالب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلا دیئے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے فوراً میرے سینے میں یہ علم لدنی بھر دیا۔ میں حضور کے پاس سے حکمت الٰہی کا گویا ہو کر اٹھا اور حضور نے مجھ سے فرمایا کہ ملک عراق میں سب سے پچھلے نامور تم ہو گے یعنی تمہارے بعد عراق میں پھر کوئی اس درجۂ شہرت کو نہ پہونچے گا۔

پھر اسکے بعد امام شیخ الشیوخ نے فرمایا حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ بادشاہ طریق ہیں اور تمام عالم میں یقیناً تصرف فرمانے والے رضی اللہ عنہ

آپ کی کرامت

آپ کے جلیل القدر و عظیم المرتبت خلیفہ حضرت شیخ نجم الدین سہروردی نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا کہ۔

میں شیخ کی خانقاہ کے قریب ہی چلہ کر رہا تھا۔ عالم رویا میں دیکھا کہ حضرت شیخ الشیوخ ایک پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے گرداگرد جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ پہاڑ کے دامن میں مخلوق کی ایک بھیڑ ہے۔ اور حضرت اپنے دونوں سے وہ جواہرات مخلوق پر نچھاور کر رہے ہیں۔ لوٹنے والے دامنوں اور جھولیوں میں جواہرات بھر رہے ہیں لیکن جواہرات کے ڈھیر میں بجائے کمی کے اور زیادتی ہوتی جا رہی ہے۔

اور ان کا بیان ہے کہ جب میں اعتکاف سے فارغ ہو کر حاضر بارگاہ ہوا تو اس واقعہ کا تذکرہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت نے فرمایا نجم الدین! جو واقعہ تم نے دیکھا ہے بالکل حقیقت ہے اور یہ حقیقت اس شفقت بے نہایت کا ثمرہ ہے جو حضرت غوث الاعظم محبوب ربانی محی الدین عبدالقادر

جیلانی کی ہمارے حال پر ہے۔ حضرت شیخ نے بیشمار لوگوں کو راہ راست پر لگاکر خدا تک پہونچادیا۔ آپ کو سماع کا شوق نہ تھا۔

(تاریخ الاولیاء)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ

سرزمین ہند کو جن بزرگوں نے اپنے قدم ناز سے عزت و حرمت بخشی اور جن کے فیض روحانی کا دریا رواں دواں ہوا جس سے دور دور تک لوگ سیراب ہوکر واصل الی اللہ ہوئے اور آج تک جن کے فیض باطنی کا سمندر موجزن ہے ان میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کا نام نامی اسم گرامی بھی سرفہرست ہے۔

ولادت و تعلیم و تربیت

خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی ۵۶۵ھ میں قلعہ کوٹ کرور (ملتان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں قرآن کریم قرأت سبعہ کے ساتھ حفظ فرمالیا۔ خراسان و بخارا میں اکابر علمائے دین سے علوم دین کی تکمیل فرمائی اور بہت سے اولیاء و مشائخ عظام سے اکتساب فیض کیا۔ بعدہٗ حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے۔

پانچ سال حرم نبوی میں حاضر باش ہوکر مولانا کمال الدین محمد یمنی محدث سے علم حدیث پڑھکر سند فضیلت حاصل کی۔ بعدہٗ بیت المقدس حاضر ہوکر انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارات کی زیارت سے شرفیاب ہوکر

بغداد مقدس تشریف لائے۔ بغداد میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی زیارت و بیعت سے مستفید ہوئے اور ۱۸ روزہ قیام کیا۔ ایک رات شیخ مذکور کی خانقاہ میں عالم رویا میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک وسیع ایوان میں تخت پر جلوہ افروز نظر آئے۔ حضور کے طرف حضرت شیخ شہاب الدین کھڑے ہیں۔ اسی مکان میں ایک کھونٹی پر چند نفیس خرقے آویزاں تھے۔ سرکار نے ارشاد فرمایا۔ شہاب الدین! بہاء الدین زکریا ملتانی کو لاؤ۔ شیخ نے بہاؤالدین کا ہاتھ پکڑ کر حضور کی قدمبوسی کیلئے پیش فرمایا۔ حضور نے فرمایا شہاب الدین! ان خرقوں میں سے کوئی خرقہ بہاء الدین کو پہنائیے۔ شیخ نے اپنے دست اقدس سے حضرت خواجہ کو ایک خرقہ پہنا دیا۔

خواجہ صاحب صبح کو معمول کے مطابق بیدار ہو گئے تو دیکھا کہ وہی مکاں ہے جو خواب میں دیکھا تھا اور اسی طرح کھونٹی پر چند خرقے بھی آویزاں نظر آئے۔ حضرت شیخ نے وہی خرقہ جو خواب میں دیکھا تھا اپنے دست مبارک سے خواجہ صاحب کو پہنا کر فرمایا۔ یہ خرقے حضور کی امانت ہیں جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں پہنا دیتا ہوں۔ حضور کی منشاء کے بغیر میری کیا مجال ہے کہ کسی کو خرقے دے سکوں۔

شیخ کی خانقاہ میں بہت سے اولیاء اللہ عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں مشغول تھے سب کو رشک ہوا کہ ہم ایک مدت سے خانقاہ میں ہیں۔ حضرت شیخ نے ہم پر نظر کرم نہیں فرمائی۔ یہ ہندوستانی بزرگ بے حد خوش نصیب ہیں کہ دو ہفتے بعد انہیں خرقۂ خلافت مل گیا۔

حضرت شیخ نے ایسے تمام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ تم لوگوں کی مثال گیلی لکڑی کی ہے۔ بہاء الدین خشک لکڑی کی مانند ہے۔ عشق الٰہی کی آگ دہکائی گئی تو بھڑک اٹھی۔ تم لوگوں میں ابھی آتش محبت سے بھڑک اٹھنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی۔

ملتان میں آمد

خواجہ صاحب بغداد شریف سے ملتان کی قطبیت پر فائز ہو کر تشریف لائے۔ مخلوق خدا ہدایت حاصل کرنے کیلئے اطراف سے جمع ہوگئی۔ اور ملتان میں روحانی فیوض و برکات کا سمندر موجزن ہوگیا۔

جس وقت حضرت خواجہ ملتان تشریف لائے۔ وہاں کے اکابر کو خواجہ صاحب کی تشریف آوری گراں گذری۔ زبان سے تو کچھ نہ کہہ سکے البتہ ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا آپ کی خدمت میں بھیجا جس کا مطلب یہ تھا کہ شہر ملتان پہلے ہی سے خاصانِ خدا کا مسکن ہے۔ اب یہاں کسی نو وارد کی گنجائش نہیں ہے۔ دودھ کے پیالے کیطرح یہ شہر بزرگانِ دین سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کو نورِ باطن سے مشائخِ ملتان کے مفہوم کا انکشاف ہوگیا تو آپ نے دودھ کے پیالے پر ایک گلاب کا پھول رکھ کر واپس کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ میرا وجود ملتان میں گلاب کے پھول کے مثال ہے میں کسی پر بار نہیں ہوں۔

کرامات

آپ سے بیشمار کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک روز حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی خانقاہ میں مشغول عبادت و ریاضت تھے۔ گرمی کا سخت موسم تھا۔ آپ کو اپنے وطن بخارا کی سردی اور برف باری یاد آئی۔ بے ساختہ منہ سے نکلا ——

ملتان میں بخارا کی وہ خنکی اور ژالہ باری کہاں ؟ حضرت خواجہ صاحب پر مخدوم صاحب کے اضطراب قلب کا حال منکشف ہوگیا۔ حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ اور خادمانِ درگاہ کو حکم بھیجا کہ خانقاہ کی صحن سے چٹائیاں اٹھالو۔ جھاڑو دے کر صاف کرو۔ خدام نے تعمیل حکم کی۔ فوراً ہی آسمان پر بادل چھاگئے۔ اور ژالہ باری شروع ہوگئی۔ حضرت سید جلال الدین بخاری اور دیگر اولیاء کرام نے خوب لطف کے ساتھ سرد پانی پیا۔ یہ ژالہ باری صرف حدودِ خانقاہ تک محدود تھی۔ شہر میں بارش کی ایک بوند یا اولے کا ایک دانہ بھی نہیں گرا۔

(ماخوذ از قطب الدین بختیار کاکی)

(۲) ایک عورت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اولاد کیلئے درخواست پیش کی۔ آپ نے تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کیں تاکہ دیکھ سکیں کہ لوحِ محفوظ پر اس عورت کی قسمت میں اللہ نے کوئی بچہ لکھا ہے یا نہیں۔

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

آپ نے فرمایا۔ تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے عورت مایوس ہو کر واپس آرہی تھی کہ راستے میں عورت بہاء الحق زکریا کے پوتے شاہ رکن عالم صاحب نوری رحمۃ اللہ علیہ بچوں کیساتھ کھیل رہے تھے۔ بچپن کا زمانہ تھا۔ انہوں نے عورت کو روتے دیکھکر فرمایا تو کیوں روتی ہے۔ عورت نے کہا شہزادے تمہارے دادا جان کے پاس گئی تھی تاکہ اولاد کی دعا کرا سکوں مگر انہوں نے فرمایا ہے کہ تیرے قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد نہیں لکھی ہے۔ شاہ رکن عالم نے فرمایا۔ پھر تو نے کیا کہا۔ عورت بولی شہزادے میں کیا کہہ سکتی تھی۔ آپ نے فرمایا جواب تجھے میں سکھاؤں مگر دادا جان کے سامنے میرا نام مت لینا۔ آپ نے فرمایا جاکر یہ کہو کہ اگر قسمت میں لکھا ہوتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی یا نہ ہوتی مجھے مل ہی جاتا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا کیا فائدہ ہوا۔

وہ عورت پھر واپس آئی اور جو کچھ شہزادے نے سکھائی عرض کی۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔

"ابھی عمر چھوٹی ہے اور باتیں اونچی کرتا ہے۔" آپ نے عورت کو فرمایا۔ کل آنا۔ آج رات میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کروں گا اور جب صبح عورت آئی تو آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے ایک بیٹا دیا۔ "دو دے"، "تین دے"، "چار دے"، "پانچ دے"، "چھ دے"، "سات دے"۔ اس عورت کو اللہ نے سات بیٹے دے۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

وصال بابا فرید الدین گنج شکر کا حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ گہرا رشتہ، تعلق و مودت تھا۔ بابا صاحب اجودھن میں ذکر مراقبہ میں مشغول تھے۔ یکایک آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب دیر ہو گئی تو خلفاء بیحد پریشان ہوئے۔ حضرت قطب الاقطاب کا خرقۂ ارادت ڈالا گیا تو دیر بعد ہوش آیا۔ تو فرمایا۔ میرے بھائی خواجہ بہاء الدین کا وصال ہو گیا ہے۔ خواجہ صاحب کی وفات ۷، ار صفر سنہ ۶۶۶ھ ہے۔ مزار پاک ملتان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

نام ———— علی

مولد ———— غزنی کا ایک محلہ جو ہجویر کے نام سے موسوم ہے۔ اسی میں سنہ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔

والد ———— حضرت عثمان

کنیت ———— ابوالحسن

لقب ———— داتا گنج بخش

وجہ تسمیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ جب

لاہور میں تشریف لائے تو آپ کے مزار مبارک پر اعتکاف فرمایا۔ چلتے وقت حضرت خواجہ غریب نواز نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

اسی روز سے آپ داتا گنج بخش مشہور ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے علوم ظاہر کی تکمیل کی فراغت کے بعد علوم باطنی کیطرف توجہ فرمائی یہاں تک کہ علوم باطنی میں آپ سلطان الحقیقت اور گنج حقیقت ہو گئے۔

بیعت و خلافت

آپ کے پیر و مرشد حضرت شیخ ابوالفضل حسن فلتلی ہیں۔ آپ نے خراسان ماوراء النہر مرد آذربائیجان وغیرہ بہت سے ملک و شہر کی سیر و سیاحت فرمائی اور بہت سے بزرگوں سے ملے اور ان سے فیض باطنی حاصل کیا۔ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی، شیخ ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابوالقاسم قشیری کے روحانی فیوض سے بھی مالامال ہوئے۔

لاہور میں آمد

ایک رات آپ نے خواب میں اپنے پیر و مرشد کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔

"کہ تم کو لاہور کا قطب بنایا گیا ہے۔ لاہور تمہارے سپرد کیا گیا۔ لاہور جاؤ۔"

آپ نے خواب ہی میں عرض کیا۔ لاہور میں تو پہلے ہی سے خواجہ حسن زنجانی تشریف فرما ہیں۔ لہٰذا میرا لاہور جانا کیا کچھ کارآمد ہو سکتا ہے؟

پیر و مرشد کا صرف ایک جواب تھا۔ بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ تم لاہور جلد روانہ ہو جاؤ۔ حکم پاتے ہی لاہور روانہ ہو گئے اور سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ہمراہ شیخ احمد بجاوری سرخسی اور شیخ ابوسعید ہجویری کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔

نماز جنازے کی ادائیگی

جب آپ لاہور پہنچے تو رات ہو چکی تھی اسلئے شہر کے باہر ہی قیام فرمایا۔ صبح شہر میں داخل ہوئے تو ایک جنازہ آتے دیکھکر لوگوں سے پوچھا معلوم ہوا یہ شیخ حسن زنجانی کا جنازہ ہے۔ حسن کا گذشتہ شب انتقال ہوا تھا۔ جنازے کی نماز آپ نے پڑھائی۔

لاہور میں سکونت

آپ نے لاہور میں سکونت اختیار کی اور تعلیم و تربیت و رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ جسوقت آپ لاہور وارد ہوئے، وہاں عجیب انتشار تھا۔ لاہور وہ شہر تھا جس پر سبکتگین اور اس کے بعد محمود غزنوی نے یکے بعد دیگرے کئی حملے کئے۔ سلطان محمود کے بعد ان کا فرزند لاہور کا حکمراں بنا مگر راجہ جے پال کے بیٹے نے جسکا نام آنند پال تھا حملہ کر کے مسعود سے حکومت چھین لی اور جوشِ انتقام میں مسلمانوں کا اس نے قتل عام شروع کر دیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس دور میں لاہور کے ایک محلے سے مسلمانوں کی دو ہزار لاشیں اٹھائی گئیں۔

ہندوؤں میں جوش غضب تھا۔ وہ غزنوی خاندان کے زوردار حملوں کو اپنی آن پر ایک کاری ضرب سمجھتے تھے۔ اسلئے وہ اپنے زعم میں مسلمان اور اسلام کا نام و نشان ختم کر دینا چاہتے تھے۔ یہ ماحول اور ایسے ہی ماحول میں حضرت داتا گنج بخش صاحب کو لاہور میں ٹھہرنے کے احکام جاری ہوئے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو ہندو اس سرزمین پر مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ تبلیغ اسلام کی کوششوں کو کیسے گوارا کرتے اسوقت تلوار سے جہاد کرنا آسان تھا مگر ہندوؤں کو اسلام کیطرف بلانا اور ان کے دلوں میں انقلاب لانا یہ معرکہ شمشیر و سنان سے بھی زیادہ مشکل تھا۔

تبلیغ

جب آپ نے تبلیغ شروع کی تو بے پناہ مصیبتوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چونکہ لاہور میں بدھ مت ہندو دھرم کے ایک ذیلی فرقے کی حیثیت سے رائج تھا اور مہاتما بدھ مورتی پوجا کا مرکز بن چکے تھے سلطان

العارفین نے شرک کے اس مرکز میں وحدانیت کی شمع روشن کی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس چراغ کے آگے سیکڑوں چراغ اور روشن ہوئے۔ یہاں تک کہ شمالی ہند کے وسیع و عریض علاقے میں لاہور روشنی کا شہر بن گیا۔ یہی مرکز ہدایت تھا جس نے اسلام کی نشریات کے لازوال کارنامے انجام دیئے۔ حضرت داتا گنج بخش زندہ رہے تو خدا کا نشان بن کر زندہ رہے اور فوت ہوئے تو ان کا مزار پاک بھی فیض کا دریا ثابت ہوا۔

آپ کا عظیم کارنامہ

آپ جب اپنے وطن عزیز سے چلے تو آپ کے پاس سیم و زر کا انبار نہ تھا، ہیرا و جواہرات کا خزانہ تھا کہ ان سے مرعوب ہو کر کفار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کے پاس تلوار نہ تھی کہ کسی کو ڈرا دھمکا کر اپنے زیر کیا ہو مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس کے باوجود قلیل عرصہ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں غیر مسلم آپ کی سعی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

وہ کام جو سبکتگین کے حملے نہ کر سکے جس کی تکمیل محمود غزنوی جیسے باحوصلہ انسان کی شمشیر خارا شگاف نہ کر سکی اُسے حضرت داتا گنج بخش کے عمل کے جاذبیت کے وار کی پختگی اور زبان کی شیرینی نے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔

کتنے احمق ہیں وہ لوگ جو آج بھی جہالت کے اس عمیق غار میں پھنسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ اسلام ان ہی جیسے بزرگان دین کے اوصاف جمیلہ کی وجہ سے پھلا پھولا ہے جو اجنبی و غریب وطن تھے اور اپنے وطن سے سیکڑوں میل دور ناموافق حالات میں حق کی شمع روشن کئے ہوئے تھے۔

غلط فہمی کا ازالہ

عام خیال یہ ہے کہ گنج بخش کا لقب سرکار سنجر حضرت غریب نواز کا عطا کردہ ہے مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ لقب آپ کی زندگی ہی میں مشہور ہو چکا تھا اور اکثر لوگ حضرت کے سامنے گنج بخش کہا کرتے تھے خود "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں۔ اے علی ہجویری خلقت تجھے گنج بخش کہتی ہے حالانکہ گنج بخش اور رنج بخش تو صرف خدا کی ذات ہے۔ گنج بخش سے کوئی یہ دھوکہ نہ

کھاے کہ شاید آپ کے پاس سیم و زر کے انبار تھے جنھیں آپ تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اصل میں حضرت علی ہجویری جس خزانے کو لٹاتے تھے وہ علم و عمل اور رشد و ہدایت کا خزانہ تھا۔

کرامت

لاہور میں آکر حضرت داتا گنج بخش نے ایک مسجد کی تعمیر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ سے اس موقع پر ایک کرامت ظاہر ہوئی۔

اولیاء اللہ کی یہ ہی کرامت کیا کم ہوتی ہے کہ ان کی پوری زندگی اسلامی احکام کے مطابق بسر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔ ایک شخص دس سال تک آپ کی خدمت میں رہا مگر آپ سے کوئی کرامت نہ دیکھکر عرض کی۔ حضور اتنی مدت سے میں آپ کے پاس ہوں مگر آج تک کوئی کرامت آپ سے صادر ہوتے نہ دیکھی۔ حضرت جنید نے فرمایا

کیا تم نے اس مدت میں کوئی کام خلاف شرع سرزد ہوتے دیکھا ہے یا کوئی ایسا عمل دیکھا ہے جو سنت رسول کے مطابق نہ ہو۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ تو اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اولیاء اللہ کی کرامتوں کے بارے میں اصولی نقطۂ نظر تو یہ ہے لیکن کبھی کبھی ان بزرگوں سے ایسے واقعات بھی ظاہر ہوتے ہیں جن کی توجیہ اہل ظاہر کے عقل میں نہیں آتی۔ حضرت داتا گنج بخش کو اللہ تعالیٰ نے اس کرامت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ مسجد کے متعلق جس کرامت کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کی نوعیت یہ ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کی تعمیر کردہ مسجد پر علماء کرام کو اعتراض تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ رُخ خانہ کعبہ کیطرف نہیں ہے۔ آپ کو علماء کے اس پروپگنڈے کی اطلاع ملی تو انھیں بلا بھیجا۔ نماز کے بعد آپ نے انھیں دالان میں کھڑا کیا اور فرمایا۔ دیکھو مسجد کا رُخ درست ہے یا نہیں۔ حضرت کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ علمائے لاہور اور کعبہ کے درمیان تمام پردے حکم الٰہی سے اٹھا دیے گئے اور تمام حاضرین نے خانہ کعبہ کی اپنی آنکھوں سے زیارت کی۔ مسجد کا رُخ ٹھیک خانہ کعبہ کیطرف تھا۔

یہ آپ کی کرامت تھی لیکن آپ کی دراصل کرامت یہ تھی کہ آپ نے اسلام کی تبلیغ کی اور اپنے موثر کلام دلگداز انداز تبلیغ بے باکی اور بے خوفی اور عمل پیہم سے ہزارہا دلوں کے ظلماتی حجاب ہٹا کر انھیں نور اسلام سے روشن کر دیا اور وہ لوگ جن کے جسموں پر محمود غزنوی کی تلوار کے لگائے ہوئے زخم سے خون رِس رہا تھا ان کے دلوں میں محمود غزنوی سمیت تمام اہل ایمان کیلئے محبت پیدا کر دی۔

سیرت آپ قطب زمانہ تھے۔ ذکر و فکر، مراقبہ و محاسبہ اور عبادت و ریاضت میں مستغرق آپکی ذات والاصفات سے بہت سے بندگان خدا کو فیض پہنچا۔ آپکے تصرفات بے شمار ہیں۔

ذوق علمی آپ ایک متبحر عالم دین بھی تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ مثلاً منہاج الدین۔ البیان لاھل العیان۔ اسرار الخرق والموئنات۔ کشف الاسرار الرعایۃ لحقوق کشف المحجوب۔ یہ کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں۔

وصال آپ نے ۴۶۵ھ میں وصال فرمایا۔ بعض نے ۴۵۶ھ لکھا ہے۔

مزار مبارک لاہور میں سرچشمۂ فیوض و برکات ہے۔

(ماخوذ از صفات الکاملین)

—

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عثمان ہارونی
رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ــــــــــ ۵۲۶ھ قصبہ ہارون ضلع نیشاپور

وصال ــــــــــ ۵ شوال المکرم ۶۰۷ھ مزار مبارک مکہ معظمہ میں ہے۔

خواجہ عثمان ہارونی

سلسلۂ چشتیہ کے اکابر متقدمین میں سے ہیں اور سرزمین ہند کے روحانی تاجدار سرکار خواجہ غریب نواز کے مرشد کامل اور شیخ طریقت ہیں سرکار غریب نواز کی عظمت شان کو دیکھتے ہوئے ان کے سرتاج کامل کی عظمت کا اندازہ لگانا آسان ہے۔

خواجہ عثمان ہارونی کا سلسلۂ نسب گیارہ واسطوں سے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے

تعلیم و تربیت ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ رہ کر حاصل کی۔ کم عمری میں کلام پاک حفظ کر لیا تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد شوق عبادت بڑھا اور کمال باطنی کیطرف متوجہ ہوئے تو قطب وقت اور بلند پایہ بزرگ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ تیس سال تک ریاضت شاقہ اور مجاہدۂ نفس کے بعد کمال باطن حاصل کئے اور سلوک

کی منزلیں طے کیں۔

صوفیائے اکرام کا بیان ہے کہ آپ نے اپنی عمر کے ستّر سال کثرتِ مجاہدات وریاضات میں گذارے۔ روزہ رکھنا آپ کا معمول تھا۔ چار پانچ روز تک کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب کھاتے تو بہت کم کھاتے۔ آپ کو کشف ارواح پر خاص عبور تھا۔ جس پر نظر پڑتی تھی صاحب کرامت ہو جاتا تھا۔

خلفاء آپ کے مریدین کی تعداد بکثرت ہیں۔ خرقہ خلافت آپنے صرف چار بزرگوں کو مرحمت فرمایا تھا۔ جنکے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت خواجہ معین الدین چشتی (۲) حضرت شیخ نجم الدین صفری (۳) حضرت شیخ سعدی لنکوجی (۴) شیخ محمد ترک الیمن سب سے زیادہ خواجہ غریب نواز پہ نظر تھی اور ان کی مریدی کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔

"معین الدین حسن محبوب حق ہے"۔

کرامت یوں تو آپ کی کرامات سے کتابیں مملو ہیں۔ ایک کرامت انتہائی مشہور ہے جو حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ آپ کا گذر ایسے مقام پر ہوا جہاں ایک بہت بڑا آتشکدہ تھا۔ یہ بڑا ہی پر فضا مقام تھا۔ آپنے قریب ہی قیام فرمایا۔ آپ روزے سے تھے۔ خدام نے افطار و کھانے کا انتظام کیا۔ ایک خادم آگ لینے کیلئے آتشکدہ کیطرف بڑھا ایک آتش پرست نے مسلمان کو قریب دیکھ کر روک دیا۔ خادم واپس آگیا اور پورا واقعہ عرض کیا۔ خواجہ ہارونی نے فوراً وضو فرمایا اور آتشکدہ پہونچ کر اس کے متولی سے قریب ہی ایک بچہ اپنے گود میں لئے بیٹھا تھا مخاطب کر کے فرمایا۔ تم لوگ آگ کی پوجا کیوں کرتے ہو۔ اس کی پرستش کیوں نہیں کرتے جس نے آگ کو پیدا کیا۔ متولی آتشکدہ نے جواب دیا۔ آتش پرستی ہماری نجات کا باعث ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے ہم محفوظ و مامون رہیں گے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ تمہارے عقیدے کا ہم اس وقت اعتراف کریں گے کہ تم اپنا ہاتھ آگ میں ڈالو اور ہاتھ آگ میں نہ جل سکے۔ متولی اس

سوال کا جواب دینے سے عاجز رہا۔ حضرت خواجہ نے اسکو خاموشی کے عالم میں پاکر اس کے گود سے بچہ لیا اور قُلنا یا نارُ کُونِی بَرداً وسلاماً علیٰ ابراھیمؑ پڑھتے ہوئے، آگ میں داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گئے، اور کچھ دیر بعد صحیح وسالم مع بچے کے آگ سے نکل آئے، اور دونوں میں سے کوئی بھی آگ سے متاثر نہ ہوا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے یہ حیرت انگیز کرامت دیکھکر مسلمان ہو گئے، اسمیں آتشکدہ کا متولی بھی شامل تھا وہی لوگ جو آتش پرست تھے حلقہ بگوش اسلام ہو کر انہوں نے آتشکدہ کو مسمار کر کے عالیشان مسجد تعمیر کی۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں سے ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ارشاداتِ عالیہ

جو شخص ان تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے ۔۔۔
(۱) موت (۲) درویشی (۳) فاقہ ۔۔۔۔ فرشتے اسکو دوست رکھتے ہیں۔ اور اسکے لیے بہشت میں جگہ مقرر کر دی جاتی ہے۔

(۲) قرآن مجید کو بار بار پڑھنا چاہیے۔ یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے اور دوزخ کی آگ کیلئے بمنزلہ پردہ کے ہے۔

(۳) ایمان ننگا ہے اور اس کا لباس پرہیز گاری ہے۔

(۴) آخری زمانہ میں امیر لوگ زبردست ہو جائیں گے اور عالم لوگ عاجز۔ اس زمانہ میں حق تعالیٰ خلقت پر سے اپنی برکت اٹھائے گا، شہر ویران ہو جائیں گے۔ دین میں فساد واقع ہو گا۔

(۵) حضرت ابراہیم ادہم نے فرمایا کہ ایک درہم صدقہ دینا ایک سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے جسمیں دن کو روزہ رکھا جائے، اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کی جائے۔

(۶) لڑکیاں خدا کا ہدیہ ہیں جو شخص ان کو خوش رکھتا ہے خدا اور رسول اس سے خوش ہوتے ہیں۔

عطائے رسول
خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی
رضی اللہ عنہ

نام ——— معین الدین حسن

ولادت ——— موضع سنجر شہر خراسان میں ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے

مخصوص خطابات ——— نائب رسول فی الہند، سلطان الہند، عطائے رسول، غریب نواز، ہند الولی، خواجۂ خواجگان، خواجۂ اجمیر، سلطان سنجر

وصال ——— ۶ رجب ۶۳۳ھ

مدفن ——— اجمیر شریف

والد ماجد ——— حضرت سید غیاث الدین حسن

والدہ محترمہ ——— بی بی ام الورع
(مگر بی بی ماہ نور مشہور تھیں)

ولادت | سلطان الہند عطاء رسول خواجہ خواجگان حضرت معین الدین حسن چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

موضع سنجر خراسان ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ سنجر قندہار سے پورب جانب ۱۲ گھنٹے کے راستے میں واقع ہے۔ یہ گاؤں اب تک موجود ہے۔ اسی کو سجستان بھی کہتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت غیاث الدین حسن ہے۔ یہ آٹھویں پشت میں عارف حق حضرت موسیٰ کاظم علیہ الرحمۃ کے پوتے ہوتے ہیں۔

والدہ محترمہ کا نام بی بی ام الورع ہے اور بی بی ماہ نور سے مشہور تھیں جو چند واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ اس لئے آپ والدہ کی طرف سے حسینی اور والد کی طرف سے حسنی سید ہیں۔

آپ کی والدہ کا بیان ہے کہ جس وقت میرا نور نظر لخت جگر میرے شکم میں آیا میرا سارا گھر خیر و برکت سے معمور ہو گیا۔ ہمارے دشمن بھی شفقت و محبت سے پیش آنے لگے۔ کبھی کبھی مجھے بہترین خواب نظر آتے اور جس وقت سے میرے رب نے آپ کے جسم اطہر میں جان ڈالی تو اس وقت سے معمول ہو گیا تھا کہ آدھی رات سے صبح تک میرے شکم سے تسبیح و تہلیل کی آواز آتی تھی میں اس مبارک آواز میں گم ہو جایا کرتی تھی۔ جب آپ کی ولادت ہوئی میرا گھر نور سے بھر گیا۔

والد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب اسطرح ہے

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی بن خواجہ غیاث الدین بن خواجہ نجم الدین طاہر بن خواجہ سید ابراہیم بن سید ادریس بن امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن سیدنا امام حسین بن امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ۔

نسب نامہ مادری یہ ہے

بی بی ام الورع بنت حضرت سید داؤد بن عبداللہ حنبل بن زاہد بن محمد موسیٰ بن سید عبداللہ محفی بن حسن مثنیٰ بن سدنا امام حسین بن امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم گھر پہ ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت غیاث الدین حسن ایک بڑے جید عالم تھے۔
خواجہ صاحب نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ فرمالیا اور اس کے بعد سنجر کے ایک مکتب میں داخلہ ہوا۔ آپ نے یہاں ابتدائی طور سے تفسیر، فقہ اور حدیث کی تعلیم پائی اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ نے تمام علوم میں مہارت حاصل کر لیا۔

سیدنا غوث اعظم سے آپکا تعلق

مسالک السالکین ص۲/۲۷۱ سے پتہ چلتا ہے کہ خواجہ غریب نواز اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہما آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔
اور سیر الاقطاب ص۱۰۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ غریب نواز ایک رشتے سے حضرت غوث پاک کے ماموں ہوتے ہیں۔

خطابات و القاب

مخصوص اور مشہور خطاب یہ ہیں: نائب رسول فی الہند، سلطان الہند، عطائے رسول، غریب نواز، ہند الولی، خواجہ خواجگان، خواجۂ اجمیر، سلطان سنجر۔

اور القاب یہ ہیں:۔ قدوۃ الاولیاء، مخزن معرفت، دلیل العارفین، برہان الواصلین، تاج العاشقین، سید العابدین، تاج المقربین، سلطان العارفین، قطب دوران، معین الملت والدین، امام شریعت و طریقت

واقف اسرار صوری و معنوی، معین الحق۔

والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا

سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں اپنے والد کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ ابھی آپ کی عمر ۱۵ سال بھی نہ ہوئی تھی کہ والد جاں بحق ہو گئے۔ والد کا وصال شعبان المکرم ۵۴۴ھ میں ہوا۔ (سیر العارفین ص ۵)

والد کے ترکہ میں سے حضرت خواجہ کو ایک پن چکی اور ایک باغ۔ یہ دو چیزیں ملیں جس کی آمدنی سے آپ گذر اوقات فرماتے۔

ایک مجذوب نے زندگی میں انقلاب ڈالدیا

سرکار خواجہ اپنے باغ کی دیکھ بھال خود فرماتے تھے۔

ایک دن اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے کہ اچانک ایک مجذوب حضرت ابراہیم قندوزی باغ میں داخل ہوگئے۔ خواجہ بزرگ کو بچپن ہی سے صوفیوں اور درویشوں سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ اس لئے نہایت ہی خنداں لبی سے ان کا استقبال کیا اور بہت ہی منکسر المزاجی سے پیش آئے، اور انگور کا ایک خوشہ توڑ کر حضرت ابراہیم کے حضور پیش کیا۔ حضرت ابراہیم تو سمجھ ہی رہے تھے کہ جس کو رہنما کی تلاش ہے جو ان کو حق تک پہونچادے اور آپ اچھی طرح جان رہے تھے کہ آج کا یہ انوکھا باغبان کل تک لوگوں کے دلوں کی باغبانی کرے گا اور جانے کتنوں کی روحانی پیاس بجھائے گا اور لاکھوں کو مے توحید کا متوالا بنادے گا اور جو بھی اس کی ایک نظر سے جام پی لے گا وہ عشق الٰہی میں سرمست ہو جائے گا۔

اسلئے آپ نے کھل کا ایک ٹکڑا نکالا اور اس کو چبا کر حضرت خواجہ کو عنایت فرما دیا۔ اب کیا تھا۔ کھاتے ہی دل کی دنیا بدل گئی۔ حجابات اٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔

حضرت ابراہیم تو تشریف لیگئے لیکن سیدنا خواجہ غریب نواز نے اپنا باغ

فروخت کر کے فقرا و مساکین میں تقسیم فرمادیا اور خود تلاش حق کیلئے چل پڑے۔

حق کی تلاش

آپ سب سے پہلے خراسان تشریف لائے۔ بعدہٗ سمرقند و بخارا کی سفر فرمائی۔ آخر الذکر دونوں مقامات میں ۵۴۴ھ سے ۵۵۰ھ تک علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ بغداد، سمرقند اور بخارا اسلامی علوم و فنون کے مرکز تھے۔

مولانا حسام الدین بخاری اور صاحب شرع الاسلام مولانا اشرف الدین جیسی مشہور اور جلیل القدر ہستیوں سے حضرت خواجہ نے علم حاصل کیا۔

(احسن المیر ص ۱۳۴)

روانگی حرمین شریفین

بغداد مقدس سے آپ حرمین طیبین تشریف لے گئے۔ یہ سفر آپ نے ۵۵۱ھ میں کیا۔

مرشدِ کامل کی خدمت میں

قریہ ہارون ایک چھوٹی سی بستی تھی لیکن خدا کی شان کہ یہ چھوٹی سی بستی نور و نکہت میں بسی ہوئی تھی۔

وہاں ایک عاشق رسول حضرت خواجہ عثمان ہارونی رونق افروز تھے اور تمام بستی خیر و برکت سے معمور تھی۔

حضرت عثمان مشائخ کبار میں سے تھے اور آپ کا فیض دور دور تک جاری تھا۔ متلاشیان حق اور حاجت مندان گوہر مراد سے اپنا دامن بھر لیتے تھے۔

جس وقت خواجہ بزرگ کی نظر اپنے شیخ کامل پر پڑی ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ انھیں آب چشمۂ آب بقا مل گیا تھا۔

حضرت خواجہ نے خواجہ عثمان ہارونی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

حضرت خواجہ مرید ہونے کا واقعہ خود ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :-

"میں ایک صحبت میں جسمیں جلیل القدر بزرگ جمع تھے نہایت ادب سے حاضر ہوا اور سر نیاز زمین ادب پر جھکا دیا۔ حضور نے حکم فرمایا۔

"دو رکعت نماز ادا کرو" ـــ میں نے تعمیل حکم کی پھر حکم ہوا۔ "روبقبلہ بیٹھ جاؤ"۔ میں ادب سے روبقبلہ بیٹھ گیا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ "سورہ بقرہ کی تلاوت کرو"۔ میں نے ادب کے ساتھ تلاوت کی۔ پھر حکم ہوا۔ "ساٹھ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو"۔ میں نے پڑھا۔ پھر حضور والا نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کیطرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور زبان مبارک سے یہ ارشاد فرمایا:۔

"میں نے تجھے خدا تک پہونچا دیا"۔ ان تمام جملہ امور کے بعد حضرت شیخ نے ایک خاص قسم کی ٹوپی میرے سر پر رکھی جو کلاہ چہار ترکی کہلاتی ہے۔ اور جبّہ مبارک مجھے پہنا دیا۔ پھر فرمایا۔ "بیٹھ جاؤ"۔ میں فوراً بیٹھ گیا اور پھر حکم ہوا۔ "ہزار بار سورہ اخلاص پڑھو"۔ جب میں اس سے فارغ ہوا تو فرمایا۔ "ہمارے مشائخ کے یہاں صرف ایک دن رات کا مجاہدہ ہے۔ اسلئے رجاؤ۔ ایک دن رات کا مجاہدہ کرو"۔ یہ حکم سن کر میں نے ایک دن رات پوری عبادت الٰہی اور نماز میں گزار دی۔ دوسرے دن خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی دولت حاصل کی اور اور حکم کے مطابق بیٹھ گیا۔

ارشاد فرمایا۔ "اِدھر دیکھو"۔ آسمان کیطرف اشارہ کر کے۔ میں نے آسمان کیطرف نظر اٹھائی۔ آپ نے دریافت فرمایا۔

کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ عرش معلّٰی تک۔ پھر ارشاد ہوا۔ "نیچے دیکھو"۔ میں نے نیچے دیکھا تو پھر وہی فرمایا۔ "کہاں تک دیکھتا ہے؟" میں نے عرض کیا۔ تحت الثریٰ تک پھر حکم ہوا۔ ہزار بار سورہ اخلاص پڑھو"۔ میں نے حکم کی تعمیل کی تو پھر حضرت نے ارشاد فرمایا۔ "آسمان کیطرف دیکھو"۔ میں نے عرض کیا۔ حجاب عظمت تک صاف نظر آرہا ہے۔ فرمایا "آنکھیں بند کرو"۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر حکم دیا۔ "کھول دو"۔ میں نے آنکھیں کھولدیں۔ اس کے بعد آپ نے دو انگلیاں میرے سامنے کیں اور دریافت فرمایا۔ کیا دکھائی دیتا ہے؟" میں نے عرض کیا۔ اٹھارہ ہزار عالم میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جب میری

زبان سے یہ جملہ ادا ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ "پس اب تیرا کام ہو گیا"۔

فائدہ:۔ یہ تو ایک ولی کے علم کا حال ہے تو پھر نبی کے علم کا حال کا کیا ہوگا۔ اور کیا دنیا خواجہ عثمان ہارونی کے ان دو انگلیوں کا جواب دے سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ تو نبی کے پنجاب رحمت کا جواب دنیا کہاں سے لا سکو گی۔

انگلیاں تھیں فیض پر ٹوٹی پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

بعد ازاں ایک اینٹ کی طرف جو سامنے پڑی تھی اشارہ کر کے فرمایا۔

"اسکو اٹھا"۔

میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے سے کچھ دینار نکلے جن کے متعلق حکم ہوا۔

"انھیں لے جا اور فقراء و مساکین میں تقسیم کر دے۔"

چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی اور خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ ارشاد ہوا۔ "چند روز ہمارے صحبت میں رہو"۔ عرض کیا حاضر ہوں۔

بیس سال تک پیر کامل کی خدمت میں

سیدنا خواجہ غریب نواز اب اپنے پیر و مرشد کے اس قدر معتقد اور شیدائی ہو گئے تھے کہ وقت سفر اور حضر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہتے۔ پیر کا بستر، توشہ، پانی کا مشکیزہ اور دیگر ضروری سامان اپنے سر اور کندھوں پر رکھ کر ہم سفر ہوتے تھے۔ کامل بیس سال تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت کر کے معرفت و حقیقت کی تمام منزلیں طے فرمالیں اور فقیری کے رموز و اسرار سے واقف ہو گئے۔

شجرۂ بیعت

پندرہ واسطوں سے امام الاولیاء حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ تک آپکا شجرہ ملتا ہے۔

معین الدین از خواجہ عثمان ہارونی از حاجی شریف زندنی چشتی از قطب الدین

مودود چشتی از خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی از خواجہ ابو محمد چشتی از خواجہ ابدال چشتی از خواجہ ابو اسحاق چشتی از خواجہ ممشاد علاد ینوری از شیخ امین الدین بصری از شیخ سدید الدین حذیفۃ المرعشی از سلطان ابراہیم ادہم بلخی از خواجہ فضیل بن عیاض از خواجہ عبدالواحد بن زید از حضرت حسن بصری از شہنشاد ولایت حضرت علی (رضی اللہ عنہ)

چشتی کی وجہ تسمیہ

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی بیعت کرنے کی غرض سے خواجہ ممشاد علاد ینوری نے آپ کو بیعت ارادت سے مشرف کرنے کے بعد فرمایا۔

تیرا نام کیا ہے؟ عرض کیا۔ اس عاجز کو ابو اسحاق کہتے ہیں۔ یہ سن کر خواجہ ممشاد علاد ینوری نے فرمایا۔ " آج سے ہم تجھے ابو اسحاق چشتی کہیں گے اور جو تیرے سلسلۂ ارادت میں قیامت تک داخل ہوگا وہ چشتی کہلائے گا۔

ابو اسحاق شامی اپنے پیر کے فرمان کے مطابق " چشت " میں تشریف لاکر رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ خواجہ معین الدین کے پیران عظام میں سے ہیں اس وجہ سے حضرت خواجہ بھی چشتی مشہور ہوئے۔

(احسن السیر و مسالک السالکین)

پیر و مرشد کیساتھ حرمین کی حاضری

خواجہ خواجگان حضرت معین الدین حسن سنجری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

بعد ازاں میں چند روز پیر و مرشد کی خدمت میں رہا۔ پیر حضرت نے اس دعا گو کو ساتھ لیکر خانہ کعبہ کا سفر اختیار کیا۔ الحاصل ایک شہر میں پہونچے یہاں ایک جماعت درویشوں کی دیکھی جو شراب عشق الٰہی میں سرشار عالم سکر و حیرت میں از خود رفتہ تھی۔ چند دن اُن کی صحبت میں رہنا ہوا مگر وہ حضرات عالم صحو میں نہ آئے۔

(انیس الارواح)

بعدازاں مکہ معظمہ کی راہ لی۔ مکہ مکرمہ پہونچ کر زیارت وطواف خانہ کعبہ سے مشرف ہوئے۔

حضرت خواجہ فرماتے ہیں :۔

پیرومرشد نے یہاں بھی میرا ہاتھ پکڑا۔ اور حق تعالیٰ کے سپرد کیا اور زیر ناؤدان خانہ کعبہ دعاگو ہوئے۔ مناجات کی ندا آئی "ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔"

لبعدازاں مدینہ منورہ آئے، اور حرم نبوی میں حاضری دی۔ مجھ سے فرمایا۔ "سلام کرو"۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آواز آئی، علیکم السلام یا قطب المشائخ بحر وبحر (یہاں سے نبی کی حیات کا مسئلہ حل ہوگیا) اگر نبی مرکر معاذ اللہ مٹی میں مل گئے ہوتے جیساکہ فرقہ باطلہ کا عقیدہ ہے تو جواب ناممکن تھا۔ حدیث شریف میں ہے۔ ان اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حیٌ یرزق یعنی (بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کردیا ہے کہ وہ کھائے تو اللہ کا نبی زندہ ہے اور رزق دیا جاتا ہے)

یہ آواز سنکر مرشد نے فرمایا۔ اب تو درجہ کمال کو پہونچ گیا۔ اسکے بعد آپ اپنے پیر کے ہمراہ بخارا الشریف لے گئے، وہ بخارا کے صدر المشائخ سے ملے جن کے بارے میں خواجہ بزرگ فرماتے ہیں۔ یہ بزرگ دوسرے عالم میں تھے۔ ان کی تعریف وتوصیف حدِّ بیان سے باہر ہے۔

سیلوستان میں آمد

اس سفر کے بارے میں حضرت خواجہ فرماتے ہیں۔ ایک وقت خواجہ عثمانی ہارونی کے ہمراہ سیلوستان کے سفر میں تھا۔ یہاں صومعہ (گرجا گھر) میں ایک بزرگ تھے ان بزرگ کا نام صدرالدین محمد سیلوستانی تھا۔ بڑے مشغول بزرگ تھے چند دن ان کے پاس رہنا ہوا۔ جو شخص ان کے صومعہ میں آتا محروم نہ جاتا۔ عالم غیب سے کوئی نہ کوئی چیز لاکر دیتے اور کہتے۔ اس درویش کو ایمان کی سلامتی کی دعا

سے یاد کرو کیونکہ اگر گور میں اپنا ایمان سلامت لے گیا تو بڑا کام کیا"۔ یہ بزرگ جب ہیبت گور کا تذکرہ سنتے تو مثل بید کے کانپنے لگتے۔ آنکھوں سے خون کے آنسو پانی کے چشمے کیطرح جاری ہو جاتے۔ سات دن تک روتے رہتے اور اپنی آنکھیں ہوا میں کھول کر کھڑے ہو جاتے۔ ہمیں ان کے رونے سے رونا آجاتا اور کہتے یہ کیسا بزرگ ہے۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف منہ کر کے کہتے۔" اے عزیزان! مجھے مرگ درپیش ہے جس کا ملک الموت حریف ہو اور قیامت جیسا دن پیش نظر ہو اس کو سونے اور خوش دلی اور خندگی سے کیا کام اور کیسے کسی کام میں مشغول ہونا اچھا معلوم ہو۔

(دلیل العارفین)

پھر انہوں نے فرمایا

اے عزیزاں! اگر تمہیں مٹی کے نیچے سونے والے جو اسیر مور و مار ہیں اور زندان خاک میں محبوس ہیں کا حال ذرہ بھر معلوم ہو جائے تو نمک کیطرح پانی ہو جاؤ۔

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان کی

ایک وقت میں نے بصرہ میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ یہ بہت مشغول تھے۔ میں اور وہ بزرگ گورستان میں ایک قبر کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ بزرگ صاحب کشف تھے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ اس قبر کے مردے پر سخت عذاب ہو رہا ہے۔ یہ دیکھکر وہ بزرگ نعرہ مار کر واصل بحق ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں مثل نمک کے پگھل کر پانی ہو کر ناپید ہو گئے۔ جیسا خوف میں نے ان بزرگ میں دیکھا ویسا نہ آج تک کسی میں دیکھا نہ سنا۔ پھر فرمایا۔ میں ہیبت گور کیوجہ سے گوشۂ تنہائی میں ہوں۔ تم سے آج تیس ۳۰ سال کے بعد گفتگو کی ہے اور یہ حکایت بیان کی ہے۔

حکایت بیان کی ہے۔

"پس اے عزیزان! مخلوق کے ساتھ وقت گذارنے سے یادِ حق میں وقت صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ جتنی دیر لوگ خلق میں مشغول رہتے ہیں خدا سے باز رہتے ہیں۔ پس صحبتِ خلق سے باز رہنا چاہیئے اور زادِ راہ کا انتظام کرنا چاہیئے۔ ہم سب کو وہ دن درپیش ہے۔ ایمان سلامت لے جانا چاہیئے" یہ کہکر دو خرمے میرے (خواجہ غریب نواز) ہاتھ میں دئے اور اٹھ کر چلے گئے۔ ان پر گریہ طاری ہوا اور عالمِ تحیّر میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد خواجہ غریب نواز اپنے پیر کے ہمراہ دمشق اور سنجار ہوتے ہوئے بغداد پہونچے۔ جس کو خود خواجہ کی زبان میں سنیئے۔

بعد ازاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ بغداد واپس تشریف لاکر معتکف ہو گئے اور دعاگو سے ارشاد فرمایا۔ "اس مقام سے چند روز تک باہر نہ آؤں گا مگر تو چاشت کے وقت آیا کر کہ تجھ سے ترغیب فقر بیان کروں تاکہ مریدوں اور فرزندوں کیلئے میرے بعد یادگار ہو"۔ یہ فقیر روزانہ حاضرِ خدمت ہوتا رہا۔ جو کچھ مرشد کی زبانِ فیض ترجمان سے سنتا قلمبند کر لیتا تھا۔" اس طرح خواجہ غریب نواز نے ایک رسالہ مرتب کیا جو اٹھائیس مجلسوں پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کا نام "انیس الارواح" رکھا۔

پیرو مرشد سے رخصت ہونا

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ اپنے پیر کامل خواجہ عثمان ہارونی سے بغداد میں رخصت ہوئے۔ اوش ہوتے ہوئے اصفہان پہونچکر ولی کامل شیخ محمود اصفہانی سے ملے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو مرید کیا۔ اصفہان سے مکہ مکرمہ پہونچے۔ ساتھ میں مخلص خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بھی تھے۔ حج ادا فرمایا اور مدینہ منورہ پہونچے۔

مژدہ جان فزا

انیس بیکساں چارہ ساز دردمنداں رحمت

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربار سے بشارت ہوئی۔ اے معین الدین! تو میرے دین کا معین ہے۔ میں نے ہندوستان کی ولایت تجھکو عطا کی تو اجمیر جا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کا ایک انار عطا فرمایا۔ حضرت خواجہ بصد احترام وادب روضۂ پاک سے باہر نکلے۔ آپ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ جب وجدانی کیفیت نے قلب کو سکون بخشا تو فرمان رسالت یاد آیا مگر متحیر تھے کہ ہندوستان کدھر ہے اور کہاں؟ ـــــ اس فکر میں تھے کہ شام ہو گئی۔ سورج ڈوب گیا۔ بعد نماز عشاء آنکھ لگی اور آپ سو گئے۔ عالم خواب میں تمام ہندوستان کا نقشہ اور اجمیر کا منظر آپ کے سامنے تھا۔ جب آنکھ کھلی سجدہ شکر ادا کیا اور روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر تحفۂ درود وسلام پیش کر کے ہندوستان کیجانب روانہ ہو گئے۔

دوبارہ پیر و مرشد کی بارگاہ میں

بارگاہ رسالت سے رخصت حاصل کرکے خواجہ غریب نواز واپس بغداد شریف پہونچے۔ ان دنوں آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی بھی بغداد میں قیام پذیر تھے۔ خدمت میں حاضر ہو کر خواجہ بزرگ نے ارشاد نبوی سے مطلع فرمایا۔ فرط مسرت سے آپ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ کھیلنے لگی اور آپ نے فرمایا۔ اب ہم معتکف ہوتے ہیں اور حجرے سے باہر نہیں آئیں گے۔ ملاقات کے آخری روز حضرت شیخ خواجہ صاحب کو اپنا عصائے مبارک، مصلیٰ، خرقۂ عظمیٰ عطا فرمایا۔ نیز وہ تمام تبرکات مصطفوی جو خاندان چشت میں سلسلہ بہ سلسلہ اب تک چلے آرہے تھے۔ آپ کو سپرد کر کے فرمایا لیجئے یہ میری یادگار ہیں۔ ان کو اپنے پاس بحفاظت رکھنا جسطرح میں نے رکھا اور تم جسکو اہل سمجھنا دینا۔ فرزند! خلف وہی ہے جو اپنے پیر کے ارشادات کو اپنے ہوش گوش میں جگہ دے اور اس پہ عمل کرے۔ یہ کہکر آپنے اپنے مرید حضرت خواجہ معین الدین کو رخصت فرمایا اور خود عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔

پیر و مرشد سے رخصت ہو کر بغداد سے روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر

میں بدخشاں، ہرات اور سبزوار بھی گئے۔ بلخ سے گذرتے ہوئے آپنے ولی کامل شیخ احمد خضرویہ علیہ الرحمہ کی مقدس خانقاہ میں چند روز قیام فرمایا۔ حضرت خواجہ کی عادت کریمہ تھی کہ سفر میں اپنے ساتھ تیر و کمان چقماق اور نمکدان ضرور رکھتے تھے تاکہ کسی طرح تکلیف نہ ہو۔ جب بھوک زیادہ لگتی جنگل سے کوئی پرند شکار کر کے طعام فرما لیتے۔ ایک دن آپ نے ایک کلنگ کا شکار کر کے خادم کو ذبح کر کے دیدیا تاکہ بھون لے اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ جہاں آپ نماز پڑھ رہے تھے اسکے قریب ہی ایک مشہور فلسفی اور حکیم کی رہائش گاہ تھی۔ ان کا مکتب جاری تھا اور حصول تعلیم کیلئے دور دراز سے طلباء آتے رہتے تھے۔ ان حکیم صاحب کا نام ضیاالدین تھا۔ انھیں اپنے علم فلسفہ پر بڑا ناز تھا۔ اسی لیئے اولیاءاللہ کا ذکر بڑے مضحکہ خیز انداز میں کیا کرتے تھے جس کا لوگوں پر بڑا اثر پڑتا تھا۔ جہاں خواجہ صاحب نماز پڑھ رہے تھے وہاں سے حکیم گذرا۔ جونہی حضرت خواجہ پر نظر پڑی ٹھٹھک کر رہ گیا۔ جب خواجہ صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے آپ کی پیشانی میں کچھ ایسا جلوہ دیکھا کہ فلسفہ و حکمت کی تمام باتیں بھول گیا اور سلام کر کے ادب سے بیٹھ گیا۔ اتنے میں خادم نے کلنگ بھون کر پیش کیا۔ حضرت خواجہ نے از راہ کرم اس کی ایک ٹانگ حکیم صاحب کو دی اور دوسری ران کا گوشت خود تناول فرمانے لگے۔ باقی خادم کے حوالے کر دیا۔

حکیم ضیاءالدین نے ابھی پہلا ہی لقمہ کھایا تھا کہ باطل کا پردہ چاک ہو گیا اور حقیقت معرفت کے آئینے سامنے آگئے۔ عقل و فلسفہ کے سبب جو بڑے خیالات انکے دماغ میں بھرے ہوئے تھے سب نکل گئے۔ قلب پہ ایسا خوف طاری ہوا کہ بے ہوش ہو گئے۔ خواجہ صاحب نے ایک لقمہ ان کے منھ میں ڈال دیا۔ جونہی یہ لقمہ حلق سے نیچے اترا ہوش میں آگئے۔ اپنے گذشتہ خیالات پہ نادم ہوئے اور اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ حضرت خواجہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ جب خواجہ صاحب بدخشاں پہونچے تو وہاں ان کی

ملاقات ایک معمر بزرگ سے ہوئی جن کی عمر ایکسو چالیس[۱۴۰] سال تھی اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ اور ایک پیر کٹا ہوا تھا۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ مجاہدہ نفسانی میں مشغول تھا کہ ایک دن خواہش نفسانی نے مجبور کیا اور یہ پاؤں جو کٹا ہوا ہے آگے بڑھایا ہی تھا کہ غیب سے ندا آئی۔
اے مدعی! یہی وعدہ تھا جو فراموش کر دیا۔ بس یہ آواز سنکر بے قرار ہوگیا اور اس پاؤں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ اس واقعے کو چالیس سال گذر چکے ہیں لیکن یہ خیال دل میں بار بار آتا ہے کہ کل قیامت کے دن درویشوں کے سامنے کیا منھ دکھاؤں گا۔ اس کے بعد ہرات پہونچ کر خواجہ غریب نواز حضرت عبید اللہ انصاری کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ اس مزار مبارک پر ہیبت خداوندی کا نزول تھا۔ اسلئے آپ بہت محتاط رہتے تھے۔ وہاں آپ نے کافی عرصہ مجاہدۂ نفس میں گذارا۔ رات بھر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے اور اکثر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے۔ جب ہرات میں آپ کی شہرت بڑھ گئی اور لوگ جوق در جوق حاضر ہونے لگے تو آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور سیدھے ہندوستان کیطرف چل پڑے۔

ہندوستان میں خواجہ صاحب کی تشریف آوری

سبزوار سے روانہ ہوکر آپ غزنی پہونچے۔ سلطان المشائخ شیخ عبد الواحد سے ملاقات فرمائی۔ آپ کے ساتھ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت محمد یادگار، اور حضرت خواجہ فخر الدین گردیزی بھی تھے۔ اللہ والوں کا یہ نورانی قافلہ ہندوستان کی سرحدی علاقہ پنجاب میں داخل ہوا جس وقت حضرت خواجہ ہندوستان میں داخل ہوئے سلطان شہاب الدین محمد غوری اور اس کی فوج پرتھوی راج سے شکست کھاکر غزنی کیطرف واپس بھاگ رہے تھے۔ ان لوگوں نے خواجہ صاحب

کو منع بھی کیا کہ مسلمان کے بادشاہ کو شکست ہو گئی ہے اسلیئے اسوقت جانا مناسب نہیں ہے لیکن ان حضرات نے جواب دیا کہ تم تلوار کے بھروسے پر گئے تھے اور ہم اللہ کے بھروسے پر جا رہے ہیں۔ اسطرح یہ قافلہ قلعہ شادماں اور ملتان ہوتا ہوا دریائے راوی کے کنارے جا پہونچا۔

لاہور میں حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار پر انوار پر قیام فرما کر برکات اور فیوض باطنی حاصل کیا اور بوقت رخصت یہ شعر پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

وہاں سے روانہ ہو کر بٹالہ ہوتے ہوئے آپ دہلی تشریف لائے۔ پہونچکر راجہ کھانڈے راؤ کے محل کے سامنے تھوڑا فاصلے پہ رشد و ہدایت کا کام شروع کر دیا۔ آپ کا انداز تبلیغ اتنا دلکش اور ذات اتنی پرکشش تھی کہ آپ کے پاس آنے والوں میں اکثر لوگ آپ کے دست حق پرست پہ ایمان لے آتے۔ دھیرے دھیرے مسلمانوں کی تعداد بڑھنی شروع ہو گئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں دہلی میں اسلام کے فروغ سے تہلکہ مچ گیا۔ معززین شہر کا ایک گروہ حاکم شہر کے پاس پہونچا اور عرض کی۔ ان مسلمانوں کی آمد کیوجہ سے ہمارے دیوتا ناراض ہو گئے ہیں۔ اگر فوراً انھیں یہاں سے نہ نکالا گیا تو ڈر ہے کہ دیوتاؤں کا قہر سلطنت کی تباہی کا سبب نہ بن جائے۔ اور کھانڈے راؤ نے حکم جاری کیا کہ ان فقیروں کو دہلی سے فوراً نکال دیا جائے۔ لیکن اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی کیونکہ حکومت کے لوگ جب عملی کارروائی کرنے آپ کے پاس آتے تو آپ کے حسن اخلاق، اعلیٰ کردار اور حق بیانی سے متاثر ہو کر قبول اسلام کر لیتے۔ کھانڈے راؤ نے ایک بدمعاش کو لالچ دے کر تیار کیا کہ وہ معتقد بن کر جائے اور قتل کر دے۔

چنانچہ وہ شخص عقیدت مند بن کر حاضر ہوا۔ آپ پر اسکی آمد کا حال منکشف ہوگیا اور آپ نے فرمایا۔ اس عقیدت مندی سے کیا فائدہ جس کام کیلئے آیا ہے وہ کیوں نہیں کرتا۔ یہ سنکر اس کے بدن میں لرزہ پڑ گیا اور خنجر زمین پر آگرا اور وہ شخص بھی آپ کے دامن سے وابستہ ہوکر مسلمان ہوگیا۔ جب حضرت خواجہ نے دیکھا کہ دہلی میں کافی تعداد میں مسلمان ہوچکے ہیں تو آپ نے خلیفۂ اکبر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو رشد و ہدایت کیلئے وہاں چھوڑا اور خود مع اپنے چالیس جانثاروں کے اجمیر کیلئے روانہ ہوگئے۔ اس سفر میں بھی اجمیر پہونچتے پہونچتے سیکڑوں آدمی آپ کے دست حق پرست پر ایمان لائے۔

اجمیر پہونچ کر ایک درخت کے نیچے آپ نے قیام فرمایا۔ درخت سایہ دار تھا۔ ابھی آپ بیٹھے ہی تھے کہ چند ساربانوں نے آکر منع کیا۔ اور کہا۔ یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت سی جگہیں ہیں اونٹ کہیں بھی بیٹھائے جا سکتے ہیں لیکن ساربان تشدد پر اتر آئے۔ حضرت خواجہ یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوئے لو بابا ہم یہاں سے اٹھے جاتے ہیں۔ تمہارے اونٹ ہی بیٹھے رہیں۔ وہاں سے اُٹھ کر آپ اپنے مریدوں کے ساتھ انا ساگر کے قریب پہاڑی پر ٹھہر گئے۔ دوسرے دن ساربانوں نے لاکھ کوشش کی مگر اونٹ کھڑے نہ ہو سکے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے زمین نے انھیں پکڑ لیا ہو۔ ساربان سخت پریشان ہوئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو مجبوراً راجہ پرتھوی راج کے دربار میں حاضر ہوئے۔ جب ان کی زبانی اس نے یہ عجیب و غریب واقعہ سنا تو حیرت میں پڑ گیا۔ ناچار اس نے حکم دیا۔ جاؤ اس فقیر سے معافی مانگو جس کی بد دعا کا یہ نتیجہ ہے۔ ساربانوں نے جا کر عاجزی و انکساری سے معافی مانگی۔ آپ نے کمال مہربانی فرمایا۔ جاؤ خدا کی مہربانی سے تمہارے اونٹ کھڑے

ہو جائیں گے۔ ساربانوں نے واپس آکر دیکھا تو سب کے سب اونٹ کھڑے تھے۔ ان کے خوشی اور تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس واقعے سے آپ اندازہ لگائیں کہ اولیاء کرام کتنا بااختیار ہوتے ہیں اور ولی کو جب اتنا اختیار ہے تو پھر نبی کو کتنا اختیار ہوگا۔ لہٰذا جو کہے کہ جنکا نام محمد و علی ہے وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں وہ گمراہ ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز اور آپ کے مریدین روزانہ اناساگر میں وضو و غسل فرمایا کرتے تھے۔ گھاٹ کے قریب چونکہ مندر کی عمارتیں تھیں اسلئے پجاریوں کو یہ بات بہت ناگوار گذری۔ ایک دن خواجہ صاحب کے مریدین نہانے کیلئے اناساگر گئے تو پجاریوں نے انھیں روک دیا اور سختی پر اتر آئے۔ مریدین فریاد لیکر اپنے خواجہ کے پاس آئے۔ آپ نے تمام احوال سننے کے بعد ایک مرید کو حکم دیا۔ جاؤ کوزے میں تالاب کا پانی بھر لاؤ۔ اور جب وہ جانثار اناساگر پہونچا اور کوزہ تالاب میں ڈال کر نکالا تو اناساگر کا پورا پانی اس کوزے میں آگیا۔ مرید کوزہ لیکر آیا اور مرشد کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ جب تالاب سوکھنے کا علم ان برہمنوں کو ہوا تو ان کے ہوش اڑ گئے اور پورے شہر میں ایک کہرام سا مچ گیا۔ لوگ پانی کیلئے تڑپ اٹھے۔ یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ گھاٹ پر چند مسلمانوں کو زد و کوب کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کے گروہ نے یہ پانی غائب کر دیا ہے۔ معززین شہر کی ایک جماعت خواجہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور معافی کی خواستگار ہوئی۔ آپ نے بکمال مہربانی اس کوزے کا پانی تالاب میں ڈلوا دیا اور پورا تالاب حسب سابق پانی سے بھر گیا۔ اس واقعہ کو دیکھکر بہت لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور اجمیر شریف میں بڑی تیزی سے اسلام پھیلنے لگا۔ سچ ہے ؎

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی اک نگاہ میں ہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں سے ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

شادی دیو کا اسلام قبول کرنا

تمام پجاریوں کا سردار شادی دیو تھا۔ خواجہ بزرگ کے تشریف لانے سے جب اس نے مندر کی اور بت خانوں کی ویرانی دیکھی تو غصہ میں بھڑک گیا اور خواجہ صاحب کو تکلیف پہونچانا چاہا مگر جونہی اس مرد قلندر نے ایک نگاہ ڈالی شادی دیو اور اسکے ساتھی کانپ گئے اور قدموں پر گر کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس کا اسلامی نام سعد رکھا گیا۔

اجے پال جوگی سے مقابلہ

اسلام کی ترقی و عروج دیکھکر رائے پتھورا کو بڑی تشویش ہوگئی اور اس نے اسلام کی ترقی کو جادو سے روکنا چاہا۔ اپنے خاندانی گرو اجے پال کیطرف متوجہ ہوا۔ یہ ہندوستان کے سب سے باکمال اور مشہور جادوگروں میں سے تھا۔ اجمیر کے قریب ایک جنگل میں رہتا تھا۔ اجے پال کو بلاکر خواجہ صاحب کا سارا حال بتادیا۔ اجے پال ان کرامتوں کو معمولی سمجھا اور راجہ کو یقین دلادیا کہ وہ بہت جلد انھیں اجمیر سے نکال دیگا۔ مرگ چھالا پر بیٹھا اور اپنے تمام چیلوں کے ساتھ اناساگر روانہ ہوا جہاں خواجہ صاحب قیام فرما تھے۔ جادوگروں کا یہ لشکر اڑن شیروں پر سوار اور ہاتھوں میں اژدھے کا کوڑا لئے ہوئے چیختا چلاتا ہوا اناساگر کے قریب آپہونچا۔ کچھ تو مسلم رفقاء یہ منظر دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے لیکن خواجہ صاحب نے ایک حصار اپنی انگلی سے کھینچ کر فرمایا۔ اس کے اندر ہی رہنا باہر نہ جانا۔ محفوظ رہو گے۔ اجے پال اور اس کے ساتھیوں نے اپنے ہاتھ سے

اژدہے چھوڑ دے جو تیزی سے خواجہ صاحب کیطرف بڑھے مگر حصار تک پہونچکر سب کے سب جل گئے۔

اس ترکیب سے جب ناکام ہو گئے تو جادوگروں نے آگ برسانا شروع کر دیا مگر وہ آگ بھی خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کا کچھ نہ بگاڑ سکی بلکہ اُلٹے وہ آگ پلٹ کر انھیں کو جلانے لگی۔ جب یہ تدبیر ناکام ہو گئی تو اجے پال نے آسمان کیطرف اُڑکر فضا سے حملہ کرنا چاہا اور اس ارادے سے وہ آسمان کیطرف اُڑا۔ خواجہ صاحب کی نظر اس پر پڑی۔ فوراً آپنے اپنی جوتیوں کو اشارہ کیا کہ وہ اس بے دین کو نیچے اتار لائیں۔ جوتیاں اُڑیں اور آن کی آن میں اجے پال کے سر پر پہونچ کر تڑا تڑ پڑنے لگیں۔ وہ جوتیاں اسے نیچے اتار لائیں۔ اب اجے پال کے آنکھوں سے حجاب اُٹھ چکے تھے اور اس نے سمجھ لیا تھا کہ سحر بیکار ہے۔ آنکھوں میں اشک ندامت بھر لایا اور معافی چاہی۔ خواجہ صاحب نے معاف فرما دیا اور وہ صدق دل سے مسلمان ہو کر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ اس کے ساتھی بھی مسلمان ہو گئے اور جتنے لوگوں نے یہ واقعہ دیکھا سب اسلام میں داخل ہو گئے۔

اجے پال نے مسلمان ہونے کے بعد عرض کیا کہ حضور اپنے مدارج اعلیٰ سے آگاہ فرمائیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا آنکھیں بند کرو۔ آنکھیں بند کرتے ہی اس نے دیکھا کہ تمام حجابات اُٹھنے لگے۔ عالم برزخ۔ بام ہائے فلک حتیٰ کہ عرش اعظم تک کی سیر کرا دی۔ جب اس کی طبیعت سیر ہو گئی تو حکم دیا۔ انھیں کھولو۔ آنکھیں کھول کر حضور کے قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے شفقت فرما کر اٹھایا اور اتنا کرم فرمایا کہ اس کو اولیاء کاملین کے درجہ تک پہونچا دیا۔ اب ایک اور التجا پیش کی۔ انھوں نے حیات ابدی طلب کی۔ حضور نے تبسم فرما کر بارگاہ رب العالمین میں عرض گذاری جس پر اُسے شرف قبولیت سے نوازا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ زندہ ہیں اور بھولے بھٹکے مسافروں کو راستہ بتاتے

ہیں۔ اجمیر اور گرد و نواح کے لوگ انھیں عبداللہ بیابانی کے نام سے پکارتے ہیں۔
اس واقعے کے بعد سے راجہ آپ کا بے حد دشمن ہوگیا تھا۔

خواجہ صاحب نے شہر میں قیام فرمانے کے بعد پرتھوی راج کو اسلام کی دعوت دی۔ راجہ پرتھوی راج نے قبول نہ کی۔ جب خواجہ صاحب سے اس کے انکار کا ذکر کیا گیا تو آپ کو سخت افسوس ہوا اور مراقبہ کے بعد فرمایا۔ اگر یہ بدبخت ایمان نہ لایا تو میں اس کو اسلام کے لشکر کے حوالے زندہ گرفتار کرادوں گا۔

(سیر الاقطاب، خزینۃ الاصفیاء)

پرتھوی راج کا غریب نواز سے کشمکش

جس وقت حضرت خواجہ اجمیر میں رونق افروز ہوئے تھے راجہ اور اس کے درباریوں کو سخت ناگواری تھی۔ سب چاہتے تھے کہ وہ اجمیر سے چلے جائیں۔ خواجہ صاحب کا ایک مرید پرتھوی راج کے یہاں ملازم تھا۔ راجہ نے اس کو تکلیف پہونچانا شروع کردیا۔ اس مرید نے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ بڑے مرید نواز تھے۔ آپ نے راجہ سے اس کی سفارش کی راجہ نے خواجہ صاحب کی بات نہ مانی اور بولا۔ یہ شخص یہاں آکر غیب کی باتیں بیان کرتا ہے۔ جب یہ بات خواجہ صاحب کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا ——

"ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کرکے لشکر اسلام کے حوالے کردیا۔"

(سیر الاولیاء)

اور ایسا ہی ہوا بھی جیسا اگلے صفحات سے آپ اندازہ فرمائیں گے۔

شہاب الدین غوری کو بشارت

شہاب الدین غوری نے خراسان میں خواب دیکھا کہ ایک بزرگ اس کو تسلی دے رہے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں۔ خدائے تعالےٰ نے ہندوستان کی

سلطانی تجھے بخشی۔ جلد اس کی طرف متوجہ ہوا اور راجہ پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کر کے سزا دے۔ جب شہاب الدین نے علماء و فضلاء سے یہ خواب بیان کیا۔ سب نے تعریف کی اور کہا یہ خواب فتح و کامرانی کا مژدہ ہے۔

(سیر الاقطاب)

معرکۂ جنگ

ترائن کی پہلی لڑائی ۱۱۹۱ء میں ہوئی تھی۔ شہاب الدین زخمی ہوا اور شکست کھا کر غزنین واپس چلا گیا۔

اس شکست کا اسے بڑا قلق تھا۔ اس نے عہد کیا کہ جب تک فتح نہ حاصل کر لے گا چین سے نہ بیٹھے گا۔ غزنین پہونچ کر وہ دن رات لشکر جمع کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ اس نے شکست کے بعد محل سرائے میں بستر پر سونا ترک کر دیا تھا۔ انتقام کی آگ اس کے سینے میں بھڑک رہی تھی۔ اس نے ایک لشکر عظیم جمع کیا اور بغیر کسی کو بتائے ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔ چلتے چلتے ملتان میں شہاب الدین نے دربار منعقد کیا۔ سب امیروں اور سرداروں کو بلایا۔ ان کی خطا معاف کی۔ پھر ان سے مخاطب ہو کر کہا ——

"اے مسلمانو! سال گذشتہ اسلام کے دامن پر جو بدنما داغ لگا اس کا تدارک ہر مسلمان پر واجب ہے۔ سب نے ایک زبان ہو کر شہاب الدین غوری کی آواز پر لبیک کہا اور پوری پوری امداد و معاونت کا وعدہ کیا۔ سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر سلطان کو یقین دلایا کہ وہ اپنے ارادے سے ہٹنے والے نہیں۔ شہاب الدین غوری اس عہد و پیمان کے بعد ملتان سے روانہ ہو کر لاہور پہونچا۔ لاہور پہونچ کر اس نے رکن الدین حمزہ کو مع اپنے پیغام کے راجہ پرتھوی راج کے پاس اجمیر روانہ کیا پیغام یہ تھا۔ "اطاعت قبول کرو ورنہ لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ۔" راجہ کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ بہادری پر گھمنڈ تھا۔ شجاعت پہ ناز تھا۔ راجپوتوں کی وفاداری اور راجاؤں کی امداد پر کامل اعتقاد تھا۔ اپنی فوج اور اپنے ہاتھیوں پر زعم تھا۔ اسی غرور و پندار کی بنا پر راجہ پرتھوی

نے شہاب الدین کو حسب ذیل جواب دیا۔ یہ جواب بزبان فارسی تھا یہاں صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے ______

" ہماری بے شمار فوج کی تیاری اور اس کا جوش و خروش تم کو معلوم ہوگا۔ ہر روز اطراف ہند سے لشکر برابر پہونچ رہے ہیں۔ اگر اپنے پر تم کو رحم نہیں آتا تو اپنی نامراد فوج ہی پر رحم کھاؤ اور اپنے آنے سے پشیمان ہو کر لوٹ جاؤ۔ ورنہ اس کے لئے آمادہ و تیار ہو جاؤ کہ تین ہزار سے زائد صف شکن ہاتھی اور بے شمار پیادے اور تیر انداز کل کے روز تمہارے لشکر پر حملہ آور ہونگے اور تم کو میدان جنگ میں فیل مات دی جائے گی۔ ہاتھیوں سے تمہاری فوج کو کچل دیا جائے گا۔

پرتھوی راج کو اپنے فتح و کامرانی کا پورا یقین تھا۔ راجہ اپنے ساتھ تین ہزار ہاتھی، تین لاکھ سوار اور بے شمار پیدل لیکر چلا۔ ڈیڑھ سو راجاؤں کی فوجیں شامل تھیں۔ سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ ایک لاکھ سوار پیدل ہزار کا لشکر تھا۔ دونوں فوجوں نے سرسوتی دریا کے پار مورچے لگائے۔

شہاب الدین نے یہ عقلمندی کی تھی کہ اس نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک حصے کا سپہ سالار مقرر کر کے باری باری لڑنے کا حکم دیا۔ راجہ پرتھوی راج کی فوج بڑی بہادری سے لڑ رہی تھی۔ بہادر راجپوت انتہائی بہادری سے لڑے۔ معرکۂ جنگ و جدل بہت دیر تک ہوتا رہا۔ دوپہر کا وقت ہوا۔ راجہ پرتھوی راج ڈیڑھ سو راجاؤں کو لیکر ایک پیڑ کے نیچے فروکش ہوا۔ سب نے یہ طے کیا کہ اب یا تو فتح یا تو موت۔ ان سب نے تلوار پر ہاتھ رکھ کر قسمیں کھائیں۔ شربت کا ایک ایک پیالہ پیا۔ پان کا بیڑا چبایا۔ تلسی کی پتی زبان پر رکھا۔ کیسر کا ٹیکہ ماتھے پر لگایا اور تازہ دم ہو کر میدان جنگ میں آئے۔ اب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ شہاب الدین کو خواب کی بشارت یاد آئی جس نے اس کی ہمت باندھی۔ اب اس کی سمجھ میں یہ تدبیر آئی کہ اپنے

خاص جوانوں کا تازہ دم دستہ میدان جنگ میں بھیجا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جانباز جوانوں کا یہ دستہ زندگی کو ہتھیلی پر رکھکر میدان جنگ میں داخل ہوا۔ راجہ کی فوج لڑتے لڑتے تھک چکی تھی۔ اس کے لئے تازہ دم لشکر سے مقابلہ بجد دشوار تھا۔ کھانڈے راؤ مع اپنے معاونین اور بہت سے راجاؤں کے مارا گیا۔ پرتھوی راج کی فوج میں ہل چل مچ گئی۔

ابھی تھوڑا دن باقی تھا کہ شہاب الدین کی فوج غالب اور راجہ پرتھوی راج کی فوج مغلوب ہوئی۔ ترائن کی یہ لڑائی ۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء میں فیصلہ کن تھی۔ شہاب الدین کو فتح اور راجہ پرتھوی راج کو شکست ہوئی۔ راجہ پرتھوی راج نے بھاگنا چاہا لیکن وہ دریائے سرسوتی کے کنارے گرفتار ہوا اور تہ تیغ کیا گیا۔ (تاریخ فرشتہ)

شہاب الدین غوری غریب نواز کی بارگاہ میں

جسوقت شہاب الدین اجمیر میں داخل ہوا شام ہو چکی تھی۔ مغرب کا وقت تھا۔ اتنے میں اس نے اذان کی آواز سنی۔ اذان کی آواز سنکر اسے سخت تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ ایک فقیر کچھ دنوں سے تشریف لائے ہیں۔ یہ آواز وہیں سے آرہی ہے۔ شہاب الدین فوراً وہاں پہونچا۔ جماعت کھڑی ہوئی تھی۔ خواجہ صاحب امامت فرمارہے تھے۔ شہاب الدین بھی جماعت میں شامل ہو گیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد شہاب الدین کی نظر خواجہ صاحب پر پڑی۔ یہ دیکھ کر اُسکے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جنھوں نے اس کو فتح وظفر کی بشارت دی تھی۔ شہاب الدین آگے بڑھا اور غریب نواز کے قدموں پر گر پڑا۔ بہت دیر تک روتا رہا پھر مؤدب ہو کر خواجہ صاحب کی بارگاہ میں عرض داشت کی کہ اُسے داخل سلسلہ فرمالیں۔ خواجہ صاحب نے

از راہ عنایت اسکی درخواست منظور فرمائی اور اسکو داخل سلسلہ فرمالیا۔ کچھ دن اجمیر میں قیام کرکے شہاب الدین دہلی آیا۔ دہلی کے حاکم نے تحائف پیش کئے۔ شہاب الدین غوری قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نائب مقرر کرکے ہندوستان سے واپس چلا گیا۔"

سید حسین شہدی کی شہادت

حضرت سید حسین شہدی حضرت امام زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا لقب "جنگ سوار" ہے۔ شہاب الدین غوری کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ سلطان قطب الدین ایبک نے آپ کو اجمیر کا گورنر مقرر کیا۔ آپ پر راجپوتوں نے رات کے وقت اچانک تارا گڈھ پر حملہ کر دیا۔ آپ شہید ہوگئے۔ تارا گڈھ پر آپ کا مزار ہے۔ تاریخ شہادت ۵۹۸ھ یا ۵۹۲ھ یا ۶۱۰ھ ہے۔

دہلی میں تشریف آوری

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر مقیم تھے۔ تبلیغ و ہدایت میں مشغول تھے۔ کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا دہلی سے ایک عریضہ ملا جس میں انہوں نے اجمیر آنے اور قدمبوسی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ جس کے جواب میں خواجہ صاحب نے لکھا ہم خود دہلی آئیں گے اور خواجہ صاحب خود دہلی تشریف لے گئے۔ قطب الدین صاحب کی خانقاہ میں قیام کیا۔ سلطان شمس الدین التمش کو جو اطلاع ملی تو خواجہ صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر گلہائے عقیدت پیش کئے۔ امراء، علماء، مشائخ، عوام و خواص سب ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کے فیوض و برکات سے مالامال ہوئے۔

بابا فریدالدین گنج شکر

بابا فریدالدین گنجشکر دہلی میں تھے چلہ میں بیٹھے تھے۔ جب خواجہ صاحب کو معلوم ہوا چلے میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت خواجہ صاحب نے بابا فرید کیلئے دعا فرمائی۔

"خدایا۔ ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش کے مرتبہ پہ پہونچا۔"
غیب سے ندا آئی۔ ہم نے فرید کو قبول کیا۔ وہ وحید عصر ہوگا۔

پیرومرشد سے شرف ملاقات

حضرت خواجہ صاحب کے پیرومرشد خواجہ عثمان ہارونی نے ۶۱۱ھ میں دہلی کو زینت بخشی۔ خواجہ صاحب اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں حاضر رہے اور پیر کی صحبت میں رہ کر مرشد کی تربیت وتلقین سے مستفید ہوئے۔ سلطان شمس الدین التمش کو طالب صادق اور انسان کامل پاکر حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق سلطان شمس الدین کی استقامت وتربیت کیلئے ایک کتاب ترتیب دی جس کا نام "گنج اسرار" رکھا۔ اسی زمانہ میں حضرت شیخ سعدی مصنف "گلستان وبوستاں" بھی دہلی تشریف لائے۔ اور دونوں بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ حضور خواجہ صاحب کچھ دنوں اور دہلی میں قیام فرماکر اجمیر واپس آئے۔ اور رشد وہدایت میں مشغول ہوگئے۔ اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ بھی دہلی تشریف لے گئے۔

کسان کی سفارش کیلئے دہلی جانا

حضرت خواجہ صاحب دوسری بار سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں ۶۳۱ھ میں دہلی تشریف لیگئے۔ ایک کسان استمراری یا معیادی فرمان چاہتا تھا۔ کسان کے پیداوار کو حاکم شہر نے ضبط کرلیا تھا۔ شاہی

فرمان سے کسان کی مقصد برآری ہوتی تھی۔ کسان یہ چاہتا تھا کہ حضرت ایک سفارشی خط قطب صاحب کو لکھدیں۔ حضرت نے تھوڑی دیر سوچا پھر فرمایا اگرچہ سفارش سے تیری مقصد برآری آسان ہے مگر اللہ تعالےٰ نے مجھے تیرے کام کے لئے متعین کیا ہے لہٰذا میرے ساتھ چل۔

حضرت جب روانہ ہونے لگے تو حضرت کے صاحبزادے حضرت خواجہ فخرالدین نے بھی عرض کیا کہ موضع باندن کی معافی کیلئے سلطان شمس الدین سے میری سفارش فرمادیں۔ حضرت دہلی پہونچ گئے۔ قطب صاحب نے کہا حضرت کا بغیر کسی اطلاع کے کیسے آنا ہوا۔ بعد میں دریافت کرنے پر خواجہ صاحب نے آمد کی وجہ بتائی۔ حضرت قطب صاحب خود سلطان التمش کے پاس گئے۔ اور کسان کا معاملہ کسان کے حق میں طے کرا کے اور موضع باندن کی معافی کا فرمان خواجہ فخرالدین کے حق میں لیکر حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دہلی میں قیام کے دوران سب ہی آپ سے ملنے آئے۔ مگر نجم الدین صغریٰ نہیں آئے۔ حالانکہ خراسان میں مل چکے تھے۔ خواجہ صاحب خود ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ لیکن نجم الدین صغریٰ نے کوئی التفات نہیں برتا۔ یہ بات خواجہ صاحب کو ناگوار ہوئی۔ حضرت نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ افسوس ہے کہ شیخ الاسلامی کے نشے میں راہ و رسم دیرینہ اور وضع داری قدیم کو یکبارگی ترک کر دیا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے حضرت خواجہ قطب الدین صاحب کی دہلی میں موجودگی پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کہ تمام مخلوق اس کی طرف رجوع ہے۔ میں برائے نام شیخ الاسلام ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ میں ان کو (قطب الدین صاحب) اپنے ہمراہ لے جاؤنگا۔

خواجہ صاحب قطب صاحب کو لیکر اجمیر روانہ ہوئے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ گریاں و حیراں آپ کے پیچھے ہو لئے۔ سلطان التمش نے

حاضر ہوکر خواجہ صاحب سے استدعا کی کہ قطب صاحب کو دہلی میں چھوڑ دیا جائے۔ لوگوں کی حیرانی و پریشانی دیکھکر قطب صاحب کو دہلی میں چھوڑ کر خود اجمیر شریف روانہ ہوگئے۔ اور باقی دن اجمیر ہی میں رشد و ہدایت کے کام میں گذار دیے۔

وصال ۶۳۳ھ شروع ہوتے ہی خواجہ صاحب کو علم ہوگیا کہ یہ آخری سال ہے۔ آپ نے مریدوں کو ضروری ہدایتیں اور وصیتیں فرمائیں۔ جو خلافت کے اہل تھے انھیں خلافت سے نوازا اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو اجمیر بلا بھیجا۔ خواجہ صاحب اجمیر کے جامع مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مقربین اور احباب حاضر تھے۔ ملک الموت تقریر دلپزیر کا موضوع تھے کہ اچانک شیخ علی سنجری سے مخاطب ہوئے اور خواجہ قطب الدین کی خلافت کا فرمان لکھایا۔ قطب صاحب حاضر خدمت تھے۔ حضور غریب نواز نے اپنا کلاہ مبارک قطب صاحب کے سر پر رکھا۔ اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا۔ خرقۂ اقدس پہنایا۔ عصائے مبارک ہاتھ میں دیا۔ مصلیٰ، کلام پاک نعلین مبارک مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا۔

یہ نعمتیں میرے بزرگوں نے سلسلہ بہ سلسلہ فقیر تک پہونچی ہیں۔ اب میرا آخری وقت آپہونچا ہے یہ امانتیں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ حق امانت حتی الامکان ادا کرنا تاکہ قیامت کے دن مجھے اپنے بزرگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ پھر اور بہت سی نصیحتیں فرما کر رخصت کیا۔"

۶۳۳ھ میں ۵ و ۶ رجب کی درمیانی شب میں حسب معمول عشاء کی نماز کے بعد آپ اپنے حجرے میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ رات بھر درود اور ذکر کی آواز آتی رہی۔ صبح ہونے سے پہلے یہ آواز بند ہوگئی۔ آخر مجبوراً دروازہ نہ کھلا تو خدام نے دستکیں دیں۔ اس پہ بھی کوئی جواب نہ آیا تو لوگوں کی پریشانی بڑھ گئی۔ سورج نکلنے

پہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ آپ واصل بہ حق ہو چکے ہیں اور آپ کی نورانی پیشانی پہ سبز اور روشن حروف میں لکھا ہوا ہے۔

ھٰذا حبیب اللّٰہ مات فی حب اللّٰہ

(یعنی یہ اللہ کے حبیب تھے۔ اللہ کی محبت میں وفات پائی ۔۔۔۔۔)

انتقال کی خبر بجلی کی طرح پورے شہر میں دوڑ گئی اور جنازہ پہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدین نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس حجرہ میں آپ کا انتقال ہوا وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ جب ہی سے آپ کا آستانہ ہندوستان کا روحانی مرکز ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال یکم رجب سے ۶ رجب تک بڑے اہتمام سے ہوتا ہے۔

ازواج واولاد

سرکار دو عالم نے خواب میں فرمایا۔ اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے۔ تجھے شادی کرنا چاہیئے۔ اس فرمان نبوی کے مطابق پہلی شادی بی بی امتہ اللہؒ سے کی۔ ۵۹۰ھ میں جن کے بطن سے خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدینؒ اور بی بی حافظ جمال پیدا ہوئیں۔ دوسری شادی سید وجیہہ الدین مشہدی کی صاحبزادی بی بی عصمت اللہؒ سے ہوئی۔ ۶۲۰ھ میں آپ کے بطن سے شیخ ابو سعید پیدا ہوئے۔

خواجہ فخر الدین ابوالخیر

خواجہ صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے ۵۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ذریعہ معاش زراعت تھی۔ آپ علوم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ تاریخ ۵ شعبان ۶۶۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مزار شریف سردار شریف میں ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

خواجہ حسام الدین ابو صالح

آپ خواجہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ زندگی ہی میں

لوگوں کی نظروں سے غائب ہو کر ابدالوں میں شامل ہو گئے۔

بی بی حافظ جمال خواجہ صاحب کی اکلوتی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی شادی قاضی حمید الدین ناگوری کے صاحبزادے شیخ رضی الدین عرف عبد اللہ سے ہوئی۔ مزار مبارک خواجہ صاحب کے پائیں میں واقع ہے۔

خواجہ ضیاالدین ابوسعید خواجہ صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی عمر پچاس سال کی ہوئی۔ آپ کی مزار اپنے والد کی درگاہ میں لب جھالرہ سایہ گھاٹ پر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

خواجہ غریب نواز کے خلفاء عظام

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے اپنے طویل سیر و سیاحت اور دہلی و اجمیر کے طویل قیام کے زمانے میں سیکڑوں خلفاء کو تعلیم و تربیت دیکر بندگانِ خدا کی ارشاد و ہدایت پر معمور فرمایا جو ہندوستان کے مختلف مقامات پر اپنا فرض بڑی مستعدی اور سرگرمی سے بجالاتے رہے۔ آپ کے فرمان کے مطابق قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی آپ کے خلیفہ اکبر تھے اور پینسٹھ ۶۵ خلفاء اصغر اور پچپن ۵۵ خلفاء مجاز ہیں۔ آپ کے مشہور خلفائے کرام کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	تاریخ وفات	مدفن
۱	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	۱۴ ربیع النور ۶۳۵ھ	دہلی
۲	حضرت امام الدین دمشقی	نامعلوم	اجمیر شریف

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	تاریخ وفات	مدفن
۳	حضرت احمد قہر	۱۶ ر شوال المکرم سنہ ۶۴۰ھ	اجمیر شریف
۴	حضرت نیاز احمد خراسانی	۱۵ ر ربیع الاول سنہ ۵۸۶ھ	اجمیر شریف
۵	حضرت عبد الغفار	۲۴ ر صفر سنہ ۶۹۲ھ	ملتان
۶	حضرت احمد شہاب کوفی	۱۳ ر شعبان سنہ ۵۹۵ھ	اجمیر شریف
۷	حضرت شیخ احمد کابلی	محرم الحرام سنہ ۵۹۶ھ	بنارس
۸	حضرت داؤد والدین	۲۸ ر محرم سنہ ۶۰۰ھ	اجمیر شریف
۹	حضرت قادر سعید	۱۹ ر رجب سنہ ۶۰۷ھ	״
۱۰	حضرت شیخ محمد یادگار سبزواری	۲۵ ر رجب سنہ ۶۴۸ھ	״
۱۱	حضرت عبد اللہ بیابانی	نامعلوم	
۱۲	حضرت معروف شہاب	۱۹ ر صفر سنہ ۶۳۸ھ	اجمیر شریف
۱۳	حضرت غلام ہادی ترک	۱۱ ر شوال سنہ ۵۸۸ھ	״
۱۴	حضرت قرآن احمد ترک	۴ ر رمضان سنہ ۵۸۴ھ	دہلی
۱۵	حضرت احمد خان غازی	۱۸ ر ذی قعدہ سنہ ۶۰۳ھ	قنوج
۱۶	حضرت احمد خان درانی	۴ ر شعبان سنہ ۶۰۳ھ	اجمیر شریف
۱۷	حضرت سلطان شاہ	۱۹ ر جمادی الاول سنہ ۵۹۳ھ	״
۱۸	حضرت عبد اللہ اصغر	۱۱ ر شعبان سنہ ۶۴۰ھ	دہلی
۱۹	حضرت ابو الفرج قرشی	۱۴ ر ذیقعدہ سنہ ۶۱۷ھ	״
۲۰	حضرت یعقوب خاں	۲۷ ر محرم سنہ ۶۹۸ھ	״
۲۱	حضرت خواجہ احمد شاہ	۲۳ ر صفر سنہ ۶۸۱ھ	״
۲۲	حضرت عبد اللہ شاہ	۲۳ ر صفر سنہ ۶۸۱ھ	״
۲۳	حضرت کریم شعیب	۲۳ ر رجب سنہ ۶۷۲ھ	״

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	تاریخ وفات	مدفن
۲۴	حضرت خواجہ محی الدین	نامعلوم	اجمیر شریف
۲۵	حضرت شیخ حمید الدین ناگوری	۵ر محرم سنہ ۶۴۳ھ	دہلی
۲۶	حضرت ظہیر الدین	۸ر شوال سنہ ۶۰۳ھ	اجمیر شریف
۲۷	حضرت خواجہ برہان الدین	۱۴ر رجب سنہ ۶۶۴ھ	"
۲۸	حضرت سرور احمد	۱۸ر شعبان سنہ ۶۱۵ھ	"
۲۹	حضرت امیر برہان جی سداسہاگ	۱۱ر محرم سنہ ۶۰۰ھ	"
۳۰	صوفی شیخ حمید الدین ناگوری	۲۹ر ربیع الاول سنہ ۶۷۳ھ	ناگور
۳۱	حضرت شیخ احمد	۱۳ر محرم سنہ ۶۳۰ھ	اجمیر شریف
۳۲	حضرت شیخ محمد حسن	نامعلوم	نامعلوم
۳۳	حضرت بی بی حافظ جمال	نامعلوم	اجمیر شریف
۳۴	حضرت غریب اصغر	۲۱ر صفر سنہ ۶۰۸ھ	"
۳۵	حضرت مو شیلوخ عراقی	۲۳ر محرم سنہ ۷۰۰ھ	دہلی
۳۶	حضرت شیخ وجیہہ الدین	۱۱ر رجب سنہ ۶۷۲ھ	ملتان
۳۷	حضرت کریم احمد شاہ	۴ر ذوالحجہ سنہ ۶۱۲ھ	اجمیر شریف
۳۸	حضرت خواجہ سلیمان کرشکی	نامعلوم	نامعلوم
۳۹	شیخ شمس الدین لوقالی	۱۷ر صفر سنہ ۶۷۴ھ	احمد آباد
۴۰	حضرت محمود احمد	۱۵ر محرم سنہ ۶۰۷ھ	اجمیر شریف
۴۱	حضرت شعبان خاں ترک	۱۴ر جمادی الآخر سنہ ۶۱۷ھ	"
۴۲	حضرت خواجہ حسن خیاط	نامعلوم	نامعلوم
۴۳	حضرت مراد بیگ	۲۷ر شوال سنہ ۶۱۴ھ	اجمیر شریف
۴۴	حضرت حسن داؤد جی	۱۹ر رجب سنہ ۶۲۱ھ	"

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	تاریخ وفات	مدفن
۴۵	حضرت ہادی محمد عفرت	۱۶ ر ذوالحجہ سنہ ۶۰۹ھ	دہلی
۴۶	حضرت اظہر خان ترک	۹ ر شعبان سنہ ۶۰۷ھ	"
۴۷	حضرت کیوان اصغر قندہاری	۱۷ ر ذی الحجہ سنہ ۶۰۹ھ	"
۴۸	حضرت سفیان احمد	۴ ر رجب سنہ ۶۱۰ھ	"
۴۹	حضرت عبدالغفار	۲۵ ر رجب سنہ ۶۶۱ھ	اجمیر شریف
۵۰	حضرت عزیز احمد شاہ	۱۶ ر صفر سنہ ۶۹۷ھ	دہلی
۵۱	حضرت شیخ محمد زاہد ترک	۱۱ ر محرم سنہ ۶۳۴ھ	"
۵۲	حضرت فقیر محمد	۲۷ ر جمادی الآخر سنہ ۶۱۱ھ	جمرود
۵۳	حضرت شہاب ولی	۱۶ ر جمادی الآخر سنہ ۶۱۷ھ	اجمیر شریف
۵۴	حضرت شیخ محمد علی سنجری	نامعلوم	نامعلوم
۵۵	حضرت سوغی بہادر شاہ	۱۱ ر محرم سنہ ۶۱۸ھ	اجمیر شریف
۵۶	حضرت خواجہ یادگار حرم	۱۰ ر محرم سنہ ۶۴۰ھ	غزنی
۵۷	حضرت مرد عادل خان ترک	۱۶ ر شعبان سنہ ۶۱۹ھ	اجمیر شریف
۵۸	حضرت نعمت اللہ صفا	۱۴ ر جمادی الآخر سنہ ۶۱۷ھ	"
۵۹	حضرت شیخ صدرالدین	نامعلوم	نامعلوم
۶۰	حضرت خواجہ سبز یادگاری	۲۱ ر ذوالحجہ سنہ ۶۴۵ھ	قندہار
۶۱	حضرت خواجہ اکبر شاہ	۱۹ ر رمضان سنہ ۶۲۱ھ	اجمیر شریف
۶۲	حضرت محمد اصغر بہاری	۱۱ ر رجب سنہ ۶۹۷ھ	دہلی
۶۳	حضرت فتح محمد فنا	۹ ر رجب سنہ ۶۳۳ھ	اجمیر شریف
۶۴	حضرت سلطان مسعود غازی	نامعلوم	"
۶۵	حضرت سبحان علی خان حمقی	۹ ر ذوالحجہ سنہ ۶۱۹ھ	"

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	تاریخ وفات	مدفن
۶۶	شیخ وحید الدین خراسانی	۹ رجمادی الآخر ۶۴۵ھ	گجرات
۶۷	حضرت نظام الدین خاں ترک	۱۱ رجب سنہ ۶۲۰ھ	دہلی

خواجہ صاحب کی زندگی

نہایت سادہ تھی۔ آپ نے صفات بشری ترک فرما کر روحانیت میں کمال حاصل کیا۔ آپ کے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونی کو آپ کی مریدی پر بڑا ناز تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔

ہمارا معین خدا کا محبوب ہے۔ مجھے اسکی مریدی پہ فخر ہے۔ آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پہ چلنا اپنا اصول بنا رکھا تھا۔ سنت رسول کے پابند تھے۔ آپ فنا فی الرسول کے درجہ پر تھے۔ آپ کا کل وقت ریاضت و مجاہدہ اور عبادت میں گذرتا تھا۔ آپ اکثر باوضو رہتے تھے اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ دن رات میں دو قرآن پاک ختم کرتے تھے۔

آپ کی مرید نوازی بہت مشہور ہے۔ مریدوں کا خیال بے حد رکھتے تھے۔ آپ کا فرمان اعلیٰ ہے کہ معین الدین اسوقت تک جنت میں قدم نہیں رکھے گا جب تک اپنے مریدوں اور مریدوں کے مریدوں کو جو قیامت تک سلسلے میں ہوں گے جنت میں نہ لے جائے گا۔ آپ پر استغراق کی کیفیت رہتی۔ آنکھیں بند رکھتے۔ جب نماز کا وقت ہوتا آنکھیں کھولتے۔ اس وقت آپ کی یہ حالت ہوتی کہ جس شخص پر بھی نظر پڑتی وہ ولی کامل ہو جاتا۔ آپ قطب وحدت پر فائز تھے۔ آپ مرتبہ محبوبیت پہ پہونچ گئے تھے۔ احدیت

میں فنا ہو کر آپ دوست کے ساتھ ایک رنگ ہو گئے رہتے۔

اخلاق و عادات

نہایت تحمل و بردبار تھے۔ خطا معاف فرما دیتے۔ بے حد سخی تھے۔ غریبوں اور محتاجوں کی ہر طرح سے امداد کرتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے۔ بیماروں کی خبر گیری کرتے۔ مظلوموں کو ظالم کے پھندے سے نکال لیتے۔ آپ حلیم اور منکسر المزاج تھے۔

لباس اور کھانا

لباس سادہ تھا۔ کپڑا پھٹنے پر خود پیوند لگا لیتے تھے۔ آپ کی خوراک بہت کم تھی۔

علمی شغل

آپ ایک خدا رسیدہ بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باکمال مبلغ و مصلح، صاحب طرز مصنف اور خوش گو شاعر تھے۔ مندرجہ ذیل تصنیفات آپ کے ذوق علمی پر شاہد ہیں:۔

انیس الارواح۔ کشف الاسرار۔ گنج الاسرار۔ رسالہ تصوف منظوم۔ رسالہ آفاق والنفس۔ حدیث المعارف۔ رسالہ موجودیہ۔ دیوان معین۔

کشف و کرامات

آپ مریدوں کے ساتھ سیر و سیاحت میں ایک جنگل سے گذرے۔ وہاں کی ایک جماعت آتش پرستی میں مشغول تھی۔ اور ان کا مجاہدہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ چھ چھ ماہ تک بغیر آب و دانہ رہ جاتے تھے۔ جسکی وجہ سے مخلوق گمراہ ہو رہی تھی۔ خواجہ صاحب نے ان کی یہ حالت دیکھکر پوچھا کہ تم لوگ خدا کو چھوڑ کر آگ کیوں پوجتے ہو۔ بولے اسلئے تاکہ دوزخ کی آگ ہم کو نہ جلائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ یہ طریقہ تو آگ سے بچا نہیں سکتا۔ اتنے دنوں سے تم پوجتے ہو ہاتھ ڈالکر دیکھو۔ بولے بیشک آگ جلادے گی۔ یہ کیسے یقین ہو کہ خدا کے پوجنے والے آگ میں نہیں جلتے۔ آپ ہاتھ ڈال کر دکھایئے۔ آپ نے فوراً اپنی جوتیوں کو نکال کر آگ میں ڈال

دیا اور آگ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے آگ! یہ خدا کے کسی مقبول بندے کی جوتی ہے۔ اسکو ذرا بھی آنچ نہ آئے۔

جوتی کا آگ میں پہونچنا تھا کہ آگ فوراً ٹھنڈی ہو گئی اور جوتی صحیح وسلامت رہی۔ یہ دیکھکر تمام آتش پرستوں نے کلمہ پڑھ لیا اور دل سے اسلام قبول کر کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

خواجہ غریب نواز شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ احد الدین کرمانی ایک جگہ رونق افروز تھے۔ ایک نو عمر لڑکا تیر و کمان ہاتھ میں لے کر نکلا۔ خواجہ صاحب اس کو دیکھکر فرمایا۔ بچہ دہلی کا بادشاہ ہوگا۔ چنانچہ یہی بچہ سلطان شمس الدین التمش کے نام سے دہلی کے تخت پر بیٹھا اور چھبیس ۲۶ سال تک حکومت کی۔ یہ خواجہ صاحب کی نظر تھی جو آیندہ ہونے والے واقعے کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔

ایک عورت گریہ وزاری کرتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور بلک بلک کر کہنے لگی کہ شہر کے حاکم نے بلا قصور میرے بچے کو قتل کر دیا ہے آپ فوراً عصا لیکر گئے۔ آپ کے ساتھ خدام بھی تھے۔ تھوڑی دیر تک بچے کی لاش پہ کھڑے رہے پھر بڑھے اور بچے کے جسم پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے مقتول! اگر تو بے گناہ مارا گیا ہے تو اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ فوراً بچہ زندہ ہو گیا۔ آپ بتائیں کہ یہ ولی کے اختیار کی بات ہے یا نہیں۔ کیا بالکل مجبور بھی مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔

جو لوگ اطراف وجوانب سے حج کیلئے تشریف لے جاتے سب آکر متفقہ بیان کرتے کہ ہم نے سرکار خواجہ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حالانکہ اجمیر شریف آنے کے بعد آپ کو حج کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ولیوں کو اتنا اختیار ہے کہ ایک وقت کئی جگہوں پہ رونق افروز ہو سکتے ہیں۔

اناساگر کے قریب تشریف فرما تھے کہ ایک چرواہا گائے کے چند بچوں کو

چراتا ہوا نکلا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! مجھے تھوڑا سا دودھ پلادے۔ اس نے مذاق سمجھا۔ اس نے کہا۔ بابا! یہ تو ابھی بچے ہیں۔ ان میں دودھ کہاں؟ آپ نے مسکراکر ایک بچھیا کیطرف اشارہ کرکے فرمایا۔ بھائی! اس کا دودھ پیوں گا۔

وہ حیران ہوکر بچھیا کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا تھن دودھ سے بھر گیا ہے۔ اس نے برتن بھر کر دودھ نکالا جسکو پی کر چالیس آدمی شکم سیر ہو گئے، اور وہ چرواہا قدموں پر گر کر غلامی میں داخل ہوگیا۔ اسی طرح آپ کی زندگی میں بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے، تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

آپ کے مکتوبات

یہ تمام مکتوبات طالبان حق کیلیے رہنمائی، اور اسرار معرفت کی نقاب کشائی کی روشن مینار یں ہیں۔ یہ مکتوب وہ ہیں جنھیں آپ نے اپنے خلیفۂ اکبر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو تحریر فرمائے ہیں۔ ان مکتوبات میں تصوف کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تمام خطوط بزبان فارسی تھے۔

ان کا ترجمہ، اردو یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

(۱)

حقائق و معارف سے واقف عاشق رب العلمین

برادرم خواجہ قطب الدین کو معلوم ہو کہ لوگوں میں عاقل ترین وہ فقراء ہیں جنھوں نے درویشی اختیار کرلی ہے کیونکہ اسمیں مراد نامرادی ہے اور نامرادی مراد ہے، بخلاف اس کے کہ اہل غفلت نے صحت کو زحمت اور زحمت کو صحت خیال کر رکھا ہے۔ پس دانا وہی ہے جو دنیا وی مراد چھوڑ کر کے فقر نامرادی اختیار کرے۔ اور اپنی مراد چھوڑ کر نامرادی سے موافقت کرے۔

ع
نامرادے تونگری بامرادے کے رسی

پس مردِ حق تعالیٰ سے وابستگی لازم ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اگر خدا آنکھ دے تو ہر راہ میں سوا اسکے کچھ نہ دیکھے۔ جہاں میں جسے دیکھے اس میں اس کی حقیقت دیکھے کیونکہ ہر ذرۂ خاک جہاں نما ہے۔ اگر دیکھا جائے بجز شوق مواصلت ظاہری اور کیا لکھوں۔

فقیر معین الدین چشتی سنجری

(۲)

میرے دلی محب! میرے قلبی دوست! برادرم خواجہ قطب الدین دہلوی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان کی سعادت عطا فرمائے۔ بندۂ مسکین کیطرف سے سلام مسنون کے بعد واضح ہو۔ عزیز من! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ کبھی سوال یا خواہش یا آرزو نہیں کرتا۔ جس نے نہیں پہچانا ہے وہ ان کی بات کو نہیں سمجھ سکتا۔

دوسرے حرص و ہوا کو ترک کرنا چاہیئے۔ جس نے حرص و ہوا کو ترک کیا اُس نے مقصود حاصل کیا۔ چنانچہ ایسے شخص کیلئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔

جس نے اپنی خواہشات کو روکا اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ جس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے پھیر دیا اسے کثرت شہوات کے کفن میں لپیٹ کر زمین ندامت میں دفن کر دینا چاہیئے۔ ایک دن خواجہ بایزید بسطامی نے فرمایا۔ ایک روز میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوا۔ پوچھا بایزید کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا جو تو چاہتا ہے۔ خطاب ہوا اچھا جس طرح تو میرا ہے اسی طرح میں تیرا ہوں۔

ہر کہ گردن نہد رضا او را — مر مرا حق نگاہ باں باشد

جو تصوف کی ماہیت سے واقف ہونا چاہے وہ اپنے اوپر آسائش کا دروازہ بند کرے۔ پھر زانوئے محبت کے بل بیٹھ جائے۔ اگر یہ کام کر لیا تو سمجھ

کہ اہل تصوف ہوگیا۔ طالبان حق کو یہ امر دل وجان سے بجالانا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وسوسہ شیطانی سے نجات پائے گا اور دونوں جہان کی مرادیں حاصل کریگا۔

ایک روز میرے شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ معین الدین کیا تجھے معلوم ہے کہ صاحب حضور کسے کہتے ہیں۔ صاحب حضور وہ ہے کہ ہر وقت مقام عبودیت میں ہو اور ہر ایک واقعہ کو اللہ کیطرف سے خیال کرے اور چاہے اور اسی پر راضی رہے۔ وہ جہاں کا بادشاہ ہے لوگ اس کے محتاج ہیں۔ بعض درویش کہتے کہ جب طالب کمال حاصل کرلیتا ہے گھبراہٹ نہیں رہتی۔ یہ غلط ہے۔ دوسرے جو یہ کہتے ہیں کہ عبادت کرنا بھی اس کے لیے ضروری نہیں ہوتا۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عبادت، بندگی اور عبودیت میں سربسجود رہے۔ اور اس کے باوجود عجز کا یہ عالم کہ حضور فرماتے تھے۔ مَا عَبَدُ نٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔ میں نے تیری ایسی عبادت نہیں کی جیساکہ حق تھا۔ یقین جانو کہ جب عارف کمالیت کا درجہ حاصل کرتا ہے تو اس وقت کمال درجہ کی ریاضت جس سے مراد نماز ہے نہایت صدق دل سے ادا کرتا ہے جب کوئی شخص یہ معلوم کرکے صدق دل سے کام لیتا ہے تو اسے اتنی پیاس محسوس ہوتی ہے گویا اس نے آگ کے کئی پیالے پی رکھے ہیں۔ جوں جوں ایسے پیالے پیتا ہے پیاس غلبہ کرلیتی ہے۔ اس واسطے کہ جمال لامتناہی کی کوئی انتہا نہیں۔ اسوقت اس کا سکون بے سکون اور آرام بے آرام ہوجاتا ہے تاوقتیکہ بقائے الٰہی سے مشرف نہ ہوجائے۔ والسلام

فقیر
معین الدین چشتی سنجری
(رحمۃ اللہ علیہ)

(۳)

مخزن اسرار یزدانی معدن فیوض سبحانی

میرے بھائی قطب الدین!

اللہ تمہیں سلامت رکھے

ایک روز میرے شیخ نے نفی و اثبات کے کلمہ کی بابت کیا خوب فرمایا کہ "نفی اپنے کو نہ دیکھنا اور اثبات اللہ تعالیٰ جل شانہ' کو دیکھنا ہے کیونکہ کوئی خود میں خدا بیں نہیں ہو سکتا پس نفی کی نفی کرنے والا ہونا چاہیئے ورنہ نفی کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر یہ خیال کریں کہ ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔ تو مطلب حاصل ہوتا ہے واضح رہے کہ کلمۂ شہادت، نماز، روزہ وغیرہ کی صورت بھی اور حقیقت بھی ہے۔ ان کے حقائق کو چھوڑ کر صرف ظاہری صورتوں پر قناعت کر لینا فضول ہے۔ وہ شخص بڑا ہی احمق ہے جو ان کے حقائق تک نہیں پہونچتا"۔

پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تھا ہمیشہ رہے گا۔ سالک ابتدا میں نابینا ہوتا ہے جب حق کی طرف سے بینائی حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اس سے دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ اپنے آپ کو فراموش کر دیتا ہے۔ جب ایسی صورت ہو جائے تو واصل اور ہمیشہ کیلئے زندہ ہو جاتا ہے۔

فقیر
معین الدین چشتی سنجری

(۴)

عارف معارف، حق آگاہ عاشق اللہ

بھائی قطب الدین اوشی

اللہ تعالیٰ آپکے فقر کو زیادہ کرے۔

دعاگو کیطرف سے اُنس آمیز سلام کے بعد مکشوف رائے معرفت پیرا ہو۔

عزیز من! اپنے مریدوں کو ضرور بتا دینا کہ فقیر مرشد کامل سے کیا مراد ہے اور اسکی علامت کیا ہے اور یہ کیونکر پہچانا جاتا ہے۔ مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے۔

الفقیر مالا یحتاج الی کل شیء ـــــ فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جو تمام ضروریات سے فارغ ہو اور اس کے باقی رہنے والے جمال کے سوا اور کسی چیز کا طالب نہ ہو کیونکہ تمام موجودات کے باقی رہنے والے جمال کا آئینہ اور مظہر ہیں۔ اس واسطے وہ ان سب میں اپنا مقصود دیکھا کرتا ہے بعض بزرگوں نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ کامل فقیر اُسے کہتے ہیں جس کے دل سے سوائے حق تعالیٰ کے سب کچھ دور ہو۔ اور سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی اس کا مقصود و مطلوب نہ ہو۔ جب ماسوائے اللہ دل سے دور ہو جاتا ہے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ پس طالب کو ہمیشہ مطلوب و مقصود کے درپے رہنا چاہیئے۔ اب یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ مطلوب و مقصود کیا ہے۔ پس معلوم ہونا چاہیئے کہ مقصود وہی درد و سوز ہے۔ خواہ حقیقی ہو یا مجازی یہاں سوز مجازی سے مراد ابتدائے احکام شریعت ہے۔ والسلام

فقیر
معین الدین چشتی سنجری

(۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درمند طالب شوق دیدار الٰہی کے اشتیاق کے آرزومند درویش جفاکش میرے بھائی قطب الدین دہلوی۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں آپ کو سعادت نصیب کرے۔ سلام مسنون کے بعد یہ مقصود ہے کہ ایک روز خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں خواجہ نجم الدین صاحب

اصغرا خواجہ محمد تارک اور درویش حاضر تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے حاضر ہو کر خواجہ صاحب سے یہ پوچھا کہ یہ کیونکر معلوم ہو گی۔ کسی شخص کو قرب الٰہی حاصل ہوا ہے؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ نیک عملوں کی توفیق بڑی اچھی شناخت ہے۔ یقین جانو کہ جس شخص کو نیک کاموں کی توفیق دی گئی ہے اس کے لئے قرب کا دروازہ کھل گیا ہے۔

پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ ایک شخص کے یہاں ایک صاحب ذوق لونڈی تھی جو آدھی رات کے وقت اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتی اور سکہ حق بجالاتی۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی کہ پروردگار میں تیرا قرب حاصل کر چکی ہوں مجھے اب اپنے سے دور نہ کرنا۔ اس لونڈی کے آقا نے یہ ماجرا سنکر کہا۔ تجھے کیونکر معلوم ہوا کہ تجھے قرب الٰہی حاصل ہے۔ جواب دیا۔ مجھے یوں معلوم ہے کہ اس نے آدھی رات کے وقت جاگ کر دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق دے رکھی ہے۔ اسلئے جانتی ہوں کہ مجھے قرب الٰہی حاصل ہے۔ آقا نے کہا ______

اے لونڈی! جاؤ میں نے خدا کی راہ میں تمہیں آزاد کیا۔ پس انسان کو دن رات عبادت الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے تاکہ اس کا نام نیک لوگوں کے دفتر میں درج ہو جائے اور نفس و شیطان کی قید سے بچ جائے۔ والسلام

فقیر
معین الدین چشتی سنجری

وظائف و عملیات

برائے درد شکم | درد شکم میں سات بار سورۃ الم نشرح پڑھکر پانی پر دم کر کے پی لے یا پلا دے۔ درد سے شفا ہو۔

اولاد سے مایوسی خواجہ صاحب کا فرمان بعد نماز تین مرتبہ کہیے ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔

آسیب سے حفاظت تین بار پانی پر دم کر کے منہ پر چھینٹا مارے یا کان دم کرے۔ یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم۔

وسعت رزق کیلئے بعد نماز کثرت سے پڑھے سبحان الذی سخر لنا ھذا و ما کنا لہ مقرنین۔

ترقی علم وکشادگی ذہن ہر روز نماز صبح کے بعد پڑھا کرے منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔

قرض کی ادائیگی کیلئے ادائے قرض کیلئے اکتالیس روز تک آیت ذیل کو ہر نماز کے بعد ۵ مرتبہ پڑھا کرے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد قرض سے نجات پائے گا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء الخ بغیر حساب تک

پھل کی مٹھاس کیلئے حسب ذیل آیت پڑھکر پھل کو تراشے شیریں معلوم ہوگا۔ فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم۔

گمشدہ چیز کیلئے گم شدہ چیز ملنے کیلئے حسب ذیل دعا پڑھنی چاہیئے۔ یا جامع الناس لیوم لا ریب فیہ اجمع الی ضالتی۔

خواجہ صاحب کے ملفوضات عالیہ

○ عارف محبت میں کامل اسوقت ہوتا ہے جب درمیان سے گفتگو اٹھ جائے۔ ایسا ہو جائے یا دوست رہے، یا خود رہے ○ عارف کا توکل حق کیساتھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ عالم سکر میں متحیر ہوتا ہے۔ ○ عارف وہ ہے جو راہ عشق میں کسی کو نہ دیکھے ○ عارف آفتاب صفت ہوتے ہیں۔ ان سے تمام عالم منور ہوتا ہے ○ عارف کا کمال یہ ہے کہ اپنے کو راہ خدا میں جلا دے۔ ○ راہ سلوک، اس راہ میں بہت سے مرد عاجز اور عاجز مرد ہو گئے ○ راہ محبت میں عاشق وہ ہے جو دونوں جہاں سے دل اٹھالے ○ جب تک مرشد کی تربیت حاصل نہ ہوگی۔ منزل پر نہ پہونچے گا۔ ○ عشق کی راہ ایسی ہے کہ جو اس راہ میں چلتا ہے اس کا نام ونشان نہیں ملتا۔ ○ عاشق۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے عاشق بھی ہوتے ہیں جنھیں اسکی روشنی

نے خاموش کر رکھا ہے۔ انھیں عالم موجودات کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی ○ صحبت ۔ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت بدکام سے بدتر ہے۔

○ یقین ۔ ایک نور ہے جس سے انسان منور ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں محبان و متقیان میں شامل ہو جاتا ہے۔ ○ گناہ ۔ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہونچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو خوار و ذلیل کرنا ○ دل ۔ وہ ہے جو اپنے حال سے خالی ہو اور مشاہدہ دوست باقی ہو ○ نسبت ۔ بندہ کو حق تعالیٰ سے اس قدر نسبت پیدا کرنی چاہیے کہ جو کچھ وہ چاہے قبول کرے اور اگر اسقدر نہ ہو تو اسکو درویش نہیں کہنا چاہیے۔

○ کفر ۔ کافر سو برس تک لا الٰہ الا اللہ کہنے سے مسلمان نہیں لیکن ایک مرتبہ محمد الرسول اللہ کہنے سے صد سالہ کفر دور ہو جاتا ہے (ماخوذ از معین الہند)

تاریخ آثار

نظام گیٹ بلندی ستر فیٹ چوڑائی مع دو رویہ دالانوں کے ۲۴ فیٹ چوڑائی۔ محراب سولہ فیٹ ۔ ۱۹۸۲ھ میں بننا شروع ہوا۔ تین سال میں مکمل ہوا۔ امیر عثمان علی خاں نواب حیدرآباد کا بنوایا ہے یہ دروازہ درگاہ بازار کی طرف ہے

کلمہ دروازہ عثمانی دروازہ سے درگاہ میں داخل ہوں تو ایک پرانا دروازہ آتا ہے۔ اس کے اوپر شاہی وقتوں کا نقارخانہ ہے شاہجہاں نے ۱۰۴۷ھ میں تعمیر کرایا

اکبری مسجد یہ عہد اکبری کی یادگار ہے شہزادہ سلیم کے پیدائش کے چھ مہینے بعد اکبر بادشاہ بغرض زیارت آستانہ اجمیر شریف آیا اور اس نے مسجد کے تعمیر کا حکم دیا۔ مسجد سرخ پتھر سے تعمیر ہوئی۔ مسجد مع متعلقہ عمارات ۱۴۰ فیٹ لمبی اور ۱۴۳ فیٹ چوڑی ہے۔ محراب ۵۶ فیٹ بلند ہے ۔

بلند دروازہ سلطان محمود خلجی کی یادگار ہے۔ اس کی بلندی ۸۵ فیٹ ہے درگاہ کی تمام عمارتوں میں یہ دروازہ سب سے اونچا ہے۔

صحن چراغ بلند دروازہ سے آگے صحن میں ایک ہشت پہلو خوبصورت چھتری ہے اسمیں پیتل کا بڑا چراغ رکھا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے اسکو صحن چراغ کہتے ہیں ۔

بڑی دیگ بلند دروازہ کے جانب طرف بڑی دیگ ہے۔ اکبر بادشاہ نے عہد کیا تھا کہ چتوڑ گڈھ فتح کرنے کے بعد وہ اجمیر حاضر پاپیادہ حاضر ہو کر ایک بڑی دیگ پیش کرے گا۔ فتح حاصل کرنے کے بعد وہ حسب عہد حاضر ہوا اور یہ دیگ چڑھائی ۔ اس

دیگ کا محیط ۱۲ ۱/۲ گز ہے۔ اسمیں سوا سو من چاول پک سکتا ہے۔ ۹۰۶ھ میں یہ دیگ پیش کی گئی۔

چھوٹی دیگ بلند دروازہ کے بائیں جانب ہے۔ اسکو نورالدین جہانگیر نے ۱۰۱۳ھ میں بنوا کر پیش کیا۔ اسی من چاول پک سکتا ہے۔

محل خانہ

نواب بشیرالدولہ نے اپنے فرزند نواب معین الدولہ کی ولادت کی خوشی میں اسے تعمیر کرایا۔ یہ عمارت صحن چراغ کے پچھم کیجانب واقع ہے۔ نواب بشیرالدولہ کی عمر اسی سال ہو چکی تھی اور کوئی اولاد نہ تھی۔ خواجہ کی بارگاہ میں بیٹے کی دعا مانگی۔ اسی سال کے عہد میں فرزند تولد ہوا۔ اسی خوشی میں یہ عمارت تعمیر کرائی۔ اس عمارت کی نبیاد ۱۳۰۶ھ میں پڑی اور ۱۳۰۹ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کا طول و عرض ۴۶-۴۶ فیٹ ہے۔ عرس میں محفل سماع کا اہتمام اسی عمارت میں ہوتا ہے۔

لنگر خانہ

صحن چراغ کے پورب میں حجروں کی قطاروں کے درمیان ایک پھاٹک ہے۔ اس پھاٹک سے جب اندر داخل ہوں تو وسیع صحن اور دالان کے اندر دو بڑے کڑھاؤ ہیں جس میں صبح و شام نمکین دلیا پکا کر غریب و فقرا میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ لنگر خانہ بھی اکبر بادشاہ نے غریب فقراء کیلئے بنوایا تھا۔

احاطہ چنبیلی

صحن چراغ سے آگے بڑھیے تو حجروں کے بیچ میں بڑے بڑے دروازے ہیں جو دروازہ پورب کیطرف ہے اس سے آگے جا کر احاطہ آستانہ عالیہ میں داخل ہوتے ہیں اور گنبد شریف بالکل صاف نظر آتا ہے۔ داہنے ہاتھ پر مسجد صندل خانہ ہے جس کے آخری سرے سے ملحق احاطہ چنبیلی ہے جس میں مشترک مزارات ہیں۔ ان مزارات اور ان کی دیواروں پر چنبیلی کے پودے چھائے ہوئے ہیں مشہور یہ ہے کہ یہ مزارات خواجہ غریب نواز کی ازواج مطہرات کے ہیں۔

مسجد صندل خانہ

یہ مسجد سلطان محمود خلجی کی بنوائی ہوئی ہے۔ عہد جہانگیر میں یہ خستہ ہو گئی تھی۔ جہانگیر نے بنیاد سے اٹھا کر تعمیر کو کرائی۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے اس کی مرمت کرائی۔ ایام عرس میں ایک چادر صندل کی گھسائی اسی میں مسجد میں ہوتی ہے جسے مزار شریف پر پیش کیا جاتا ہے۔ مزار پاک سے جو پھول اترتے ہیں۔ تھوڑی دیر کیلئے اسی مسجد کے ایک کمانچہ میں رکھے جاتے ہیں اسی لئے اس مسجد کو پھول خانہ بھی کہتے ہیں۔

اولیاء مسجد

یہ مسجد احاطہ چنبیلی اور مسجد صندل خانہ سے چند قدم کے فاصلے پر پورب واقع ہے۔ یہ مسجد اس مقام پر بنائی گئی ہے جہاں حضرت خواجہ غریب نواز نماز ادا کرتے تھے۔

شاہجہانی مسجد

یہ مزار اقدس کے پورب میں بنی ہے حسین سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے شاہجہان کے حکم سے یہ مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ جمعہ کی نماز بڑی شان سے اس مسجد میں ہوتی ہے اس کا طول شرعی ۹۷ گز اور عرض ۲۷ گز ہے

جنتی دروازہ مسجد کی محراب سے بالکل صاف سامنے نظر آتا ہے۔ شاہی وقت سے یہ دستور ہے کہ جمعہ کی نماز کیلئے چار دفعہ توپیں داغی جاتی ہیں۔ اوّل خطبہ سے ۵ منٹ قبل، دوم خطبہ کے وقت، سوم اقامت کے وقت، چہارم سلام کے وقت۔

روضہ منورہ

روضۂ اطہر اور گنبد شریف کی تعمیر سلطان محمد خلجی کے زمانے میں ہوئی۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ روضۂ منورہ اور گنبد خواجہ حسین ناگوری کی تعمیر کردہ ہے۔

گنبد کے اندرونی حصے میں طلائی و رنگین نقش و نگار بنے ہیں۔ سفید گنبد پر سونے کا بہت بڑا تاج لگا ہوا ہے۔ اسکو حیدر علی خاں برادر نواب کلب علی خاں والئ رامپور نے نذر کیا تھا۔

مزار اقدس کا تعویذ سنگ مرمر کا ہے۔ مزار پاک ہمیشہ زربفت، کمخواب

اور محمل کے قبر پوشوں سے ڈھکا رہتا ہے اور ان پر تازہ پھولوں کی چادریں پڑتی ہیں۔ چھپر کھٹ کے بیچ سنہرا کٹہرا لگا ہوا ہے جو شہنشاہ جہانگیر نے بنوا کر چڑھایا تھا۔

گنبد شریف میں روشنی

مغرب کی نماز سے تقریباً بیس منٹ قبل حسب دستور روضۂ منورہ میں بجلی کی تمام بتیاں بند کر دی جاتی ہیں اور خالص موم کی بنی ہوئی روشن کی جاتی ہیں۔ بتیوں کو روشن کرتے وقت حسب ذیل اشعار پڑھے جاتے ہیں۔

خواجہ خواجگان معین الدین ۔۔۔ اشرف الاولیاء روئے زمین
آفتاب سپہر کون و مکان ۔۔۔ بادشاہ سریر ملک یقین
در جمال و کمال او چہ سخن ۔۔۔ ایں مبین بود بحص حصین
مطلع در صفات او گفتم ۔۔۔ در عبادت بود چو در ثمین
اے درت قبلہ گاہ اہل یقین ۔۔۔ بر درت مہر و ماہ سودہ جبیں
روئے بر درگہت ہمیں سایند ۔۔۔ صد ہزاراں ملک چو خسرو چین
خادماں درت ہمہ رضواں ۔۔۔ در صفا روضۂ ات چو خلد بریں
ذرہ خاک او عبیر سرشت ۔۔۔ قطرۂ آب او چو ماہ معین
الٰہی تا بود خورشید و ماہی ۔۔۔ چراغ چشتیاں را روشنائی

چلہ بابا فرید

یہ مقام ہے جہاں بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کیا تھا۔ یہ چلہ مسجد صندل خانہ کے عقب میں زمین دوز ہے۔ خاص چلہ مسجد صندل خانہ کے نیچے تہ خانہ میں ہے نیچے اترنے کیلئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ اس کا دروازہ سال بھر مقفل رہتا ہے۔ صرف محرم کی ۵ تاریخ کو ایک دن کیلئے کھلتا ہے لوگ دور دور سے زیارت کیلئے آتے ہیں۔

مزار حضرت خواجہ فخر الدین گرویزی

آپ کا اور آپ کی اہلیہ کا مزار توشہ خانہ میں ہے جو بیگمی دالان سے ملحق ہے۔ یہ خواجہ صاحب کے قریبی رشتہ دار، پیر بھائی اور مرید بھی تھے۔ آپ کی اولاد خدام سید زادگان کہلاتی ہے جن کو اندرون گنبد خدمت کا حق حاصل ہے۔ گنبد شریف مزار شریف اور اس کا تمام سامان خدام حضرات کی تحویل میں رہتا ہے۔ یہی خدمت کرتے ہیں۔ پھول اور صندل چڑھانا بھی انھیں کے ذمہ ہے۔

چلہ خواجہ غریب نواز

اناساگر کے جنوب مشرقی کنارے پر ایک وسیع پہاڑی ہے جسکو سدا بہار پہاڑی کہتے ہیں۔ اسی پہاڑ کے جنوب مغربی گوشہ میں ایک چھوٹا سا غار ہے جسکے اوپر اب گنبد بنا ہوا ہے۔ پہلے پہل خواجہ صاحب نے یہی گوشہ نشینی اختیار کی تھی۔

چلہ قطب صاحب

سدا بہار پہاڑی کے شمال مشرقی حصے پر حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا چلہ بنا ہوا ہے۔ جب آپ اجمیر شریف تشریف لائے تو اس جگہ مصروف عبادت رہتے۔

دولت باغ

اناساگر کے مشرقی کنارے پر شاہجہان بادشاہ نے سنگ مرمر کی عمارتیں بنوائیں جنکے توسط میں بارہ دری ہے یہ مقام نہایت پر فضا ہے۔ بارہ دری کے مشرق میں ایک نہایت سرسبز اور پر فضا باغ ہے یہ باغ دولت باغ کے نام سے مشہور ہے۔ اب اس باغ کا نام بدل کر سبھاش باغ کر دیا گیا ہے۔

چلہ شاہ مدار

یہ چلہ اجمیر کے مشرقی پہاڑی پر واقع ہے جسکی بلندی تقریباً سات فیٹ ہے۔ اس مقام پر حضرت سید بدیع الدین قطب الدین المدار شاہ مکن پوری کا چلہ بنا ہوا ہے۔

قلعہ تاراگڈھ

یہ بہت بڑا قلعہ ہے جو درگاہ شریف کے جنوب میں ایک بہت اونچی پہاڑی پر واقع ہے۔ اس پہاڑ کی اونچائی آٹھ سو فیٹ ہے۔ رائے پتھورا کے زمانہ میں یہ بہت مشہور اور مضبوط قلعہ تھا جس کو ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے لیکن سلطان شہاب الدین غوری نے اس کو آسانی سے سر کر لیا اور سید میراحسین کو یہاں کا قلعہ دار مقرر کیا۔

چلہ بڑے پیر صاحب

درگاہ شریف میں کھڑے ہو کر جنوب کی طرف نظر دوڑائیں تو سامنے ایک پہاڑی نظر آتی ہے جسکے اوپری سرے پر ہرے رنگ کا گنبد دکھائی دیتا ہے۔ روایت مشہور ہے کہ اس مقام پر حضرت پیران دستگیر کے مزار اقدس کی ایک اینٹ دفن ہے اور یہ مقام چلہ بڑے پیر صاحب کے نام سے مشہور ہو گیا ہے ورنہ حضرت پیران پیر رضی اللہ عنہ ہندوستان کبھی رونق افروز نہیں ہوئے۔

(ماخوذ از سوانح غریب نوازؒ)

قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی
رحمۃ اللہ علیہ

نام ———— قطب الدین

لقب ———— قطب الاقطاب، بختیار کاکی

ولادت ———— ۱۱ ربیع النور بروز دوشنبہ ۵۳۷ھ و بقول بعض ۵۶۹ھ

وصال ———— ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۴ھ اور بروایت بعض ۶۳۵ھ

سلسلۂ نسب ———— قطب الدین ابن کمال الدین ابن سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہم

ولادت

والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ ————

نصف رات گذر چکی تھی میں حسب معمول بیدار ہوئی۔ زمین سے آسمان تک انوار و تجلیات کا ہجوم تھا۔ سارا گھر بقعۂ نور معلوم ہوتا تھا۔ میری آنکھیں حیران تھیں اور دل مضطرب تھا۔ عرض کیا یا اللہ کیا معاملہ ہے۔ غیب سے ندا آئی۔ یہ وقت تمہارے بیٹے کی ولادت کا ہے اور یہ تمام جلوہ سامانی اسی فرزند کی وجہ سے ہے۔ اس کے بعد آثار ولادت شروع ہوئے اور صبح صادق کے وقت قطب الدین پیدا ہوئے۔

یں نے دیکھا کہ قطب الدین نے سجدہ کیلئے اپنا سر زمین پر رکھ دیا تھا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہہ رہے ہیں۔ جب انھوں نے بولنا شروع کیا تو اس نوعمری ہی میں یہ حال تھا کہ جو کچھ کہتے فوراً وقوع پذیر ہو جاتا تھا۔

تعلیم

ابھی عمر مبارک ڈیڑھ سال نہ ہو پائی تھی کہ پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ عابدہ زاہدہ ماں نے محبت و شفقت کے ساتھ پرورش کی۔ معمول کے مطابق جب آپ کی عمر گرامی چار سال چار دن کی ہو لی تو ماں نے اپنے لخت جگر کو تختی اور قلم دوات فراہم کیا اور تھوڑی سی شیرینی بھی لو نظر کے ساتھ پڑوس میں ایک معمر بزرگ رہتے تھے والدہ ماجدہ نے ان سے فرمائش کی کہ میرے بچہ کو آپ کسی معلم کے پاس بسم اللہ خوانی کیلئے لے جائیے۔ تاکہ یہ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ اندوز ہو سکے۔ وہ بزرگ اس کم سن لڑکے کی انگلی پکڑ کر قلم دوات شیرینی کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ جب سڑک پر آئے تو دل میں پس و پیش تھا کہ کہاں صاحبزادے کو لے جائیں۔ ابھی چند قدم بڑھے تھے کہ دیکھا سامنے سے ایک بزرگ نورانی صورت چلے آ رہے ہیں۔ سلام کے بعد بزرگ نے پوچھا۔ میاں ان صاحبزادے کو کہاں لے جا رہے ہو۔ ہمسایہ نے جواب دیا۔ آج ان کی بسم اللہ خوانی ادا کی جائے گی۔ کسی معلم کے پاس ان کو لئے جا رہا ہوں۔ آنے والے بزرگ نے فرمایا۔ چلو میرے ساتھ چلو ——— میں بتاؤں ان صاحبزادے کو کہاں سے دولت علم ملنے والی ہے۔ اور وہ بزرگ انھیں حضرت مولانا ابو الحفص اوشی رحمۃ اللہ کے مدرسہ میں لائے اور فرمایا ———

اے ابو حفص! رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ ان صاحبزادے کی تعلیم و تکمیل کیطرف سعی بلیغ فرمائیں۔ حضرت مولانا ابو الحفص اُس زمانہ کے شیخ عصر تھے۔ اور اُس علاقہ کے علمی مقتدا تھے۔ آپ نے بڑے پیار سے خواجہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنے پہلو میں محبت سے بٹھایا۔ بزرگ موصوف فوراً نظروں سے غائب ہو گئے۔

مولانا ابو الحفص بار بار خواجہ کے علوم چہرے کو دیکھتے اور محبت آمیز لہجہ میں ارشاد فرماتے۔ ۴۴۲۲

بختیار کی وجہ تسمیہ

بختیار کیسا مبارک بچہ ہے جسکو حضرت خضر علیہ السلام تعلیم کیلئے میرے پاس لیکر آئے ہیں۔ کبھی والہانہ انداز میں فرماتے۔ اے فرزند! تم بڑے بختیار ہو کہ احکم الحاکمین تمہاری تکمیل کا حکم صادر فرماتا ہے۔

اس فرمانِ الٰہی کا اثر یہ ہوا کہ حضرت خواجہ نے چار روز میں قرآن عظیم حفظ فرمالیا۔ اور کمسنی میں علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی۔ سن بلوغ تک پہونچنے سے پہلے ہی آپ تمام علوم متداولہ میں دست گاہ کامل حاصل فرما چکے تھے اور حضرت ابو حفص کے اس جملے کا اثر یہ ہوا کہ اسی روز سے آپ بختیار کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔

علوم باطنی کیطرف توجہ

نظام الحق والدین خواجہ محبوب الٰہی نے شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے حوالہ سے فرمایا ——

تعلیم ظاہری سے فراغت کے بعد تلاش حق کے جذبہ میں سرشار ہو کر حضرت قطب صاحب نے وطن مالوف کو خیر باد کہا۔ اس سفر میں آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے بھی ملاقات ہوئی۔

خواجہ غریب نواز کو سرکار دوجہاں کا حکم

"سبع سنابل" میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم چار روز تک خواجہ غریب نواز کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔ اے معین الدین! قطب الدین ہمارا دوست ہے۔ تمہارا خلیفہ اور سجادہ نشین ہے۔ تمہیں جو نعمتیں سینہ بسینہ اپنے بزرگوں سے ملی ہیں اُسے دے دو۔ اس سے بہتر نہیں کوئی قائم مقام نہیں مل سکتا۔

ادھر بارگاہ رسالت سے خواجہ صاحب کو ہدایت مل رہی تھی اور ادھر

قطب صاحب، پیر و مرشد کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

قطب الاقطاب خواجہ کی بارگاہ میں

سیر الاقطاب میں ہے ؎

ہم دریں حال جذبۂ الٰہی جل شانہ
اسی دوران تلاش حق
جلوہ گر گشت از آنجا بہ آمد دید
جلوہ گر ہوا اوش سے

بغداد رسید و در مسجد امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ بہ شرف ملازمت حضرت سلطان العارفین خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہٗ مشرف گذید

روانہ ہو کر بغداد شریف پہونچے امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں سلطان العارفین خواجہ معین الدین کی خدمت اقدس میں شرف حضوری حاصل کیا۔

اس مجلس میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ روح الدین کرمانی، شیخ برہان الدین چشتی، شیخ محمد اصفہانی اولیائے کاملین بھی موجود تھے۔

"مالک السالکین" میں ہے کہ حضرت قطب صاحب نے خلافت سے مشرف ہو کر ایک مدت تک خواجہ صاحب کی خدمت میں رہکر مجاہدات ریاضت میں مشغول رہے اور تکمیل مراتب سلوک بعد سیر و سیاحت فرمائی۔ اور مشائخ کبار سے فیوض روحانی حاصل کیے۔

دہلی کی ولایت

سرکار غریب نواز حسب ارشاد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قطب صاحب کو خرقہ خلافت عطا فرما کر دہلی کی ولایت عطا فرمائی۔

کاکی کی وجہ تسمیہ

ایک دن حضرت قطب صاحب مع حلقۂ احباب کے حوض شمسی دہلی کے کنارے پر جلوہ افروز تھے احباب میں سے ایک صاحب نے درخواست کی کہ اسوقت کی ٹھنڈی ہلو سہانی

فضا، حوض کا کنارہ کس قدر جاں فزا ہے کاش ایسے میں کوئی گرم گرم کاک سے تواضع و مہانداری کرتا۔ حضرت قطب الاقطاب نے تبسم فرمایا۔ آستین سمیٹ کر حوض کے پانی میں ہاتھ ڈالا اور ٹھنڈے پانی سے گرم گرم کاک نکال کر ان صاحب کے حوالے فرمائی۔

اسی طرح اور بھی بعض روایتیں ہیں۔ کسی میں یہ ہے کہ کاک کی بارش ہوئی تھی اور کسی میں ہے کہ آپ کے مصلے کے نیچے سے ایک کاک (کلچہ) برآمد ہونا شروع ہوا۔ یہی ایک روٹی تمام متعلقین کیلئے کافی ہوتی تھی۔

منصب وجاہ سے بے رغبتی

دہلی قیام کے کچھ عرصہ کے بعد سلطان شمس الدین التمش نے آپ کو شیخ الاسلام کا منصب پیش کیا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ حضرت قطب صاحب کے انکار کے شیخ نجم الدین صغری دہلی کے شیخ الاسلام بنے۔

کرامات

یوں تو آپ کی زندگی میں نہ جانے کتنی کرامات کا صدور ہوا لیکن مزید معلومات کیلئے ہم صرف حصول فیض کیلئے چند کرامتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) ایک بار علماء نے قوالی کی محفل میں آپ کی شرکت پر اعتراض کیا جس میں قاضی صادق اور قاضی عماد قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے کہا آپ لوگ خود جاکر منع کر سکتے ہیں۔ یہ دونوں خانقاہ پہونچے تو محفل سماع منعقد تھی اور قاضی حمید الدین ناگوری پر کیفیت طاری تھی۔ حضرت خواجہ قطب صاحب دست بستہ کھڑے تھے قاضی عماد نے قطب صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کا محفل سماع میں حاضر ہونا مناسب نہیں۔ (یہ بات اسلئے کہی تھی کہ حضرت قطب صاحب کا روئے مبارک بے ریش تھا۔) خواجہ قطب صاحب نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر دونوں دست مبارک چہرے پر

پھیرے میعاً چہرے پر ڈاڑھی نکل آئی ۔ فرمایا ہاں بے ریش نوجوان کو محفل سماع میں نہ آنا چاہیئے ۔ تمام حاضرین قطب صاحب کی اس حیرت انگیز کرامت کو دیکھکر انگشت بدنداں تھے ۔

(۲) قطب صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک روز میں اور قاضی حمید الدین دونوں ہم سفر تھے ۔ ایک دریا کے کنارے پہونچے ۔ بھوک کا شدید غلبہ تھا ۔ کھانے کی کوئی چیز پاس میں نہ تھی ۔ اچانک عالم غیب سے ایک بکری نمودار ہوئی ۔ وہ وہ اپنے منھ میں دو روٹی جو کی لئے ہوئے تھی ۔ وہ بکری دونوں روٹی ہمارے سامنے رکھکر چلی گئی ۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کرکے روٹی کھالی ۔

(۳) "سیر الاقطاب" میں ہے ۔ ایک بار دہلی میں زبردست قحط پڑ گیا تھا ۔ اسی دوران شہزادہ سعد الدین نے بحکم بادشاہ سلامت کئی من گیہوں کا آٹا روٹیاں پکانے کیلئے نان بائی کے یہاں بھجوادیں ۔ نان بائی روٹیاں تنور میں لگا کر سو گیا ۔ جس کی وجہ سے بہت سی روٹیاں جل گیئں ۔ شہزادہ کے فرستادے جب روٹیاں لینے آئے تو جلی ہوئی روٹیاں دیکھکر آگ بگولہ ہو گئے ۔ اور نان بائی کے گلے میں دستار کا پیچ ڈالکر کشاں کشاں لے جانے لگے ۔ راستہ میں حضرت قطب مل گئے ۔ دریافت کیا کیا معاملہ ہے ؟ ملازمین نے سارا واقعہ بیان کر دیا ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اگر تمہاری جلی ہوئی روٹیاں درست ہو جائیں تو تم اس غریب کو چھوڑ دوگے ۔ ملازمین حیرت سے منھ دیکھنے لگے ۔ آپ نے فرمایا ۔ بے وقوفو ! اللہ تعالےٰ مردے کو زندہ کر دیتا ہے ۔ تمہاری جلی ہوئی روٹیاں بھی ٹھیک کر دے گا ۔ جب ملازمین نے یہ سنا تو ان پر ہیبت طاری ہو گئی اور بولے اے شیخ ! ہم آپ کے کہنے سے اس نان بائی کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ اب آپ بھی ہمارا کام کیجئے ۔ قطب صاحب نے تنور پہونچ کر سب روٹیاں اٹھا کر تنور میں ڈال دیں ۔ تھوڑی دیر بعد جب روٹیاں نکالی گیئں تو سب روٹیاں ایک سی تھیں ۔ بہت اچھی اور سکی ہوئی تھیں ۔

یہ کرامت دیکھکر ملازمین قطب صاحب کے قدم پر گر پڑے اور معافی مانگنے لگے۔ آپ نے معاف فرمایا۔

وصال خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا فیض دہلی سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا۔ سلطان شمس الدین التمش نے آپ سے نعمت ظاہری کے علاوہ نعمت باطنی کی بھی عظیم دولت پائی۔

آپ کا وصال محفل سماع میں ہوا۔ تین روز تک محفل سماع گرم رہی اور خواجہ کے وجد و حال کا یہ عالم تھا کہ جس وقت صلاح الدین و نصیر الدین قوال نے یہ بیت شروع کی ہے۔ ع

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

پہلے مصرعہ میں جسم مبارک زمین سے بلند ہوجاتا اور دوسرے مصرعہ پر جسم زمین پر آجاتا۔ تین روز میں آپ کے وجد و حال کی کیفیت اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں گونج گئی اور جلیل القدر اولیاء اس محفل میں حاضر تھے۔ اسی حالت میں آپ کا وصال ہوگیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ نماز کیلئے میدان میں لایا گیا۔ ہزاروں اور لاکھوں کا مجمع تھا۔ صدہا اصفیاء، علماء، مشائخ، خواتین افراد شاہی فقراء، امراء موجود تھے حضرت خواجہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مجمع کو مخاطب کر کے اعلان کیا کہ حضرت قطب الاقطاب کی یہ وصیت ہے کہ نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جو حیا ناگ بھی فعل حرام کا مرتکب نہ ہوا ہو جسکی عصر کی سنتیں بھی کبھی قضا نہ ہوئی ہوں۔ جسکی نماز و جماعت پنجگانہ میں تکبیر اولیٰ کبھی ترک نہ ہوئی ہو۔ اس اعلان کے بعد سارے مجمع پر سکوت طاری تھا۔ لیکن حضرت شمس الدین التمش یہ کہکر آگے بڑھے کہ پیرو مرشد نے اپنے غلام کا یہ ذرہ فاش کردیا اور نماز جنازہ ادا کی۔

۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو مہرولی دہلی کی زمین میں آپ کا جسم نورانی سپرد خاک کردیا اور آج تک دنیا اپنی روحانی پیاس بجھارہی ہے۔

خلیفۂ اعظم

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر دہلی تشریف لائے، اور ۵ رمضان المبارک ۵۸۴ھ کو حضرت قطب صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، اور پیر و مرشد کے حکم سے شرقی دروازے کے قریب ایک حجرہ میں ریاضت شروع کی۔ ہفتہ میں دو بار پیر و مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ اسی دوران میں آپ نے چلہ معکوس اور سخت ریاضتیں کیں۔ جس وقت بابا فرید چلے میں مشغول تھے اسی دوران سرکار غریب نواز دہلی قطب صاحب کے پاس تشریف لائے۔ قطب صاحب نے اپنے تمام مریدوں کو پیر و مرشد کی بارگاہ میں پیش کیے۔ ہر مرید نے حسب استعداد روحانی نعمت حاصل کی۔

حضرت غریب نواز نے فرمایا اور کوئی مرید تو نہیں رہ گیا ہے۔ قطب صاحب نے فرمایا ہاں ایک مرید رہ گیا ہے جو چلہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ سرکار نے خواجہ سے فرمایا۔ چلو انھیں دیکھ کر آئیں۔ جب یہ دونوں بزرگ بابا فرید کی قیام گاہ پر پہونچے تو کثرت ریاضات و مجاہدات سے حضرت بابا فرید میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تھی۔ استقبال و تعظیم میں کھڑے نہ ہو سکے۔ آنکھوں میں آنسو بھر کر قدموں پر سر رکھ دیا۔ یہ حالت دیکھ کر سرکار غریب نواز نے فرمایا۔ بختیار! اس نوجوان کو کب تک مجاہدوں کی آگ میں جلائے گا۔ آؤ ہم تم دونوں مل کر اس کو کچھ عطا کر دیں۔ اس کے بعد بابا صاحب کا ایک بازو سرکار غریب نواز نے تھاما۔ دوسرا بازو قطب صاحب نے پکڑ کر کھڑا کیا۔ سرکار غریب نواز نے آسمان کیطرف روئے انور اٹھا کر فرمایا۔

یاجل جلالہٗ! فرید کو قبول فرما کر درویش کامل کا مرتبہ عطا فرما۔

ندا آئی ——— ہم نے قبول کیا۔ یگانۂ روزگار ہوگا۔

یہ غیبی آواز سنکر بابا فرید پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت قطب صاحب نے بابا کو اسم اعظم تعلیم فرمایا۔ تمام علوم لدنی منکشف ہو گئے۔ اس کے بعد سرکار غریب نواز نے بابا صاحب کو خرقہ عطا فرمایا۔ حضرت قطب صاحب نے دستار اور دیگر لوازمات خلافت دیکر خلافت عطا فرمائی۔ اسطرح بابا صاحب کو چشت کے دو بادشاہوں کی طرف روحانی سلطنت ملی۔

درس عبرت

(۱) معاشرت (۲) اخلاق (۳) صفات عالیہ (۴) عبادت

عبادت مراۃ الابرار میں ہے کہ حضرت قطب صاحب علاوہ فرائض پنجگانہ کے دن رات میں تقریباً تین سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ قرآن کریم کا ختم کرنا روزانہ کا معمول تھا۔ رات کو سوتے وقت تین ہزار بار یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

اللّٰھم صل علی محمد عبدک و نبیک و رسولک النبی الامّی واٰلہٖ وسلم۔

اسطرح سالک السالکین میں مذکور ہے کہ ایک رات خواجہ قطب صاحب قاضی حمیدالدین ناگوری اور مولانا بدرالدین غزنوی نے ایک پیر پر کھڑے ہوکر ایک رات میں دو قرآن پاک دو رکعت میں ختم فرمایا۔ قاضی صاحب نے امامت کی سلام پھیرنے کے بعد ان تینوں بزرگوں نے ایک ہی پاؤں پر کھڑے ہوکر عجز و انکساری سے حق تعالیٰ سے دعا کی۔

یاالٰہ العالمین۔ جو عبادت تیری شایان شان ہے وہ ہم سے کب ادا ہو سکتی ہے تو اپنے فضل و کرم سے ہمیں بخش دے۔ ندا آئی۔ اے دوستو! تم نے میری عبادت خوب کی۔ میں نے تمہیں بخش دیا اور اپنے عشاق میں قبول کر لیا۔ تم اپنی مرادوں کو پہنچے۔

توکّل بابا فرید فرماتے ہیں کہ حضرت قطب الاقطاب ۳۰ برس تک عالم توکل میں رہے۔ خلقت سے عزلت اختیار کیے رہے۔ نذرانہ قبول نہ فرماتے تھے۔ باورچی خانہ کا خرچ کیلئے ضرورت ہوتی خادم قدم بوس ہوکر عرض کرتا۔ آپ مصلے کا کونہ اٹھا کر فرماتے جسقدر خرچ کی ضرورت ہوئے لو۔ مہمانوں کیلئے خرچ کی ضرورت ہوتی تو مصلے کے نیچے سے ایک مٹھی دینار اٹھا کر دے دیتے تھے جس

سے صبح سے شام تک کا خرچہ پورا ہو جاتا تھا۔

فقر و فاقہ

سیر الاقطاب میں ہے کہ حضرت قطب صاحب زہد و قناعت میں درجۂ کمال رکھتے تھے۔ فقر و فاقہ میں یگانۂ وقت تھے۔ آپ کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا لیکن کسی مرید یا کسی شخص پر ظاہر نہ ہوتا تھا آپ کے گھر میں کھانا نہیں پکا۔ اگر کبھی اتفاقاً کسی پر ظاہر ہو جاتا تو آپ کو سخت ملال ہوتا۔

عزلت نشینی

سلسلۃ الذہب میں شیخ نوربخش نے لکھا ہے کہ خلوت اور گوشہ نشینی آپ کی عادت تھی۔ آپ کم کھاتے تھے۔ کم سوتے اور کم بولتے تھے۔ لوگوں کی نظروں سے چھپا کر عبادت اور ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ اور حتی الامکان اپنا حال چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ

نام ـــــــ مسعود

لقب ـــــــ فریدالدین، گنجشکر

ولادت ـــــــ ۵۷۵ھ اور بعض نے ۵۶۹ھ لکھا ہے۔

والد ماجد ـــــــ شیخ جمال الدین سلیمانی

والدہ ماجدہ ـــــــ بی بی مریم خاتون

آپ کا نسب نامہ پدری امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب تک پہونچتا ہے۔

لقب کے وجوہات بابا فریدالدین عطار نے آپ کو فریدالدین کا نام عطا کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو فریدالدین کا لقب بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا۔

گنجشکر ایک سوداگر شکر لادے جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے شکر مانگا۔ اس نے کہا۔ یہ سب نمک ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا نمک ہی ہوگا۔ وہ سوداگر جب منزلِ مقصود پر پہونچا تو واقعی سب کا سب نمک تھا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے فرمایا شکر ہو جائے گی اور وہ سب نمک شکر ہو گیٔ۔ اسی روز سے آپ گنجشکر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

(۲) دہلی میں زور کی بارش ہو رہی تھی۔ آپ اپنے مرشد سے ملاقات کیلئے کھڑاؤں پہنے روانہ ہوئے۔ سات روز سے کچھ کھایا نہ تھا۔ پاؤں پھسل گیا اور آپ کے منھ میں تھوڑی کیچڑ جا پڑی وہ کیچڑ ہی خداوند تعالیٰ کے حکم سے شکر ہو گئی۔ جب آپ اپنے پیر خواجہ قطب الدین کی قدم بوسی کی تو انھوں نے فرمایا جب کیچڑ تمہارے منھ میں پہنچ کر شکر ہو گئی تو خداوند تعالیٰ نے تیرے وجود کو شکر بنایا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ تجھ کو ہمیشہ میٹھا رکھے گا۔ اس کے بعد آپ جہاں بھی جاتے لوگ کہتے شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر آئے ہیں۔

تعلیم و تربیت والد کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا۔ پندرہ سال کی عمر میں ملتان تشریف لائے اور مولانا منہاج الدین ترمذی سے فقہ کی مشہور کتاب "نافع" پڑھی اور علوم دینیہ حاصل کئے پھر قندھار جاکر پانچ سال قیام فرمایا تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، صرف، منطق وغیرہ میں اعلیٰ قابلیت حاصل کی۔

بیعت و خلافت آپ ۵۹۰ھ میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی بیعت سے مشرف ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ ۵۹۵ھ میں دہلی تشریف لائے اور غزنی کے دروازے کے قریب ایک حجرہ میں رہنے لگے۔ بعد ازاں خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت

قطب الدین بختیار کاکی نے اپنا خاص مصلیٰ اور عصاء آپ کو عنایت کیا۔ اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا ــــــــ

میں تمہاری امانت یعنی سجادہ، دستار اور نعلین جو کہ دست بدست پیران چشت سے مجھکو پہنچی ہیں قاضی حمید الدین ناگوری کے سپرد کردوں گا اور جب تم پانچویں روز (وفات کے) ہانسی سے میری قبر پر آؤ گے تو یہ امانت تم کو پہنچا دیں گے۔ اسی فرمان کے مطابق قاضی حمید الدین ناگوری اور حضرت بدر الدین غزنوی نے وہ تمام تبرکات آپ کے سپرد کیے۔ آپ نے پیر و مرشد کا خرقہ پہنا، مصلیٰ پہ دوگانہ ادا کیا اور پیر و مرشد کے مکان میں قیام کیا۔ پھر دہلی سے ہانسی روانہ ہو گئے اور وہاں پہونچکر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

عبادت و ریاضت

آپ خود فرماتے ہیں ــــــــ

میں بیس برس عالم تفکر میں کھڑا رہا۔ بالکل نہیں بیٹھا۔ میرے پاؤں سوج گئے اور ان سے خون بہتا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ بیس سال میں میں نے کچھ کھایا ہو یا نہیں۔ آپ نے چلہ معکوس بھی کیا ہے اور صوم داؤدی بھی رکھا ہے۔

ازواج و اولاد

آپ نے چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی بی بی غزیزہ سے ہوئی، یہ سلطان غیاث الدین بلبن کی صاحبزادی تھیں۔ دوسری شادی بی بی کلثوم سے ہوئی، جو شیخ نصر اللہ کی والدہ ہیں۔ تیسری شادی بی بی شادرسے ہوئی اور چوتھی شادی بی بی سکر سے ہوئی۔ آپ کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ نام یہ ہیں۔

صاحبزادگان	صاحبزادیاں
خواجہ نصیر الدین	بی بی مستورہ
شیخ شہاب الدین	بی بی شریفہ
شیخ بدر الدین	بی بی فاطمہ
شیخ نظام الدین	... ...
شیخ یعقوب	... ...

وفات یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کہتے ہوئے ۵ محرم الحرام ۶۷۰ھ کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے۔ بعض نے ۶۶۴ھ لکھا ہے۔ مزار پاک پاک پتن میں ہے۔

خلفاء آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ بدرالدین آپکے سجادہ نشین ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کے خلفاء پچاس ہزار سے زیادہ تھے۔

(صفات الکاملین)

مشہور خلفاء مندرجہ ذیل ہیں۔

شیخ نصیر الدین	شیخ زکریا
شیخ نصر اللہ	شیخ زین الدین دمشقی
شیخ بدرالدین سبحان	شیخ بابا ہار
شیخ شہاب الدین	جمال کابلی
شیخ نظام الدین	شیخ جلال الدین
شیخ یعقوب	شیخ صدر دیوانہ
حضرت بدرالدین اسحاق (آپکے داماد)	شیخ رکن الدین
شیخ نجیب الدین متوکل (چھوٹے بھائی)	علی احمد صابر (آپکا بھانجہ)
جمال الدین ہانسوی	حضرت نظام الدین اولیاء
شیخ محمد سراج علی	شیخ علی شکر بار

آپ کے وصال کے بعد حضرت نظام الدین اولیا اجودھن آئے تو آپ کے داماد حضرت بدرالدین اسحاق نے آپ کی وصیت کے مطابق جامہ ان کو دیا۔

آپکی سیرت آپ ریاضت، عبادت، فقر اور ترک و تجرید میں یگانہ تھے۔ شہرت پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ کو استغراق بہت تھا۔ قناعت، توکل، تقویٰ، ورع، عشق، ذوق و شوق کا مجسمہ تھے۔

پوشاک شکستہ ہوتی تھی۔ اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے جو کچھ آتا خرچ کر دیتے۔

آپ ایک فصیح و بلیغ عالم بھی تھے۔ آپ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "فوائد السالکین" میں اپنے مرشدِ کامل کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے۔

آپ کی کرامت ایک مرتبہ چھ درویش آپ کے پاس آئے اور عرض کیا۔ مسافر ہیں زادِ راہ چاہیئے۔ اس وقت آپ کے سامنے چند خرمے رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے وہ خرمے اٹھا کر دے دیے۔ ان درویشوں کو ناگواری ہوئی کہ بجائے زادِ راہ کے خرمے دے۔ انھوں نے ان خرموں کو پھینکنا چاہا۔ پھینکتے وقت جو ان کی نظر خرموں پر پڑی تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ سب خرمے زرِ خالص ہو گئے تھے۔

شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

نام ———— محمد ابن علی البخاری

لقب ———— سلطان المشائخ، زرزرین بخش، محبوب الٰہی، نظام الدین اولیاء

ولادت ———— ۲۷ صفر ۶۳۶ھ بروز چہارشنبہ بوقت صبح صادق

مولد ———— بدایوں

وفات ———— ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ بروز چہارشنبہ

نمازِ جنازہ حضرت شیخ رکن الدین بہاؤ الدین زکریا نے پڑھائی۔

تعلیم و تربیت

سیر الاولیا میں ہے کہ ابھی شیخ عالم طفولیت ہی میں تھے کہ آپ کے والد گرامی بیمار ہو گئے۔ ایک شب کو آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ فرما رہے ہیں کہ دو میں سے صرف ایک کو اختیار کر سکتی ہو۔ خواجہ احمد کو یا بیٹے کو۔ اس پاک دامن بی بی نے بیٹے کو ترجیح دی۔

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ کی یہ قربانی تاریخ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہ ہی وہ مقدس مائیں تھیں جن کی گودوں میں پلے ہوئے شیر اسلامی دنیا کی عظمت و شوکت میں چار چاند لگا دیتے تھے۔ شیخ کی روحانی برکتوں اور اسلامی فیاضیوں سے ہندوستان میں اسلام کی جو تبلیغ ہوئی اسکے مقابلہ میں سلاطین دہلی کی "تیغ و سناں" کی ضرب نہیں ٹھہر سکتی۔ سلطان المشائخؒ کو ان کی والدہ نے مکتب میں بٹھایا۔ مکتب میں آپ نے قرآن پاک ختم کر کے حفظ بھی کر لیا۔ دیگر علوم نقلیہ کی تحصیل بھی کی اور تیرہ سال کی عمر میں علم فقہ کی تشنگی سے سیراب ہونے کیلئے دہلی تشریف لائے۔

دہلی میں شمس الملک صدر ولایت تھے۔ مقامات حریری کے چالیس ابواب ان سے پڑھے اور علم حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ بہت ذہین اور تیز طبع تھے۔ علمائے دہلی نے آپ کو مولانا نظام الدین بحاث، محفل شکن خطاب دیا۔ علم تفسیر و حدیث و ہیئت و ہندسہ و فقہ و اصول فقہ میں دست گاہ کامل حاصل کی۔ علم حدیث مولینا کمال الدین سے حاصل کی جو اس زمانہ میں بڑے محدث تھے۔

پیرو مرشد کی خدمت میں

علوم ظاہری کی تکمیل کر کے جب کہ آپ کی عمر بیس ۲۰ تھی اپنے پیرو مرشد حضرت بابا فرید الدین گنجشکر کے حضور حاضر ہوئے تاکہ علوم باطنی کی تحصیل میں کمال پیدا کریں۔

راحت القلوب میں ہے کہ سلطان المشائخؒ پہلی بار بابا فرید الدین والملت کی خدمت میں سات مہینہ سترہ روز بیعت رہے اور آپ نے بیعت و خلافت سے مشرف فرمایا۔ اس روز بہت سے درویش اور صالحین بھی موجود تھے حضرت شیخ الشیوخ زبان مبارک پر لائے کہ ہندوستان کی ولایت میں نے نظام الدین کو بخشی اور اپنا

صاحب سجادہ کیا اور اس ملک کو ان کی پناہ میں چھوڑا۔ میں نے سر زمین پر رکھا۔ حکم ہوا کہ اے جہاں گیرِ عالم سر اٹھا۔ میں نے سر اٹھایا۔ آپ جو دستار مبارک خواجہ قطب الاقطاب کی سر مبارک پر رکھتے تھے میرے سر پر رکھی اور خرقہ خاص کو اپنے دست اقدس سے مجھ کو پہنایا اور نعلین اور عصا دیا۔ اور فرمایا دوگانہ شکرانہ ادا کرو اور خود بھی بہ سمت قبلہ ہوئے اور آسمان کی طرف دیکھا۔ الٰہی اس بیچارے نظام کو میں نے تیرے سپرد کیا اور فرمایا۔ اے نظام! جاؤ ملک ہند کو لو میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا (اسوقت) بابا فرید اجودھن میں تشریف رکھتے تھے۔ اس کے بعد خلافت نامہ مولانا بدرالدین اسحٰق سے لکھا کہ مجھکو عطا فرمایا کہ مولانا جمال ہانسوی کو ہانسی میں دکھلانا اور فرمایا تم میری موت کے وقت حاضر نہ ہوگے اور میں بھی اپنے شیخ خواجہ قطب الدین کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا۔ اور میرے شیخ بھی بوقت رحلت خواجہ خواجگان حضرت معین الدین قدس سرہٗ کے حاضر نہ تھے۔ اس کے بعد فرمایا۔ آج رحمت عالم صلی اللہ علیہ کا عرس ہے۔ تم کو چاہیئے میرے مہمان رہو۔ کل روانہ ہونا۔ دوسرے روز حضرت خواجہ نے مجھکو طلب فرمایا اور گلے لگا کہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا۔ مولانا نظام الدین کو بفرمان خدائے تعالیٰ ولایت ہندوستان دی اور میں نے اپنا صاحب سجادہ کیا اور فرمایا جاؤ میں نے تمکو خدا تعالیٰ کے سپرد کیا۔ بندہ آداب کی شرطیں بجالایا اسی وقت دہلی روانہ ہوا۔

پیر و مرشد کا دنیا سے رحلت فرمانا

جب حضرت بابا فرید الدین کے وصال کا وقت آیا تو سید محمد کرمانی موجود تھے۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ یہ پیرہن اور عصا اور مصلےٰ اور نعلین محبوب الٰہی کو دینا اس کے لائق اور کسی کو نہیں پاتا ہوں۔ جب حضرت محبوب الٰہی کو اپنے پیر و مرشد کے وصال کی ملی تو اسی وقت اجودھن شریف کا ارادہ کیا اور مرقد انور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مولانا بدرالدین اسحٰق نے محبوب الٰہی کو وہ پیرہن مبارک عطا، مصلےٰ اور نعلین سونپا۔ بروز بیعت جو خرقہ ملا تھا وہ خرقہ ارادت تھا اس کے بعد سات ماہ سترہ

روز خدمت شریف میں حاضر رہنے کے بعد جو خرقہ عطا ہوا وہ خرقہ خلافت تھا اور وصال کے وقت جو خرقہ عطا ہوا اسکو خرقۂ معراجیہ کہتے ہیں ۔ یہ خرقہ بہت متبرک تھا یہی خرقہ حضرت محبوب الٰہی نے بوقت وصال مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کو مرحمت فرمایا تھا اور وہ آخر وقت میں اپنے ہمراہ قبر شریف میں لے گئے ۔

کرامات

تذکرۃ الاتقیاء میں ہے کہ ایک بار شہنشاہ تغلق نے اعلان کرادیا کہ کوئی بھی دوکان دار سلطان المشائخؒ کے خادموں کے ہاتھ سودا فروخت نہ کرے پھر میں دیکھوں کہ شیخ فرید کا عرس کہاں سے کرتے ہیں اور ان کا لنگر خانہ کہاں سے جاری ہوتا ہے ۔ جب عرس کا زمانہ آیا سلطان المشائخؒ نے دوسروں کی دعوت کی اور مجلس سماع آراستہ کیا گیا ۔ دہلی کے یاروں کو حیرت تھی کہ کھانا کہاں سے آئے گا لیکن جب مجلس اختتام پہ ہوئی چند کشتیاں دریائے جمنا میں نمودار ہوئیں جو کہ بلوری قابوں سے جن میں طرح طرح کے کھانے سجے ہوئے تھے لبالب بھری ہوئی تھیں ۔ خانقاہ مبارک کے نیچے خود بخود آکر لگ گئیں ۔ سلطان المشائخؒ نے خواجہ اقبال کو فرمایا ۔ لاؤ اس کھانے کو اور تقسیم کر دو ۔ انہوں نے اسکو مجلس میں تقسیم کر دیا اور چند قابیں کھانوں سے بھری ہوئیں بادشاہ کو بھی بھیجیں ۔ بادشاہ نے جب اُن کھانوں کو دیکھا تو اپنی عمر میں کبھی اس نے اس قسم کے کھانے کو دیکھا بھی نہ تھا اور نہ سنا تھا ۔ اپنے کئے پر بہت نادم ہوا ۔

(۲) بدر الدین غوق کہتے ہیں کہ ایک رات خانقاہ میں جاگ رہا تھا دیکھا کہ غیب سے ایک شتر ظاہر ہوا اور حضرت کے مکان کے نیچے آکھڑا ہوا ۔ حضرت دریچہ سے اس شتر پر سوار ہوئے اور ہوا کا راستہ لیا ۔ یہ دیکھکر میں بیہوش ہوگیا ۔ ایک عرصہ کے بعد جب ہوش آیا میری نیند جاتی رہی اور جاگتا رہا ۔ میں نے دیکھا کہ آخر شب میں وہ شتر پھر آیا اور دریچے کے نیچے کھڑا ہوگیا ۔ حضرت دریچے کی راہ اندر تشریف لائے اور وہ شتر غائب ہوگیا ۔

(۳) سیر الاولیاء میں ہے کہ شیخ نجم الدین اصفہانی مکہ میں مقیم تھے

آپ شیخ کامل حال تھے۔ مجاوران مکہ نے شیخ سے پوچھا اسکی کیا وجہ ہے کہ شیخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا، جو اسوقت مقتدائے وقت ہیں عالم کو رشد وہدایت دیتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی زیارت کو کیوں نہیں آتے۔ شیخ نے فرمایا۔ وہ بیشتر اوقات نماز صبح کی خانہ کعبہ میں میرے ساتھ گذارتے ہیں اور جماعت میں میرے ساتھ موافقت کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ جب حضرت محبوب الٰہی کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اختیار دیا ہے کہ ہندوستان میں رہ کر اوقات نماز صبح کعبہ مقدس میں ادا کر سکتے ہیں تو سوچیے کہ پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے اختیارات دیے ہوں گے۔ اس لیے جو یہ کہے کہ جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مالک ومختار نہیں۔ وہ گمراہ بددین ہے۔

(ماخوذ از محبوب الٰہی)

وصال

۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کی صبح آپ کا وصال ہوا نماز جنازہ حضرت شیخ رکن الدین بہاء الدین زکریا نے پڑھائی۔ کئی لاکھ آدمیوں نے آپکی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی۔ جب سلطان المشائخ کو قبر شریف میں رکھا گیا تو آپ کی وصیت کے مطابق خرقہ شیخ العالم فریدالدین گنجشکر کا جسم مبارک پر ڈالا اور مصلی سر کے نیچے رکھا گیا اور عصا برابر رکھا گیا۔ کہ وہ خرقہ متبرکہ بلا تحریک شخصے خود بخود حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلوی کے زیب جسم ہوگیا۔ قبر شریف میں رکھنے کیلیے حضرت شاہ رکن الدین اترے۔ دیکھا کہ حضرت کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں گویا محو جمال ہیں۔ قبر میں رکھنے کے وقت شیخ رکن الدین پہ تجلیات ربانی کا ظہور ہوا یا آپ نے کیا دیکھا جس کی تاب نہ لاسکے اور بیہوش ہو گئے۔ ۱۸ ربیع الثانی بعد نماز ظہر دفن کیا گیا۔ مزار پاک غیاث پورا ہی خانقاہ میں ہے۔

آپکے خلفاء

آپ کے خلفاء کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ آپ نے صرف دکن کی اصلاح وتربیت کیلیے سات سو خلفاء (مریدین) روانہ فرمائے۔ ہزاروں سے اوپر بتائے جاتے ہیں مشاہیر خلفاء حسب ذیل

ہیں۔

خلفاء	مزار پاک
(۱) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی	دہلی
(۲) " شیخ سراج الدین عثمانی	لکھوتی
(۳) " خواجہ امیر خسرو	درگاہ محبوبی
(۴) " خواجہ قطب الدین منور	ہانسی
(۵) " خواجہ برہان الدین غریب	دولت آباد
(۶) " مولینا فخر الدین زرادی	غرق سمندر
(۷) " مولینا علاؤ الدین نیلی	درگاہ محبوبی
(۸) " شیخ حسام الدین ملتانی	گجرات
(۹) " مولینا وجیہ الدین یوسف ثانی	چندیری
(۱۰) " شیخ شہاب الدین امام	لاڈو سرائے

جائے عبرت

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کی پوری زندگی باعث عبرت ہے۔ آپ دنیا میں رہے لیکن اپنے کو ایک مسافر کیطرح رکھا۔ آپ نے اس دنیا سے دل نہ لگایا بلکہ اپنے کو خالق کیطرف رکھا اور اہل جہان کو بھی اسی کیطرف بلاتے رہے۔ دولت و ثروت سے آپ ہمیشہ بیزار رہے۔ آپ چاہتے تو دولت کے ڈھیر جمع کر سکتے تھے مگر آپ نے ہمیشہ فقراء و مساکین پہ صرف کیا اور ایک حبہ بھی بچا کر نہ رکھا۔ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، اتباع شریعت رب العلمین کے احکام کی بجا آوری، ریا و نمائش سے احتراز۔ یہ ہی وہ افعال و کردار ہیں جو آپ کی زندگی کے نمایاں پہلو ہیں۔ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء و مریدین نے اسی پہ چل کر اپنی معراج حاصل کی۔

اسلئے، بزرگوں سے صحیح محبت اور سچا عشق جب ہی سمجھا جائیگا جب ان کے نقوش کو اپنایا جائے۔ انکے کردار میں اپنا کردار ڈھال دیا جائے۔ انکی اتباع کی جائے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبیست

حضرت علاؤالدین علی احمد صابر
رحمۃ اللہ علیہ

نام ________ علی احمد

خطاب ________ مخدوم، صابر

لقب ________ علاؤالدین

ولادت ________ ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ

مولد ________ ہرات

وفات ________ ۱۳ ربیع الاول ۶۶۹ھ

مدفن ________ کلیر شریف

والد ماجد ________ حضرت عبدالرحیم

والدہ مشفقہ ________ حاجرہ، لقب جمیلہ خاتون

سلسلۂ نسب

والد ماجد کیطرف سے آپ سید ہیں اور غوث اعظم حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور والدہ ماجدہ کیطرف سے آپ کا سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب پر منتہی ہوتا ہے۔

ظہور قدسی کی بشارت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کشف الغیوب میں تحریر فرمایا ہے کہ شب جمعہ ۱۱ رجب ۱۴۰۷ھ میں تلاوت و درود شریف میں مشغول تھا تقریباً نصف شب ختم ہو چکی تھی۔ نیند کا غلبہ شروع ہوا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ معمول کے مطابق تلاوت کر لی جائے مگر لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ مجبوراً توجہ کشف باطن کی طرف ہوئی۔ الہام ہوا۔ اسوقت تلاوت چھوڑ کر عالم رویا کیطرف متوجہ ہو جاؤ۔ اسی کیفیت میں عالم ملکوت منکشف ہوا اور جلد ہی عالم ملکوت سے عالم جبروت کیطرف منتقل ہو گئے۔ عالم رویا میں ایک باغ نظر آیا جس کے ہر درخت پر انوار قدس کی تجلیاں نظر آرہی تھیں۔ بعض ملائکہ تسبیح و تقدیس میں مشغول تھے۔ بہت سے انبیاء کرام اور اولیاء کی روحیں موجود تھیں۔ میں انھیں حالات کے مشاہدہ میں غرق تھا۔ انس ابن مالک رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور کہا شہنشاہ دوجہاں آپ کے انتظار میں ہیں۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ایک وسیع میدان میں ایک شاندار خیمہ موجود تھا اور اس کے وسط میں ایک تخت بچھا ہوا تھا جس پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھکر سرکار نے ارشاد فرمایا۔ فرزند! بہت جلد تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔ جو واقعہ تمہارے مشاہدے میں آرہا ہے اسے عالم ناسوت میں قلمبند کر دینا۔ یہ ارشاد سنکر میں آداب بجالایا۔ حضور نے مجھے قریب بیٹھنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر کے بعد دو روحیں تخت کے قریب آگئیں۔ ایک کا رنگ مثل الماس کے منور تھا۔ دوسری روح جو کسی قدر پیچھے تھی اس کا رنگ مثل یاقوت کے تھا۔ پہلی روح کو حضور نے سیدھے زانو پر بٹھالیا اور دوسری روح کو الٹے زانو پر بٹھایا اور حضور نے پہلی روح کے متعلق فرمایا۔ اس کا نام عالم ناسوت

میں عبدالقادر محی الدین ہوگا۔ اس کا مرتبہ عظیم ہے اس کے اثر سے اسلام مستحکم ہوگا پھر دوسری روح کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ان کا ظہور عبدالقادر کے بعد ہوگا اور عالم ناسوت میں ان کا نام علی احمد صابر ہوگا۔ اس کے اندر شان جلال زیادہ ہوگی اور یہ حق کے دشمنوں کی تخریب کریگا۔ اس کے بعد مجھے حالت نوم سے افاقہ ہوا۔

ولادت جب آپ پیدا ہوئے، تو بسری بنت ہاشم دایہ نے بغیر وضو کے غسل دینا چاہا۔ اس کے جسم میں آگ سی لگ اٹھی۔ اس نے مادر مخدوم سے عرض کیا یہ کیا ماجرا ہے۔ ماں نے فرمایا تجھے معلوم ہو یہ بچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہے جلد وضو کر اسکے بعد غسل کا انتظام کر۔ دایہ نے حکم کی تعمیل کی اور اس کی حالت ٹھیک ہو گئی۔ غسل کے بعد سرکار غوث پاک کا کرتہ پہنایا گیا۔ حضرت کا چہرہ یاقوت کی طرح روشن و منور تھا۔ ایک عجیب سی خوشبو سارے مکان میں محیط ہو گئی۔ آہستہ آہستہ یہ خوشبو پورے شہر میں پھیل گئی۔

نماز ظہر کے بعد رجال الغیب اور اغواث و اقطاب کی پاک روحیں جلوہ فگن ہوئیں۔ اور صابر پاک کی پیشانی کا بوسہ دیا۔

بچپن زندگی کے پہلے سال آپ ایک روز دودھ پیتے تھے اور دوسرے دن دودھ نہیں پیتے تھے۔ گویا اس دن روزہ سے رہتے تھے۔ جب زندگی کا دوسرا سال شروع ہوا تو تیسرے دن دودھ پیتے تھے گویا دو دن روزے سے رہتے تھے۔ جب آپ ڈھائی سال کے ہو گئے۔ دودھ پینا چھوڑ دیا۔ جب آپ کا چوتھا سال شروع ہوا اور آپ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا۔ لا موجود الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں)۔ آپ جب چھ سال کے ہوئے کھانا پینا برائے نام رہ گیا۔ رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذارنے لگے جب ساتواں سال شروع ہوا پابندی سے نماز تہجد شروع کر دی۔

بیعت و خلافت والد ماجد کا وصال ہو جانے کے بعد (جب آپکی عمر ۵ سال تھی والد کا وصال ہو گیا تھا) والدہ محترمہ آپ کو لیکر بابا فریدالدین کی خدمت میں پاک پٹن شریف حاضر ہوئیں اور بابا سے عرض کیا اس بچہ کو آپ کی

غلامی کیلئے لائی ہوں ۔ قبول فرمائیں ۔ بابا نے مخدوم صابر کو سینے سے لگا کر فرمایا ۔ بہن میں تمہارا احسانمند ہوں کہ تم نے ایک جوہر کامل اور ایک بدر منیر مجھے دیا ہے ۔ بابا صاحب کے ملفوظات میں ہے کہ صابر اکثر روزے سے رہتے تھے ۔ چوتھے پانچویں روز روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے ۔ اکثر حالت وجد طاری رہتی تین سال میں علوم کی تکمیل کرالی جسے لوگ دس سال میں حاصل نہیں کر سکتے تھے ۔ ۲۵ شوال ۶۰۳ھ کو مخدوم کو اپنے ہاتھ پہ بیعت کیا اور حکم دیا لنگر خانہ سے فقراء و مساکین کو لنگر تقسیم کیا کرو ۔

۱۴ ذو الحجہ کو ۶۵۰ھ کو خرقۂ خلافت عطا کیا ۔

صابر کی وجہ تسمیہ

بابا فرید الدین نے آپ کو لنگر تقسیم کرنے کی خدمت آپ کو سپرد فرمائی ۔ آپ نے بارہ سال کے عرصہ میں کچھ نہ کھایا ۔ بابا صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا ۔ علاء الدین احمد صابر ہیں ۔ اسی روز سے آپ صابر کے خطاب سے مشہور ہو گئے ۔

کلیر میں آمد

بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کلیر کی ولایت سپرد فرمائی ۔

اور آپ بحکم اپنے مرشد کامل کلیر پہونچے ۔ کلیر اُس زمانہ میں ایک عظیم شہر تھا ۔ آبادی بھی کافی تھی ۔ علماء و فضلاء اور مشائخ کی ایک بڑی تعداد وہاں موجود تھی ۔ آپ نے وہاں پہنچکر رشد و ہدایت کا کام شروع کیا لیکن رئیس کلیر قاضی شہر پر آپ کی رشد و ہدایت کا کوئی اثر نہ ہوا ۔

جب کلیر کے لوگوں کی نافرمانی و سرکشی حد سے بڑھ گئی اور آپ کو ضبط کی طاقت نہ رہی تو آپ جمعہ کی نماز کے واسطے جامع مسجد گئے اور پہلی صف میں بیٹھ گئے ۔ اتنے میں رئیس کلیر اور قاضی دونوں مسجد آئے اور آپ کو پہلی صف میں بیٹھا دیکھکر آپ کو اور آپ کے معتقدین کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا اور پہلی صف

سے ہٹا دیا۔ آپ وہاں سے اُٹھ کر مسجد سے باہر آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر نہ گذری آپ نے مسجد کیطرف دیکھا اور فرمایا۔ تو نے ان لوگوں کو صحیح سلامت چھوڑ دیا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ مسجد ایک دم گری اور وہ سب کے سب دب کر مر گئے۔

(سیر الاقطاب فارسی صں ۱۸۲)

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب لوگ رکوع میں گئے تو آپ نے مسجد کو حکم دیا کہ وہ بھی سجدہ کرے۔ اس فرمان عالی سے وہ مسجد گری اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

آگ کی بارش

اس واقعہ کے بعد شہر میں تہلکا مچ گیا۔ اس کے بعد آگ کا طوفان اٹھا اور اس نے سرکشوں کو جلا ڈالا۔ حضرت علیم اللہ ابدال کے مکتوب میں ہے کہ جب آگ کا طوفان برپا ہوا حضرت مخدوم گولر کے درخت کے نیچے کھڑے ہوئے۔ بائیں ہاتھ سے گولر کے درخت کی ایک ڈالی پکڑ لی اور سیدھے ہاتھ کو آسمان کیطرف بلند کیا۔ استغراق بدرجہ کمال تک پہنچ چکا تھا۔ کچھ دیر کے بعد یکایک دونوں ہاتھ بے اختیار نیچے آ گئے۔ حضرت نے آنکھیں کھولیں۔ آگ بارہ کوس تک پھیل چکی تھی شعلے آسمان کیطرف جانے لگے۔

شادی

آپ کی والدہ کے اصرار پر بابا فرید الدین نے اپنی لڑکی خدیجہ بیگم عرف شریفہ کا نکاح آپ سے کر دیا تھا۔ آپ اس زمانہ میں بابا صاحب ہی کے پاس اجودھن میں تھے۔ آپکی والدہ ماجدہ نے آپ کے حجرے میں روشنی کی اور دلہن کو حجرے میں لاکر بٹھا دیا۔ جب آپ حجرے میں تشریف لے گئے تو روشنی اور ایک عورت کو بیٹھے دیکھکر متعجب ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ دلہن نے جواب دیا۔ آپکی بیوی ہوں۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک دل میں دو کی جگہ کو محبت دوں ہے میں تو ایک کو دل میں جگہ دے چکا ہوں دوسرے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی حجرے سے ایک آگ نمودار ہوئی جس نے دلہن کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

وفات ۱۳ ربیع الاول ۶۶۹ھ کو واصل بحق ہوئے۔ مزار پُر انوار کلیر میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

خلیفہ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی آپ کے مشہور خلیفہ مقرر ہوئے۔

سیرت آپ میں شان جلالی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ آپ کو فنا اعلیٰ درجہ کی حاصل تھی۔ ریاضت و عبادت و مجاہدہ میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ آپ کے پیرو مرشد کو آپ سے بے پناہ محبت تھی۔ بابا فریدالدین فرماتے تھے۔

علم سینہ من در ذات شیخ نظام الدین بدایونی و علم دل من در ذات شیخ علاء الدین علی صابر سرایت کردہ۔

میرے سینے کے علم نے شیخ نظام الدین بدایونی کی ذات میں اور میرے دل کے علم نے شیخ علاؤالدین علی احمد صابر کی ذات میں سرایت کی ہے۔

اس طرح ڈوب اسمیں اے صابر
کہ بجز ہو کے غیر ہو نہ رہے

آپکا حلیہ میانہ قد، راست قامت، لاغر جسم، بڑا سر، گوش فراخ، بلند پیشانی، درازابرو، جسم مبارک پُر کیف، باریک زبان، دلکش آواز، پائے مبارک نہایت موزوں۔

لباس تہ بند اور خرقہ۔ جوتا نہیں پہنتے تھے۔

خوراک اکثر روزے سے رہتے۔ پانی میں اُبلے ہوئے گولر بغیر نمک ملائے تناول فرماتے۔

مقبولیت آپ کو بارگاہ ایزدی میں مقبولیت حاصل تھی۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ جو کچھ فرماتے ویسا ہی ہوتا۔

شاعری آپ بہترین شاعر بھی تھے۔ فارسی میں آپ کا تخلص اور ہے۔ ہندی میں کہیں صابرؔ اور کہیں علاءؔ الدین ہے۔

کرامت آپ کے خلیفہ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی جب آپ کی خدمت میں رہے تو کئی بار اندھے کئی بار لنگڑے ہوئے۔ جب آپ فرماتے شمس الدین کیا لنگڑا ہو گیا ہے جو چلا نہیں جاتا۔ وہ فوراً لنگڑے ہو جاتے اور فرماتے کیا اندھا ہو گیا ہے۔ وہ فوراً اندھے ہو جاتے۔ پھر آپ ہر مرتبہ ان کے لئے دعا فرماتے اور وہ آپ کی دعا سے پھر اچھے ہو جاتے۔

ملک الشعراء طوطی ہند حضرت ابو الحسن الملقب امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

نام	ـــــــ	ابو الحسن
لقب	ـــــــ	امیر خسرو
ولادت	ـــــــ	۶۵۳ھ
آپ کے والد	ـــــــ	امیر سیف الدین بلخ
مولد	ـــــــ	موضع پٹالی ضلع ایٹہ
برادران		اعز الدین علی شاہ، حسام الدین
وفات امیر خسرو	ـــــــ	۱۸ر شوال المکرم ۷۲۵ھ
کل عمر	ـــــــ	۷۲ سال

ولادت وتعلیم وتربیت

امیر خسرو ناصر الدین محمود غازی کے زمانہ میں ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی۔ تو آپ کے والد بزرگوار فوراً آپ کو لیکر محلے کے ایک مجذوب کے پاس لے گئے۔ مجذوب نے آپ کو دیکھتے ہی کہا۔ اس مشہور زمانہ کو لائے ہو۔ جو خاقانی سے بھی دو قدم آگے ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے برادر کلاں اعز الدین علی شاہ سے پائی۔ ۹ ہی سال کی عمر میں والد ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ لبعدہٗ آپ کی تعلیم وتربیت آپکے نانا نواب عماد الملک کی زیر نگرانی ہوئی۔ جب امیر خسرو خواجہ محبوب الٰہی کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے اسوقت انکی عمر شریف صرف ۸ سال کی تھی۔ جب بیعت ہونے کیلئے حاضر آستانہ ہوئے۔ تو دروازے کے باہر ہی بیٹھ گئے۔ اور دل میں یہ رباعی پڑھی اور کہا اگر محبوب الٰہی شیخ کامل ہیں تو میری رباعی کا جواب دیکر مجھے اندر بلوائیں گے۔

تو آں شاہی کہ بر ایوان قصرت ۔۔۔ کبوتر گر نشیند باز گردد

غریبے مستمندے بر در آمد ۔۔۔ بیاید اندروں یا باز گردد

ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضور محبوب الٰہی کے خادم خاص مبشر باہر آئے اور یہ رباعی پڑھی۔

بیاید اندروں مرد حقیقت

کہ باما یک نفس ہم راز گردد

اگر ابلہ بود آں مرد ناداں

ازاں راہے کہ آمد باز گردد

اور کہا یہاں کوئی ترک آیا ہے۔ حکم ہے کہ اندر آجائے۔ امیر خسرو نے افضل الفوائد میں تحریر فرمایا ہے کہ میں مبشر کے ہمراہ اندر گیا اور سر زمین پر رکھ دیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا خوب آیا اور اچھا آیا اور شفقت فرماتے ہوئے شرف بیعت سے نوازا اور بار یابی خاص اور کلاہ چہار ترکی عطا فرمائی۔

پھر حضور محبوب الٰہی نے آپ پر اتنا کرم فرمایا کہ جس منزل کی حصول میں مہینوں لگ سکتے تھے آپ نے انھیں دنوں میں حاصل کیا اور چالیس سال تک آپ صائم الدہر رہے اور عشق الٰہی کی آگ آپ کے سینے میں اتنی تیز بھڑک اٹھی کہ اس کی سوزش سے جب بھی آپ لباس زیب تن فرماتے سینے کے پاس کا کپڑا جل جاتا۔

بارگاہ مرشد میں مقبولیت

آپ کو اپنے پیر و مرشد سے والہانہ لگاؤ تھا۔ اسی طرح پیر و مرشد کو بھی امیر خسرو سے بے پناہ محبت تھی۔ حضور محبوب الٰہی نے فرمایا۔ اور در قبر من دفن نمایند تا ہر دو یکجا باشیم یعنی اگر شریعت میں اجازت ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ خسرو کو میری قبر میں دفن کرنا۔ بعدہ، آپ نے وصیت فرمائی تھی۔ امیر خسرو میرے بعد زندہ نہ رہ سکیں گے۔ جب وہ وصال فرمائیں میرے پہلو میں دفن کیا جائے، اور میں جنت میں قدم نہ رکھوں گا جب تک امیر خسرو کو نہ ہمراہ لے لوں۔

امیر خسرو شہنشاہ اقلیم سخن

خواجہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کے پرورده امیر خسرو فن شاعری میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور نہ صرف فارسی بلکہ عربی ترکی ہندی ہر زبان میں آپ نے طبع آزمائی کی اور ہر زبان میں انہوں نے اپنے فن کا لوہا منوایا جو چاشنی شیرینی سوز و گداز تراکیب کی بندش سلاست و روانی فصاحت و بلاغت طہارت و پاکیزگی آپ کے کلام میں موجود ہے وہ متقدمین شعراء عرفی، نظیری اور سعدی کے یہاں بھی نہیں پائی جاتی۔ آپ اردو کے امیر کارواں بھی ہیں۔

فن موسیقی سے آپکا شغف

فن موسیقی میں بھی آپ کو انتہائی درجہ کا کمال حاصل تھا۔ اور جب تک آپ کا کوئی ثانی اس فن میں پیدا نہ ہوا آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ ہندوستان کے راگ راگنیوں کے بارے میں کچھ واقفیت حاصل کروں لیکن میں جب ان سے ملا وہ ناقص ہی ثابت ہوئے۔ بندرابن میں ضرور ایک گویا ملا جو اپنے فن میں کس قدر دخل رکھتا تھا۔ آپ

نے خود بھی بہت سی راگیں ایجاد کیں اور پرانے راگوں میں نئی روح ڈالدی سنگیت، خیال، دادرا، ٹھمری، درباری آپ کی فنکاری کی یادگار ہیں۔

علم ظاہر و باطن کے سنگم

آپ کے علمی کمال پر نظر ڈالئے تو کوئی ادیب یا مصنف یا شاعر آپ کے فن کا جواب نہیں پیش کر سکتا اور آپ کے تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت پر نظر ڈالئے تو آپ ایک بڑے عابد و زاہد نظر آتے ہیں اوراد و وظائف کو چھوڑ کر صرف تہجد میں آپ سات پارے روزانہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ ابتک جو تصانیف دریافت ہو سکی ہیں ان کی تعداد نوے بتائی جاتی ہے۔

خواجہ امیر خسرو اگر دن کو امارت اور وزارت کی مسند پر نظر آتے تو شب کو مالک حقیقی کے دربار میں نوافل و تہجد میں مشغول نظر آتے۔ اگرچہ بادشاہوں سے تعلق، امراء سے میل جول رکھتے مگر انھیں کے ہو کر ہرگز ہرگز نہ رہے۔ عزت، حشمت، ثروت سب کچھ رکھتے۔ لاکھوں روپے بھی کماتے لیکن اپنے لئے نہیں بلکہ غرباء و مساکین پر پانی کیطرح بہاتے۔

پیر و مرشد کا وصال

حضور محبوب الٰہی کے وصال کے وقت امیر خسرو موجود نہ تھے بلکہ سلطان محمد تغلق کے ساتھ لکھنوتی گئے ہوئے تھے۔ جب پیر و مرشد کے وصال کی خبر ملی بادشاہ سے اجازت لیکر دہلی پہونچے اور اپنی ساری ملکیت خواجہ محبوب الٰہی کے ایصال ثواب کیلئے فقراء و مساکین پر لٹادی۔ اور خود سیاہ لباس زیب تن فرماکر مزار اقدس پر پہونچے اور سر ٹکرا کر ایک چیخ ماری۔ سبحان اللہ۔ آفتاب زیر زمین اور خسرو زندہ۔ یہ کہکر بے ہوش ہو گئے، اور اس غم میں چھ ماہ تک زندہ رہکر وصال فرمایا۔ اس چھ ماہ میں شب و روز آستانہ عالیہ پر رہ کر جاروب کشی اور چراغ افروزی کی اور دن رات اپنے شیخ کے غم میں روتے رہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ متاخرین میں کوئی اتنا نہیں رویا جتنا امیر خسرو اپنے شیخ کے غم میں روئے۔ حضور محبوب الٰہی کے وصال کے ٹھیک چھ مہینہ بعد ایک دن مزار اقدس

پر حاضر ہوئے، اور یہ شعر پڑھا۔

گوری سوئے سیج پر اور مکھ پر ڈالے کیس
چل خسرو سانجھ بھئی گھر اپنے چو دیس

اور بعدہٗ آپ کا وصال ہو گیا۔

۸ ار شوال ۷۲۵ھ میں آپکا وصال ہوا۔ اپنے بعد آپ نے تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔

مخدوم العالم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی

ولادت و تعلیم و تربیت

شیخ طریقت التقی الاتقیاء، مکارم الاخلاق، مخزن زہد و تقویٰ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے اودھ میں ولادت پائی کیونکہ آپ کے والد بزرگوار سید یحییٰ نے یہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۹ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا۔ بعدہٗ آپ کی والدہ محترمہ نے جو اپنے عبادت و زہد میں یگانہ تھیں آپ کی تعلیم و تربیت کا نظم کیا۔

تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد شیخ کامل کی جستجو ہوئی اور چالیس سال کی عمر میں شیخ الشیوخ حضرت محبوب الٰہی کے دامن سے وابستہ ہوئے، اور رہبر بلیغ ہو کر منازل سلوک طے کئے، اور خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ خواجہ محبوب الٰہی کے خلیفۂ اعظم اور صاحب سر اور وارث احوال تھے۔ حضور محبوب الٰہی کے بعد ہندوستان کی ولایت آپ کی طرف منتقل ہوئی اور آپ کی مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر بتیس سال تک ارشاد و تبلیغ فرمائی۔ اور نہ جانے کتنوں کو منازل سلوک طے

کرا کر واصل الی اللہ کر دیا۔

روشن چراغ کی وجہ تسمیہ

منقول ہے کہ ایک شب حضرت شیخ المشائخ سرکار محبوب الٰہی کا عرس تھا۔ سلطان محمد تغلق نے مارے حسد کے تیل بند کر دیا۔ اسوقت آپ نے چراغوں میں بجائے تیل کے پانی سے پر کرا کر جلوائے۔ اسی روز سے نصیر الدین روشن چراغ مشہور ہو گئے۔ سچ ہے ؎

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے سلطانی

جاہل صوفیا کیلئے عبرت

سیر الاولیاء میں ہے کہ حضور محبوب الٰہی کی مجلس میں مزامیر نہ ہوتا تھا اور نہ تالی بجائی جاتی تھی۔ اگر کوئی شخص خبر کرتا کہ فلاں صاحب مزامیر سے سماع سنتے ہیں آپ فرماتے اچھا نہیں کرتے۔

خیر المجالس میں ہے کہ ایک عزیز نے حضرت چراغ دہلوی سے کہا کہ یہ کہاں جائز ہے کہ مجلس میں مزامیر ہو اور صوفی رقص کریں۔ حضرت نے فرمایا۔ مزامیر بالاجماع مباح نہیں ہے اگر کوئی طریقت سے گرجائے شریعت میں رہے گا اور اگر شریعت سے بھی گرجائے تو پھر کہاں کا رہے گا۔ اول تو سماع میں اختلاف ہے۔ علماء کے نزدیک چند شرطوں کے ساتھ مباح ہے اور سماع مزامیر سے بالاجماع حرام ہے۔

عبرت:۔ یہ اللہ والے چند شرطوں کے ساتھ قوالی سنا کرتے تھے جس سے ان کی روحانیت میں ترقی ہوتی اور آج جاہل صوفیا جو درویش کیلئے ایک کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ اپنے خواہشات نفسانی کی تسکین کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ انھیں اسلاف کے ان مندرجہ بالا واقعات سے عبرت لینا چاہیے۔

وصال جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا آپ نے اپنے خواہرزادوں شیخ زین الدین علامہ شیخ کمال الدین کو اپنے پاس بلاکر وصیت فرمائی کہ جب مجھے قبر میں رکھیں تو میرے شیخ کا خرقہ متبرکہ میرے سینے پر رکھیں اور یہ کاسہ چوبیں میرے سر کے نیچے رکھیں اور اس تسبیح کو میری انگلی میں لپیٹیں اور نعلین و عصا کو قبر میں میرے برابر رکھیں کیونکہ میرے شیخ کی وصیت تھی۔ اس شان کا انسان آج دنیا میں نظر نہیں آتا اور میں نہیں چاہتا کہ مجھے اور میرے شیخ کو کل قیامت میں شرمندہ ہونا پڑے۔ آپ نے جو فرمایا تھا اس پہ عمل کیا گیا۔ ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ میں بہ زمانہ فیروز شاہ تغلق آپ کا وصال ہوا اور جس حجرے میں آپکا وصال ہوا تھا وہیں آپ دفن کئے گئے۔ اور اسطرح سلسلہ چشتیہ کا وہ اولین اور زریں دور جو خواجہ خواجگان سرکار غریب نواز سے شروع ہوا تھا وہ شیخ نصیر الدین چراغ کے وصال پہ ختم ہو گیا۔

سید الشہدا حضرت سیدنا سالار مسعود غازی
رحمۃ اللہ علیہ

نام ——— سید سالار مسعود،

لقب ——— سید الشہدا، سلطان الشہدا، سالار غازی، بالے پیر۔

آپکے والد محترم ——— حضرت سالار ساہو رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ——— یکشنبہ ۲۱ رجب ۴۰۵ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۰۱۵ء

مولد ——— اجمیر شریف

وفات ——— یکشنبہ ۱۴ رجب ۴۱۴ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۰۲۳ء

سلسلۂ نسب حضرت سید سالار مسعود غازی ابن حضرت سالار ساہو ابن حضرت عطا اللہ ابن حضرت طاہر غازی بن حضرت طیب غازی ابن حضرت محمد غازی ابن حضرت عمر غازی بن حضرت آصف غازی بن حضرت لطال غازی بن حضرت عبد المنان غازی بن حضرت امام محمد بن حنیفہ بن امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ۔

ولادت و تعلیم و تربیت سید مسعود غازی بروز یکشنبہ ۲۱ رجب ۴۰۵ھ اجمیر شریف میں پیدا ہوئے۔ جب آپ چار سال کے ہوئے تو اسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی۔ والد بزرگوار نے حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاروی کو آپکا اتالیق مقرر کیا۔ اس موقع پر آپ کے والد نے چار گھوڑے اور بیش قیمت زر و جواہر آپ کے استاد محترم کو بطور نذر گذارے۔

حضرت سید ابراہیم علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ اسلئے انتہائی محنت و جانفشانی سے آپکو علوم ظاہری اور باطنی سے مزین کیا اور نو سال کی خورد سالی ہی میں آپ کو علوم ظاہری و باطنی میں کمال پیدا ہو گیا۔

سلطان محمود غزنوی سے آپ کا تعلق

حضرت سید سالار غازی محمود غزنوی کے حقیقی بھانجے ہیں سلطان محمود غزنوی سلطان سبکتگین کے بیٹے ہیں۔ محمود غزنوی کی ولادت ۳۷۱ھ میں ہوئی۔

سلطان محمود غزنوی نے اپنے والد کے بعد ۳۸۷ھ میں تخت سلطنت پر متمکن ہو کر مسلسل ۳۳ سال تک حکمرانی کی ہے۔ انھوں نے اپنی فاتحانہ شان سے اسوقت کی سربرآوردہ حکمتوں کو پریشان کر ڈالا اور اپنی عظمت کا لوہا سامیوں دیلمیوں، عوزیوں اور آل زیاد ہر ایک سے منوالیا۔

ہندوستان میں سب سے پہلا حملہ ۳۹۰ھ میں کیا۔ یہ حملہ جالوٹی کے مختصر مقابلہ اور چند چھوٹے قلعوں کی تسخیر پر ختم ہو گیا تھا۔

دوسرے سال پھر حملہ آور ہوئے اور راجہ جے پال سے زبردست ٹکراؤ ہوا۔ پیشاور کے آگے راجہ نے شکست کھائی اور گرفتار ہو گیا سلطان محمد نے آگے بڑھکر ویہند پر قبضہ کر لیا۔ راجہ جے پال نے خراج دیکر رہائی حاصل کی۔ اور اس شکست کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ انتظام سلطنت آنند پال کے حوالے کر کے خود چتا میں جلکر مر گیا۔

۳۹۵ھ میں بجی رائے بھیرہ کے حاکم سے جنگ ہوئی۔ ملتان کے حاکم ابوالفتوح نے اس موقعہ پر بجی رائے کی امداد کی تھی۔ یہاں پر بجی رائے کے فرار کے بعد بھیرہ کو سلطنت غزنی میں شامل کر لیا گیا۔ اور سلطان نے موقعہ پاکر ۳۹۶ھ میں ابوالفتوح کی سرکوبی کیلئے نکلا جس سے ابوالفتوح گھبرا اٹھا اور راجہ آنند پال سے مدد کا طالب ہوا مگر آنند پال خود بھاگ نکلا۔ بالآخر ابوالفتوح نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔ اس موقعہ پر آنند پال کے لڑکے سکھ پال نے اسلام قبول کر لیا تھا اور سلطان نے اس کو بھیرہ کا گورنر بنا دیا تھا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد معلوم ہوا کہ سکھ پال اسلام سے منحرف ہو گیا سلطان نے پھر ۳۹۸ھ میں اسکو آلیا اور دوام کی سزا دی۔

آنند پال کو ایک تو اپنے باپ کے خودکشی کا غم تھا ہی دوسرے اپنی شکست، بیٹے کی محبوسی کے غم نے اور نڈھال کر دیا تھا۔ اسلئے جذبہ انتقامی میں اس نے قرب وجوار کے راجاؤں کو جنگ پہ آمادہ کرنا شروع کیا اور ۳۹۹ھ میں پھر میدان جنگ میں آگیا اور اس کے اعانت کیلئے اجمیر، کالنجر، دہلی، قنوج، گوالیار، اجین کے تمام راجہ بھی اتر پڑے۔ اس بار ہندوؤں کا اتنا عظیم لشکر تھا کہ اسکا مقابلہ کرنا نہایت مشکل تھا۔ اگر عین موقعہ پر نصرت خداوندی نے محمود کا ساتھ نہ دیا ہوتا۔

ہوا یہ کہ اتنی زبردست فوج کسی ایک کمانڈر کے نگرانی میں لڑنے کیلئے آمادہ نہ ہوئی اور راجاؤں میں اور ان کی فوج میں انتشار پیدا ہوگیا اور اس عظیم لشکر کو بھی سلطان محمود غزنوی نے شکست کے گھاٹ اتار ہی دیا۔

اس عظیم لشکر پہ فتح حاصل کرنے کے بعد ہندوستان پر سلطان کے فتوحات کا سلسلہ اور تیز ہوگیا۔ اس موقعہ پر بے شمار شاہی خزانے اور مندروں کے اندوختہ جواہرات بھی ہاتھ آئے۔

ان کے علاوہ بھی سلطان نے متعدد حملے کئے اور تمام فتوحات حاصل کرکے جسمیں سومنات کی فتح بھی شامل ہے جو محمود غزنوی نے لوٹا، تو خلیفہ بغداد نے کہف الدولۃ والاسلام کا لقب دیا۔

اجمیر میں سالار ساہو کی آمد

۴۰۱ھ میں مظفر خاں پر اجمیر میں چند راجاؤں کے حملے علم ہوا۔ مظفر خاں جب تنگ آگیا تو اس نے ایک وفد اعانت طلب کرنے کیلئے غزنی بھیجا۔ سلطان نے مشورہ کے بعد حضرت سالار ساہو کو ایک زبردست فوج دیکر ہندوستان بھیجا۔ چار روز مسلسل معرکہ آرائی ہوئی اور ایک زبردست جنگ کے بعد رائے بھیروں لار سوم کرن راجاؤں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بعدہ سالار ساہو نے شہداء کو دفن کیا اور اجمیر آگئے۔ قلعہ کے پاس ایک مسجد تعمیر کرائی اور سلطان کا سکہ چلایا اور مژدہ فتح ریکر پیغام رسانوں کو غزنی بھیجا۔ بادشاہ کو

جب فتح کی اطلاع ملی بیحد مسرور ہوا بعدہٗ ۴۰۱ھ کے بعد جتنی بھی لڑائیاں ہوئی ہیں حضرت سالار ساہو سلطان کے داہنے ہاتھ کیطرح کارفرما رہے اور خوش اسلوبی سے اپنے منصب کو سنبھالتے رہے جس سے سلطان آپ پر بیحد مہربان ہوگیا۔

بھانجہ کا دیدار

والی قنوج کی سرکوبی کیلئے سلطان نے جب ہند کا رخ کیا تو پہلی بار اجمیر میں پیارے بھانجے سید سالار مسعود غازی کو دیکھا۔ کشادہ پیشانی جسے انوار ولایت کا مطلع کہیے دیکھتے ہی سلطان محمود کی عرفان شناس نگاہوں نے سمجھ لیا کہ یہ بلند اقبال فرزند یقیناً بحر معرفت کا غواص ہوگا جس کے فیضان کرم سے گنگ و جمن کی بستیاں سیراب ہوں گی۔

جب ہند سے واپس ہوئے تو بہن بھانجے کو اپنے ساتھ غزنی لیگئے اور سالار ساہو کو ہندوستان کی تمام مفتوحہ علاقوں کا نگران بنادیا جس کا صدر مقام اجمیر تھا جب کاہلیر میں بغاوت ہوئی تو سلطان نے سالار ساہو کو فرمان بھیجا کہ آدھی فوج اجمیر میں انتظام کیلئے چھوڑ کر آدھی فوج کو لیکر کاہلیر روانہ ہوں۔ سالار ساہو نے بہ تدبیر مشوروں اور صاحب الرائے لوگوں کو اجمیر میں سید سالار مسعود غازی کے پاس چھوڑا اور خود کاہلیر پہنچ کر باغیوں کی سرکوبی کی۔

اب چونکہ یہیں قیام کرنا تھا اسلئے حضرت بی بی ستر معلی اور سید سالار مسعود غازی کو کاہلیر بلا بھیجا۔ ماں بیٹے یہاں کچھ دن رہ کر پھر غزنی چلے گئے۔

بدترین سازش ناکام

حضرت سالار ساہو اور سید سالار مسعود غازی کی دن بہ دن مقبولیت بارگاہ سلطانی میں بڑھتی گئی جس سے بعض حاسدین جل اٹھے جنہیں سب سے بڑا حاسد بادشاہ کا وزیر خواجہ احمد بن حسن میمندی تھا۔

جب سید سالار مسعود غازی اجمیر سے کاہلیر جا رہے تھے تو آپ کا قصد

راول سے گذر ہوا۔ یہاں خواجہ احمد کا عزیز شیلوکن رہتا تھا اور یہی لوگ اس قصبہ کا انتظام بھی کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے دعوت کی۔ مصلحتاً آپ نے انکار کر دیا اور قصبہ کے باہر ہی قیام کر کے صبح روانہ ہوئے۔ روانہ ہونے سے پہلے حاکم قصبہ نے دو سو من طرح طرح کی مٹھائیاں بنوا کر ہمراہ کر دیں اور کہا آپ نے ہمارا کھانا نہیں کھایا ہے تو یہی سہی۔ آپ نے خادموں کو مٹھائی لے لینے کا حکم دیکر تاکید فرمادی کوئی بھی زبان پر نہ رکھے۔ چلتے وقت خواجہ احمد کے عزیزوں کو انعام و اکرام سے واپس کیا۔ جب اگلے منزل پر قیام ہوا تو مٹھائی منگا کر ایک کتے کو کھلایا۔ کتا فوراً ہی مرگیا۔ تمام قافلے والوں کو معلوم ہوگیا کہ خواجہ احمد کے عزیزوں نے سرکار غازی کے ساتھ فریب کرنا چاہا تھا مگر معرفت آشنا نگاہوں نے سب کچھ دیکھ لیا اور منع کر دیا کہ اسے کوئی نہ کھائے۔ پورا قافلہ غصہ سے بھر چکا تھا اور ان کی خواہش ہوئی کہ واپس ہو کر شیلوکن کو اس کا مزہ چکھایا جائے۔ اور یہ لشکر پھر راول کیطرف واپس ہوا۔ شیلوکن کو جب پتہ چلا تو وہ سب کچھ سمجھ گیا اور مقابلہ کے لئے فوج لیکر آ کھڑا ہوا۔ مقابلہ کے بعد شیلوکن اور اس کے زن و فرزند سب گرفتار ہو گئے۔ البتہ شیلوکن کا دوسرا بھائی جان بچا کر غزنی جا پہونچا اور احمد میمندی کی معرفت دربار سلطانی میں سید سالار مسعود غازی کی شکایت کر دی کہ انہوں نے بلاوجہ ہمارے گاؤں کو لوٹا اور اہل خاندان کو گرفتار کر لیا ہے۔ سلطان محمود غزنوی پورے واقعات سے بے خبر تھے اور بھانجے کے بارے میں جانے کیا کیا قیاس آرائیاں کر رہے تھے کہ سید سالار مسعود غازی کا فرستادہ پہونچا جس نے پورے احوال بتائے جس سے سلطان کے دل سے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے۔ انھوں نے اپنے دس سالہ بھانجے کی سلامتی، کینہ پردازوں کی ناکامی پر بہت کچھ صدقات دئے اور سید سالار غازی کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھے اس واقعہ سے بے بنا صدمہ ہوا۔ اب تم ان قیدیوں کو میرے پاس لیکر آؤ گے تو مقدمہ کا فیصلہ ہوگا۔

سلطان محمود غزنوی اور مذہبی تصلب

سلطان محمود غزنوی اگرچہ ایک عظیم شہنشاہ تھا۔ جانے کتنے فتوحات حاصل کیے، لیکن وہ ان فتوحات کے نشے میں چور نہ ہوا۔ اور نہ ہی اس نے اپنے اندر فخر و غرور پیدا کیا بلکہ اپنے کو ہمیشہ ایک بندۂ عاجز و مسکین تصور کرتا۔ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت میں بھی وہ اپنے زمانہ میں یکتا تھے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بلا ناغہ رات درود دس ہزاری پڑھتے۔

احکامِ شریعت کی پابندی، عشق رسول اور بزرگوں سے بے پناہ عقیدت یہ آپ کی زندگی کے نمایاں پہلو ہیں جو تاریخ کے پردوں پر پھیلے ہوئے ہیں جن کا ذکر بیان باعث طوالت ہے۔

سید سالار مسعود غازی کی غزنی سے روانگی

خواجہ احمد کی حسد سے سلطان واقف ہو چکا تھا لیکن وہ حکومت کے ایک کلیدی اور اہم منصبِ وزارت عظمیٰ پر مامور تھا۔ اسلئے عجلت میں کوئی بھی اقدام بادشاہ کیلئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا اسلئے مجبوراً حضرت سید سالار مسعود غازی کو ہلیر بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ اور خلوت کدہ میں بلا کر لاڈ پیار کر کے کہا، راحت قلب و نظر میں تو آپ کو اپنی نظروں سے دور نہیں کرنا چاہتا مگر مصلحت سیاسی اسی بات کی متقاضی ہے کہ کچھ روز کیلئے کاہلیر بھیجدیا جائے۔ جلد ہی واپس بلاؤں گا۔ آپ نے فرمایا، میری خواہش تو یہ ہے کہ آپ مجھے ہند میں اشاعت اسلام کی اجازت دے دیں تاکہ اس کفر و شرک کی سرزمین پر اللہ کا نام بلند ہونے کا کوئی راستہ نکلے۔ بادشاہ نے کلیجے سے لگا کر آپ کو رخصت کیا۔ لوگ آپ کے اخلاق و کمال کے اسقدر گرویدہ تھے کہ اپنا وطن چھوڑ کر گیارہ ہزار جانثار آپ کے ہم رکاب ہوئے۔ یہ قافلہ کابل سے گذرتا ہوا جلال آباد کی جانب سے کاہلیر پہنچا سلطان محمود غزنوی کی خواہش کے مطابق حضرت سالار ساہو نے انھیں وہیں روکنے کی کوشش کی مگر اشاعت اسلام کے شوق نے آپ کو اتنا بے خود بنا دیا تھا کہ والدین کی محبت بھی

پاؤں کی زنجیر نہ بن سکی۔ جب سالار ساہو نے دیکھا کہ اسلام کے اس عظیم مجاہد کو کسی طور سے بھی نہیں روکا جا سکتا تو آپ نے لشکر کے چند چنیدہ چنیدہ سرداروں کو ہمراہ کر دیا اور راہِ خدا میں روانہ فرما دیا۔

اور اس طرح یہ نورانی قافلہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک عظیم مقصد کے ساتھ داخل ہوا۔ اس قافلہ کا ہر ہر فرد شہادت کا متوالا تھا۔ ان کا مقصود اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ لیکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔ تاکہ اللہ کا حکم بلند ہو۔

وزیر اعظم کی معزولی اور سلطان کی وفات

آپ کے غزنی سے آجانے کے بعد خواجہ احمد وزیر اعظم کو ایک طرح کا اطمینان حاصل ہو چکا تھا لیکن سلطان محمود کو بہر حال احساس ہو چلا تھا کہ خواجہ احمد کا وجود دولت غزنویہ کیلئے فال نیک ثابت نہ ہوگا۔ یہ احساس اسکو اور زیادہ اس وقت ہوا جب حضرت سید سالار مسعود غازی کی طرح دوسرے اور بھی جانثاروں نے خواجہ احمد میمندی کے بد اخلاق سے تنگ آکر غزنی کو خیر باد کہکر ہند کیطرف روانہ ہوئے۔ ان میں پانچ قابل ذکر سردار یہ ہیں۔ سید اعز الدین، میر بختیار سالار، سیف الدین ملک، وارث علی شاہ میاں رجب سالار۔

بادشاہ کو بڑھاپے میں ان تکلیفوں نے اور نڈھال کر دیا تھا اسلیے سلطان نے سختی شروع کی اور سلطان نے خواجہ احمد میمندی کو وزارت عظمیٰ سے معزول کر کے اس کی جگہ امیر حسنک میکائیل کو وزارت کا عظیم منصب عطا کیا اور احمد کو ۴۲۱ھ میں کالنجر کے قلعہ میں نظر بند کیا جہاں تین سال کے بعد اس کی موت واقع ہوئی۔ البتہ بعض مورخین نے لکھا ہے سلطان مسعود غزنوی نے اپنے دور میں رہا کر کے اسکو اپنا وزیر بنا لیا تھا۔ خواجہ احمد میمندی کو وزارت سے معزول کرنے کے چند ہی ماہ بعد پنج شنبہ ۳۰ ربیع الاول ۴۲۳ھ تریسٹھ سال کی عمر میں سلطان محمود غزنوی کا بھی وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سلطان کی موت سے حکومت غزنویہ کا سنہرا باب محو ہو گیا۔ کفرستان کی سرحدوں پر چراغاں کیے گئے۔ خلافت اسلامیہ سوگوار ہو گئی۔

وہ با حمیت، غیرت مند سلطان دنیا سے روپوش ہو گیا اور صبح قیامت تک ابھرنے والے سماجی معاشی اور اخلاقی تمدنی اور سیاسی صنم خانے اس کے نام کی دہائی دیتے رہیں گے۔ ننگے، بھوکے، فاقہ کش، مزدوروں، یتیموں، بیواؤں، مظلوموں، دکھیاروں، دردمندوں کی بے آواز چیخیں کسی ایسے ہی محمود کو آواز دیتی رہیں گی۔

توہمات کے لاکھوں صنم کدوں کا وجود
ترس رہا ہے کسی ایک غزنوی کیلئے

دریائے سندھ کے کنارے

دریائے سندھ اور درۂ خیبر یہی وہ راستے ہیں جس سے اکثر حملہ آوروں نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے۔ سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ بھی نہایت عظمت و شوکت کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پہونچ کر کشتیوں کا انتظام کیا اور پار اتر آئے۔

امیر حسن عرب اور نقیب بایزید جعفر نے شیو پور کے راجہ رائے ارجن کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ گھیر کر تھوڑے سے عرصہ میں شکست دی اور لوٹ لئے۔ آگے بڑھے تو مقام اوچ پر راجہ انگپال کو شکست دی۔ ایک دن اپنے ہمراہیوں سے فرمایا جو دل کسی غیر کا محکوم ہو وہ مشاہدۂ الٰہی کی لذت سے محروم رہتا ہے۔ یہ زمین یکسوئی اور توجہ الی اللہ کیلئے بہت مناسب ہے۔ آج کے بعد آپ نے اجودھن (پاک پٹن) پر اسلامی پرچم لہرایا اور سال بھر تک یہاں قیام فرمایا۔

اور وقت کا ایک حکمراں سفر کی یہ مشقتیں، صعوبتیں، کلفتیں نہ کسی

جاہ طلبی کیلئے تھیں نہ شہرت و مرتبہ کی لالچ میں بلکہ صرف اور صرف اسلئے کہ خدا و رسول کی رضا حاصل ہو جائے۔ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے اور اپنے خون سے وہ ایک تاریخ مرتب فرما کر آئندہ آنیوالی نسل کیلئے نقوش راہ چھوڑ دیں اور انھیں جینے کا شعور و سلیقہ دے جائیں۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

دہلی کے راجہ سے گھمسان کی جنگ

دہلی کا راجہ مہیپال رائے تھا۔ اس کی فوجی طاقت نہایت مستحکم تھی۔ اسی لئے باہری حملہ آور بھی اس سے خائف رہتے تھے۔ جب اس راجہ نے سنا کہ محمود غزنوی کا بھانجہ کا رخ دلی کیطرف ہے تو اس نے مقابلہ کی زوردار تیاریاں شروع کر دیں۔ اور تیرہ لاکھ نوے ہزار سوار و پیدل کے ساتھ جن میں ڈھائی ہزار ہاتھی تھے مقابل ہوا۔ مسلمانوں نے دہلی سے تقریباً بارہ کوس کے فاصلہ پر قیام کیا تھا۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو راجہ بے حد خوش تھا کیونکہ بظاہر اس کی فوجی طاقت بہت زیادہ تھی۔

سب سے پہلے حضرت غازی نے اسکو دعوت اسلام پیش کیا لیکن آپ کی دعوت ٹھکرا دی گئی اور نقارہ جنگ بج گیا۔ زبردست مقابلہ ہوا۔ تقریباً ایک ماہ سے زائد کا عرصہ گذر گیا مگر ابھی کوئی فیصلہ نہ ہو پایا تھا کہ سرکار غازی نے ایک دن اپنا سر سجدے میں رکھا اور اپنے خالق و مالک کے حضور دست بدعا ہو گئے۔ یوں بھی مسلمان غریب الدیار تھے اسلئے ان کا نقصان ظاہر تھا پھر دوسری طرف جتنے فوجی مرتے دوسرے آکر اس جگہ کو سنبھال لیا کرتے تھے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے پر سر پیکار تھیں کہ چند قاصد نمودار ہوئے اور انھوں نے خبر دی کہ سالار سیف الدین محی بختیار میر اعزالدین ملک دولت شاہ اور سالار رجب غزنی سے

خواجہ میمندی کی شرارتوں سے تنگ آکر آرہے ہیں اور ان کے ہمراہ ایک لشکر جرار بھی ہے۔ سرکار غازی نے اسے تائید غیبی سمجھا اور بیحد خوش ہوئے اور راجہ مہپال پر ہیبت چھا گئی۔

آپ نے ایک بار راجہ پر پھر اسلام پیش کیا۔ راجہ نے غور و خوض کا بہانہ لیکر ڈیڑھ ماہ جنگ ملتوی کر دیا اور اسی اثناء میں اس نے اپنی فوجی طاقت خوب مضبوط کر لی۔ اور تیاری کے بعد دوبارہ جنگ شروع کر دی۔ جب اس کا لشکر میدان میں اترا اسوقت سرکار غازی اشرف الملک کے ساتھ مشورہ میں تھے کہ رائے مہپال اور راجہ رائے گوپال نے گھوڑا دوڑا کر سرکار غازی پر گرز کا کیا جس سے آپ کے دو دانت شہید ہو گئے۔ اور ناک زخمی ہو گئی۔ اشرف الملک نے تلوار کا وار کیا رائے گوپال پر گیا وہ تو واصل بجہنم ہو گیا اور مہیپال بھاگ نکلا۔ بعدہٗ زبردست جنگ چھڑ گئی۔ اسلامی شیروں نے دشمنوں کی صفیں کی صفیں کاٹ کر رکھدیں۔ خود جام شہادت نوش کیا اور دشمنوں کو جہنم پہونچا دیا۔

دوسرے روز حضرت میر عزالدین شہید ہو گئے۔ یہ خبر ملتے ہی سرکار غازی بے چین ہو گئے اور مسلمانوں نے اتنا زبردست حملہ کیا کہ دشمن کی فوج بھاگ گئی۔ رائے مہیپال اور سری پال دونوں مارے گئے اور دہلی کا تخت آپ کے قدموں میں آگیا۔ آپ نے امیر بایزید جعفر کے ہاتھ حکومت دہلی کی باگ ڈور دی اور تین ہزار آدمی انتظامی امور کیلئے چھوڑ دئے اور نصیحت فرمائی کہ یاد رکھنا تمہیں یہاں خلق خدا کی خدمت کیلئے معین کیا گیا ہے۔ تمہاری ذات سے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی تکلیف نہ پہونچے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہاں آپ نے چھ ماہ سولہ روز قیام فرمایا۔ بعدہٗ آگے بڑھے۔

میرٹھ کے راجہ کی اطاعت

چونکہ مہیپال کی شکست کے بعد ہر راجہ مسلمانوں سے خوف زدہ تھا اسلئے ہر والی ریاست کو خطرہ لاحق تھا۔ میرٹھ کا راجہ ہردت ڈور راجپوت نے برن کے حملہ کے وقت ہی محمود غزنوی کی اطاعت کرلی تھی اسلئے جب سرکار غازی میرٹھ کے قریب پہونچے تو اس نے اپنے قاصد بھیج کر بہت سے تحائف سرکار غازی کے نذر گزارے اور اطاعت کرلی۔ ہردت کے ساتھ بہت سے چھوٹے چھوٹے راجاؤں نے بھی اطاعت قبول کرلی۔

۴۰۲ھ میں ضلع بلندشہر کے راجپوتوں سے جنگ ہوئی اور وہ سب شکست کھاکر بھاگ نکلے۔

قنوج کے راجہ کا سر آپ کے والد کے احسان سے جھکا ہوا تھا کیونکہ حضرت سالار ساہو نے محمود غزنوی سے سفارش کرکے اس کی ریاست واپس دلادی تھی اسلئے جب آپ قنوج پہونچے تو وہاں کا راجہ اجے پال اپنے راجکمار کے ساتھ آپ کے بارگاہ میں حاضری دی اور اطاعت کی۔ آپ نے اسکو نصیحت فرماکر واپس کردیا۔

اجے پال خوش خوش واپس ہوا اور آپ کے رفقاء کیلئے غلہ فراہم کرنے اور دیگر خدمات میں لگ گیا۔

ستر کھ میں آپ کا قیام

ضلع بارہ بنکی کے ایک قصبہ ستر کھ کو ہندو دھرم کو کافی اہمیت حاصل ہے کہتے ہیں کہ راجہ دشرتھ کے دونوں لڑکے رامچندر اور لچھمن نے یہیں تعلیم حاصل کی ہے۔

جب آپ نے ستر کھ میں قیام کیا اور گرد اما نکپور کے راجہ دیونرائن نے جب دیکھا کہ آپ کے پاؤں جم رہے ہیں تو اپنا قاصد بھیجا اور کہلایا۔ آج تک یہاں کسی مسلمان کا گذر نہیں ہوا ہے۔ اسلئے تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ

ہماری قومی طاقت ناقابل تسخیر ہے اگر آپ نے نہ مانا تو پھر ہم طاقت استعمال کرنے پر مجبور ہوں گے۔ آپنے اسکو جواب میں لکھا کہ زمین خدا کی ملکیت ہے کوئی انسان اسکا مالک نہیں۔

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ط

ہمارا مقصد صرف تبلیغ اسلام ہے اور ہم کسی سے دبنے والے نہیں۔

ع اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ملک فیروز سرکار غازی کی فوج کے ایک ہوشیار سردار تھے۔ انہوں دریائے سرجو پہ نگرانی کیلئے چند جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ اسی اثناء میں کڑا کا راجہ دیو نرائن اور مانکپور کے راجہ بھوج پتر نے بہرائچ اور اطراف کے تمام والیان ریاست کو ایک پیغام بھیجا جسکو لے جاتے ہوئے تین قاصد گرفتار ہو گئے جنھیں آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ پیغام میں لکھا تھا کہ ہملوگ اس طرف سے حملہ آور ہوتے ہیں اور بہرائچ کے راجہ کی ہمراہی میں تم لوگ دوسری طرف سے حملہ کرو۔ ان قاصدوں میں برہمن تھے اور ایک حجام۔ حجام کو تو قتل کر دیا گیا کیونکہ اس نے سرکار غازی کو شہید کرنے کی ایک خطرناک سازش کی تھی۔ اور برہمن چھوڑ دئے گئے۔

کڑا مانک پور کے تین جاسوسوں کی گرفتاری کے بعد بہرائچ، سنبلولہ اور کڑا مانکپور کی جنگی تیاریوں کا علم ہو چکا تھا۔ اسلئے اب مزید توقف جنگی مصلحت کے خلاف تھا۔ اور باتفاق رائے طے ہوا کہ سالار ساہو کڑا مانکپور کا رخ کریں اور سرکار غازی کے چچا سالار سیف الدین بہرائچ کیجانب روانہ ہوں سالار ساہو ایک کامیاب سپہ سالار تھے اسلئے کڑا مانکپور کے علاقہ کو زیر کرنے میں آپ کو دیر نہ لگی اور دشمن کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا اور دونوں جگہ کے راجہ دیو نرائن اور بھوج پتر گرفتار ہوئے جنھیں آپنے فوراً ہی بہرائچ روانہ کر دیا۔

کڑا میں ملک عبداللہ راجو کو اور مانکپور میں ملک قطب حیدر کو ریاستی انتظام اور تبلیغ کیلئے متعین فرما دیا۔ اور بالمئو ضلع رائے بریلی پہ

یورش کر کے فتح کر لیا اور ملک عبداللہ کے زیر نگرانی کر دیا اور خود ستر کھ لوٹ آئے۔ ابھی تک جنگ کی نوعیت ریاستی بچاؤ کی تھی مگر اب اس کو ہندو راجاؤں نے مذہبی رنگ دے دیا اور تمام رجواڑے گرفتار ہونے والوں کی مدد کیلئے رجوع ہونے لگے اور چاروں طرف سے بہرائچ میں سالار سیف الدین کو گھیر لیا انھوں نے فوراً ہی اسکی اطلاع اسلام کے بطل جلیل سرکار غازی کو دی۔ بہرائچ جنگلی علاقہ ہونے کیوجہ سے مسلمانوں کو کافی پریشانی بھی لاحق ہوئی۔ جب سرکار غازی کو ستر کھ میں خبر ملی تو آپ نے غلہ کی فراہمی کیلئے مقامی چودھریوں کو جمع کیا۔ سدھور ضلع بارہ بنکی اور امیٹھی ضلع لکھنؤ کے چودھری بھی بلائے گئے۔ آپنے ان سے غلہ کے انتظام کو فرمایا اور قیمت بھی دے دی۔ غلہ کے انتظام کے بعد سرکار غازی خود بہرائچ کیلئے روانہ ہو گئے۔ اور سالار ساہو نے بادل نخواستہ اپنے لخت جگر کو اجازت دے دی۔

بہرائچ میں آمد

شعبان ۴۲۳ھ میں آپ بہرائچ پہونچ گئے انارکلی کے کنارے سورج دیوتا کی مورتی تھی جس کا نام تاریخ کے صفحات پر بالارکہ (BALARKA) ملتا ہے۔ سورج کنڈ کیوجہ سے اسکو تمام مذہبی طبقوں میں بالادستی حاصل تھی۔

بوئے محبت

سرکار غازی کو شکار کا بیحد شوق تھا اور جنگلی علاقہ ہونے کے باعث بہرائچ میں شکاروں کی کمی نہ تھی۔ موجودہ درگاہ شریف کے پاس ایک مہوے کا درخت تھا جس کے نیچے آپ اکثر آرام فرماتے۔ یہ مقام سورج کنڈ سے متصل ہی تھا۔ احباب نے چاہا تھا کہ سورج کنڈ ختم کر دیا جائے۔ مگر آپنے انھیں منع کر دیا اور فرمایا ایسا نہ کرو۔ جب اسلام کو فروغ ہوگا تو شرک خود مٹ جائیگا۔ ایک روز آپ علماء اور درویشوں کی صحبت میں تھے۔ دوران گفتگو ارشاد فرمایا۔ جب سے ہم اس ملک میں آئے ایک روز بھی سکون نہ ملا۔ باوجود ان تمام تفکرات کے یہاں اس مقام پر آکر اطمینان محسوس کرتا ہوں۔ عقلمندوں کیلئے یہی ایک اشارہ کافی تھا۔ آپ اس مجلس سے اٹھے اور وضو

فرما کر قیلولہ کیلئے لیٹ گئے۔ آنکھ لگی تو خواب دیکھا کہ دریائے گنگا کے کنارے پدر بزرگوار کا خیمہ لگا ہوا ہے جو نہایت آراستہ و پیراستہ ہے۔ ہر طرف مسرت و شادمانی کا دور دورہ ہے۔ آپ پردہ اٹھا کر خیمہ کے اندر گئے تو مادر مشفقہ کا نورانی اور مقدس چہرہ نظر آیا جو ہاتھ میں پھولوں کا سہرا لئے ہوئے انتظار کر رہی تھیں۔ آپ کو دیکھا تو کہنے لگیں۔ بیٹا مسعود! جلدی آؤ۔ دیکھتے نہیں ہم نے تمہاری شادی کا انتظام کر رکھا ہے۔ اتنا کہنے کے ساتھ ہی مجھے سہرا پہنا دیا۔ بیدار ہو کر عالموں اور عارفوں سے تعبیر پوچھی گئی تو معلوم ہوا کہ جلد ہی آپ شہادت سے سرفراز ہونے والے ہیں۔ ابھی آپ بہرائچ میں قیام کو تھوڑے روز ہوئے تھے اور چاروں طرف سے مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ انھیں دنوں ستر کھ سے ملک فیروز کے قاصد نے آکر بتایا کہ حضرت سالار ساہو کا وصال ہو گیا اور ٹھیک اسوقت جب کہ اپنے شفیق استاذ کے مشوروں کی شدید ضرورت تھی۔ آپ کو یتیمی کا زبردست صدمہ اٹھانا پڑا مگر آپ کے حوصلوں میں بلندی عزم میں ارادوں میں استحکام بدستور رہا۔

دریائے بھکلہ پر شدید جنگ

قرب و جوار کے کئی راجاؤں نے سر جوڑ کر آپ کو بہرائچ سے نکالنا چاہا اور کہلا بھیجا تم یہاں سے چلے جاؤ۔ آپنے جواب دیا میں یہاں چند روز شکار کھیل کر چلا جاؤں گا اگر چاہتے ہو تو کوئی صلحنامہ لکھ لو۔

اس جواب کے پانے کے بعد تمام والیان ریاست نے غور و خوض شروع کیا۔ اس مجلس شوریٰ میں کرن، کلیان، ارجن بھیکن، ہرپال، شری پال، نرسنگھ گنگ، بیربل وغیرہ راجے اکٹھا تھے۔ لیکن ان مغروروں نے کہا۔ تم بلا شرط چلے جاؤ ورنہ لڑائی سے معاملہ طے ہوگا

اللہ کے شیر کے سامنے ان کے اس مغرورانہ جواب کی کیا اہمیت تھی؟ آپ نے دشمنوں کو سنبھلنے کا موقع دے بغیر نماز مغرب پڑھکر لشکر کو روانگی کا حکم

دیدیا۔ مخالفین اپنی فوج کیساتھ دریائے بھکلہ کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ انھیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ اتنی جلدی انھیں مقابلہ کرنا پڑے گا۔ صبح کے وقت جب انہوں نے مسلمانوں کو اپنے سر پر موجود پایا تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔

دو طرفہ جنگیں شروع ہوئیں لیکن اسلام کے ان دلیروں نے ایسا جم کر مقابلہ کیا کہ ان راجاؤں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ہندو بھاگ کھڑے ہوئے، اور کئی سردار گرفتار بھی ہو گئے۔ جنگ ختم ہونے کے ایک ہفتہ تک آپ نے اس جگہ قیام فرمایا لیکن راجاؤں کی مجال نہ ہوئی کہ دوبارہ میدان کا رخ کریں۔

دریائے بھکلہ پر دوسری عظیم جنگ

اب تو سرکار غازی کا وجود ہی راجاؤں کیلئے ایک اہم مسئلہ بن چکا تھا اسلئے انہوں نے اسباب شکست پہ غور کرنا شروع کیا اور پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش اور تیاری کے علاوہ بڑے بڑے راجاؤں سے مدد طلب کی گئی۔ سہر دیو اور سہر دیو ان کے راجاؤں میں ایک اونچی حیثیت کے مالک تھے اور انھیں فوجی طاقت میں استحکام حاصل تھا۔

سہر دیو نے اس جنگ میں رائے یہ دی کہ میدان جنگ میں لوہے کی کیلیں بچھادی جائیں تاکہ مسلمانوں کے گھوڑے زخمی ہو ہو کر گریں اور کیل کی نوک اگر کسی انسان کے جسم میں چبھ جائے تو وہ جانبر نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ وہ بارودی گولے تیار کئے جائیں جس میں آگ لگا کر پھینکنے سے خوفناک انداز میں آگ لگ جائے۔ اس بار جنگ میں حصہ لینے والے راجاؤں کے نام یہ ہیں۔۔۔

مشنکر، کرن، بیربل، اجے پال۔ شری پال، ہرکرن، ہرپال، ہرکھو، نرہر، بھابر، اجودھاری، نرائن، دلو، نرسنگھ، کلیان، رائے صائب، رائے اپٹ، ارجن، بھکن، اگنگ، مکررد۔

انتظام مکمل ہونے کے بعد بھکلہ ندی کے شمالی میدان میں پھر فوجیں مقابل

ہوئیں اور زبردست جنگ چھڑ گئی۔ پہلے ہی حملہ میں دشمن بیچ سے میدان خالی کر کے پیچھے ہٹنے لگے۔ مسلمان دلیرانہ آگے بڑھے انھیں کیا معلوم کہ گھوڑوں کے پیر زہریلی کیلوں سے چھلنی ہو رہے ہیں۔ کسی پریشانی کا خیال کئے بغیر مسلمان آگے بڑھتے ہی گئے۔

جنگ جب دست بدست ہونے لگی اور مسلمان فوج در فوج میدان میں کود پڑے تو ہندوؤں کے پچھلے حصے سے آتشی گولوں کا استعمال شروع ہوا۔ جس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔

لیکن اسداللہ الغالب کے نور نظر نے اپنی شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ راجپوت ان تمام کوششوں کے بعد بھی جم نہ سکے اور جم بھی کیسے سکتے تھے کہ ان کے پاس ایمانی قوت کا کوئی جواب نہ تھا۔ شمالی ہند کے یہ تمام سورما میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ نصرت الٰہی نے فتح مبین کا مژدہ سنایا۔ جنگ ختم ہوئی تو آپ کے ایک تہائی احباب جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ شہداء کی تدفین کردی گئی۔

تیسری عظیم جنگ

اس پر ہندوؤں کے مذہبی لیڈروں نے پورے ملک میں دھرم رکھشا کے نام پر لوگوں کو ابھارا۔ دور دراز کے راجاؤں نے آزمودہ کار سپاہیوں کی کمک روانہ کی۔ راجاؤں نے اعلان کر دیا کہ ہر دش بھائیوں میں تو بھائی کو میدان جنگ میں جانا ضروری ہے۔ بڑے بڑے جٹا دھاری سادھوؤں نے سورج دیوتا کے نام پر پورے شمالی ہند میں آگ لگا دی ہر جانب سے سیلاب کی طرح لشکر امنڈتا چلا آرہا تھا۔ ہمالیہ کے دامن سے لیکر دریائے گھاگھرا تک ٹڈی دل فوج لگ گئی۔

سرکار غازی نے بھی ہمراہیوں کو تیار ہو جانے کا حکم دے دیا۔ مسلمان شوق شہادت میں متوالے ہو کر نقارہ بجتے ہی چل پڑے اور قرینے

سے فوج کو ترتیب دی۔

میمنہ پر حضرت میر نصراللہؒ کو متعین کیا اور میسرہ پر میاں رجب سالار کو۔ اور خود قلب میں رہے۔ جنگ شروع ہوئی۔ مسلمان اگرچہ دال میں نمک کی طرح تھے لیکن رضائے الٰہی کے طلبگار جب مقابلہ کرنے لگے تو میلوں میل تک ریلتے چلے گئے۔ سہر دیو اور بہر دیو جو دشمنوں کی کمانڈری کر رہے تھے مسلمانوں کی جرائت کو دیکھکر حیران و ششدر رہتے۔

کئی روز تک یہ لڑائی برابر جاری رہی لیکن ایک روز تو یہ سلسلہ ختم ہی ہونا تھا۔ حضرت سید نصراللہ بہرائچ سے شمالی مشرق میں بارہ میل کی دوری پر موضع ڈکولی جاکر شہید ہوئے۔ اسی طرح ایک اور سردار کو تقریباً چار میل دوری پر یوسف بجت میں شہادت ملی جو آج بھی ہٹیلہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔

جب اکثر جانثار شہید ہو گئے۔ اور دشمن بالکل آپ کے قریب پہونچنے میں کوشاں تھے اسوقت آپ نے حضرت سیف الدین (آپ کو سرخرو سالار بھی کہتے ہیں۔ مزار پاک سرکار غازی کے آستانہ سے چار فرلانگ پہلے ہی محلہ غلام علی پورہ کے مغربی حصہ میں نان پارہ ریلوے لائن کے دائیں جانب ہے) سالار ساہو کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ گنے چنے چند مجاہدین تھے مگر موت کے دامن میں پنجہ مارنے والوں کے سامنے کون ٹک سکتا ہے۔ اس دستہ کے پہونچتے ہی دشمن ایک بار پھر پسپا ہو گیا۔

دشمنوں نے اب آپ پر تیر کی بارش شروع کر دی جس سے آپ کا جسم لہولہان ہو گیا۔ رفقا بہت پہلے ہی رخصت ہو چکے تھے۔ ان کی شہادت کا شور ہوا تو بچے کھچے مسلمانوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آپ نے الحمداللہ وھو خیر حافظاً فرمایا اور رات کے وسیع دامن میں مسلمان شہدا کی تدفین میں لگ گئے۔

یکشنبہ ۱۴ رجب ۴۲۴ھ مطابق دس جولائی ۱۰۳۳ء کی صبح بڑی قیامت خیز تھی۔ اکثر جانثار فداکارانہ اپنی زندگی قربان کر چکے تھے اب

صرف چند ہی ایسے دیوانے رہ گئے تھے جو ہر جانب سے آنے والے تیروں کے سامنے سپر بن جاتے ۔ متواتر تیروں کی باڑھ کو چند بہادر دیوانے بھی کب تک روکتے ۔ تمام جسم زخموں سے چھلنی ہو رہے تھے ۔ خود سرکار غازی اپنی محبوب سواری اسپ نیلی پر سوار خون میں شرابور تھے مگر ہزاروں بھیڑیوں میں صرف ایک شیر ہی کی گرج تہلکہ برپا کر دینے کیلئے کافی ہے ۔ ہزار مجروح ہونے کے باوجود آپ کا رخ جس طرف ہو جاتا دشمن کی فوج کے پرخچے اڑ جاتے ۔ بالآخر وہ منظر بھی چشم فلک نے دیکھا کہ جبکہ سہر دیو نامی دشمنوں کا سردار ٹیلوں کا آڑ لیتا ہوا بہت نزدیک آگیا اور ایک تیر اس طرح مارا کہ وہ سرکار غازی کے گلوئے مبارک میں ترازو ہو گیا ۔ اس تیر کا لگنا تھا کہ گویا پورا جسم خون میں تر بتر ہو گیا سواری پر جسم کا توازن قائم نہ رہ سکا ۔ غشی طاری ہونے لگی ۔ قریب تھا کہ گھوڑے کے نیچے آجاتے کہ آپ کے ایک سچے عاشق سکندر دیوانے نے آگے بڑھکر آپ کو سنبھالا اور سورج کنڈ کے قریب مہوے کے پیڑ کے تلے لٹا کر سر اپنے زانو پر رکھا اور آنکھیں بے پناہ غم واندوہ کے ساغر میں ڈوب گئیں ۔ سرکار غازی نے اپنے اس دیوانے کی دلخراش سسکیاں سنکر آنکھیں کھول دیں ۔ اس وقت آپ کے لب ہائے ناز پر تبسم کھیل رہا تھا ۔ کلمہ طیبہ زبان پر جاری تھا ۔ عصر و مغرب کا درمیانی وقت تھا جبکہ اپنے حیات فانی کو خیر باد کہا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط

" تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کے زندہ ہو "

سید ابراہیم کی شہادت

آپ کی شہادت کے بعد آپ کے تمام رفقاء بھی شہید کر دئے گئے ۔ تمام شہداء کی لاشیں رات بھر بے گور وکفن پڑی رہیں ۔ دشمن اپنے ٹھکانوں میں جا چکے تھے ۔ رات میں جنگلی جانوروں نے شہداء کے لاشوں کیطرف رخ کیا تو آپ کا وفادار کتا جسے " سگ سانگل " کہتے ہیں انھیں بھونک کر بھگاتا رہا ۔

جب رات گئے کیمپ میں تشریف نہ لائے تو سید ابراہیم اور کیمپ کے

دیگر۔ محافظین کو تشویش لاحق ہوئی اور چند گرتے پڑتے زخمیوں نے آ کر سرکارِ غازی کی شہادت کی خبر دی۔ سید ابراہیم نے خبر سنا ہی تھا کہ غم و اندوہ میں ڈوب گئے۔ سید ابراہیم سرکارِ غازی کے ہم عمر اور بے تکلف دوست تھے جو جلوت و خلوت کے ساتھی اور اسرار و معارف کے ہم مشرب تھے۔ طبیعت سنبھلتے ہی اپنا گھوڑا طلب کیا اور دشمنوں سے انتقام لیکر اپنے دوست سے ملنے کیلئے بیقرار ہو گئے۔ دیگر رفقاء نے سمجھایا صبح ہونے دیں۔ ہم سرکارِ غازی کے خون کا بدلہ ضرور لیں گے اور ہم بھی لڑتے لڑتے اسی ڈگر پر لگ جائیں گے جسے ہمارے امیر کارواں نے اپنا لیا۔

قدم قدم پہ نیا گلستاں سجائیں گے
جگر کے خون سے نقشِ چمن بنائیں گے

دوستوں کے روکنے پر آپ رک گئے اور پوری رات عبادتِ الٰہی میں گذاری۔ رات کا پچھلا پہر تھا کہ آپ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ آنکھ لگتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت ہی بلند و بالا مقام پر عمدہ اور نفیس باغیچوں کے درمیان تمام شہداء جو سرکارِ غازی کے ہمراہ آئے تھے سلیقہ کے ساتھ حلقہ بنائے ہوئے ہیں چہرے سے بشاشت کی کرن پھوٹ رہی ہے اور درمیان میں ایک آراستہ و پیراستہ تخت بچھا ہوا ہے جس پر سلطان الشہداء سرکارِ غازی تشریف فرما ہیں جسم ناز پر سرخ لباس ہے۔ سید ابراہیم نے آگے بڑھکر اس مجلس میں شرکت کرنا چاہا کہ انجانے رکاوٹ کے باعث اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے، اور پریشان ہو کر آواز دینے لگے۔ سلطان الشہداء نے جواب دیا ابھی اس مجلس میں آنے کیلئے تمہیں تھوڑی دیر انتظار کرنا ہوگا۔ اس بشارت کے بعد فرمایا۔ سید ابراہیم! میرا وجود ظاہری باغ میں ہے اسے مہوے کے نیچے دفن کر دینا اور اپنے قاتل سہر دیو کے بارے میں فرمایا۔ کل تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا۔

اس خواب سے بیدار ہوئے۔ غسل کر کے لباس زیب تن فرمایا اور باقی ماندہ

احباب کو لیکر باغ میں پہونچے۔ حسب الحکم سرکار غازی کا جنازہ مہوے کے تلے مع سلاخ دفن کیا۔ سکندر دیوانے کو حضرت کے پچھم جانب دفنایا اور بے شمار شہداء کی لاشیں سورج کنڈ میں ڈالکر ان پہ مٹی ڈلوائی۔ سہر دیو کو اطلاع مل چکی تھی کہ ابھی کچھ مسلمان زندہ ہیں جو مقابلہ کیلئے آرہے ہیں اسلئے وہ مقابلہ کیلئے نکل پڑا۔ آپ نے آگے بڑھکر اس کو مبارزت کی دعوت دی۔ تھوڑی دیر کے بعد سہر دیو کا سر جسم سے الگ کردیا۔ سہر دیو کے مار لینے کے بعد آپ کے دل کا بار کچھ ہلکا ہوا۔ چاروں طرف سے دشمنوں نے یلغار کردیا اور آپ جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

شہادت کے بعد

تاریخی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد آپکے وہ تمام رفقاء جو نبر دیک و دور اشاعت اسلام و تبلیغ دین میں مشغول تھے دھیرے دھیرے یکے بعد دیگرے سب کے سب شہید کر دیے گئے۔ یا وہ حکمراں جو دلی، ستر کھ، کڑا مانکپور متعین تھے سب کے سب موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ مگر کیا آپ کا مشن، آپ کا مقصد بھی دفن ہو گیا۔ کیا ان کا مذہب فنا ہو گیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بہرائچ کی زمین کا چپہ چپہ خون شہداء سے لالہ زار بنا ہے۔ تو حق و صداقت کا پرچم بھی آپنے اس بنجر زمین پہ لہرایا ہے۔ اور ان کی تحریک اسی ظالم قوم کے دلوں کی دھڑکن بنی ہے۔

اسلام کے فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی یہ ابھرے گا

دل کی لگی

عشق کی دولت بڑی گراں مایہ اور قیمتی ہوتی ہے۔ اس بیش قیمت جوہر کیلئے قدرت اپنے بندوں میں سے مناسب لوگوں کا انتخاب کرلیتی ہے اسی لیئے تو کہا گیا ہے کہ ؎

محبت کیلئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

یہ بھی عجیب بات ہے کہ اس کیلئے کوئی قانون نہیں۔ کسی اصول اور ضابطہ کی پابندی نہیں۔ اس کا اپنا الگ قانون ہے۔ الگ ضابطہ ہے اور نہ ہی اس کو استوار کرنے کیلئے کسی مخصوص اساس و بنیاد کی حاجت ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ یہ سراسر عنایت وموہبت الٰہی ہے جب چاہے جس ویرانے کو آباد کرے۔ جب چاہے جس گلستان کو برباد کرے۔ ردولی ضلع بارہ بنکی میں سید جمال الدین کے گھر ایک بچی پیدا ہوئی جو دونوں آنکھوں سے معذور تھی۔ سید گھرانہ۔ شریفانہ ماحول وقار ان تمام کے باوجود نابینا صاحبزادی کا علاج ممکن نہیں تھا۔ گھر میں خدا کی دی ہوئی دولت بھی تھی۔ ہر طرح کی آسائش مہیا ہونے کے باوجود والدین اور اہل خاندان کو جب بچی کی مجبوریوں کا احساس ہوا تو بلک پڑتے۔ دن گذرتے گئے۔ اور زہرہ بچی ہوشیار ہونے لگی وہ اپنی آنکھوں سے معذور ضرور تھی مگر حسن وجمال کی دیگر تمام خصوصیات میں ممتاز تھی۔ کچھ بھی ہو خاندانی وجاہت اور نسبی لطافت کا ہے کو چھپتی۔

انھیں دنوں سرکار غازی کے کچھ دیوانے اپنی ترنگ میں مست بہرائچ کیجانب چلے جارہے تھے۔ سید جمال الدین اور سید رکن الدین نے پوچھا۔ بھائی! تم لوگ کہاں جارہے ہو۔ جواب ملا۔ ہم لوگ بہرائچ شریف سلطان الشہدا اور سید سالار مسعود غازی رضی المولیٰ عنہ کے دربار میں نذر لیکر جارہے ہیں جنھوں نے ہماری پامال آرزوؤں کو بارآور کردیا جن کا دامن پکڑ کر مانگو تو رحمت الٰہی برسنے لگتی ہے۔ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ کے سلسلۂ الذہب کی کڑی بہرائچ میں ہے۔ ہم لوگ وہیں جارہے ہیں۔ سید صاحب گھر لوٹے تو مسرور نظر آرہے تھے۔ مایوسیوں کے سیلاب میں امید کی رسی ہاتھ آگئی تھی۔ اہلیہ محترمہ اور دوسرے افراد کے سامنے بہرائچ والے سرکار کا قصیدہ پڑھا جانے لگا۔ جہاں دور دور سے لوگ حاجتیں لے کر آتے ہیں اور جھولیاں بھر کر جاتے ہیں۔ سید صاحب جب سب کچھ بیان کر چکے تو بولے اگر ہماری بیٹی کی آنکھیں اچھی ہوگئیں تو بہرائچ حاضر ہو کر ہم بھی سرکار میں چھولوں کا نذرانہ پیش کریں گے اور اپنے ہاتھوں سے مقبرہ کی تعمیر کرائیں گے۔ زہرہ نے اس اٹھارہ سالہ مجاہد کی

کرامات۔ تصرفات اور روحانی عظمت کا چرچا سُنا۔ دل و جان سے عاشق ہو بیٹھیں۔ ہر وقت انھیں کا تصور اور ہر لمحہ انھیں کے نام کی رٹ زبان پہ جاری رہتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ عالم ہو گیا کہ دن ہے تو انھیں کی باتیں، رات ہے تو انھیں کی باتیں۔ گویا آپ نے خود کو عشق غازی میں فنا کر دیا تھا۔ گویا۔

ہو گئی دل کو تری یاد سے اک نسبت خاص
اب تو شاید ہی میسر کبھی تنہائی ہو

کوئی بھی جذبہ ہو جب دل سے لگ جاتا ہے تو اسکا کچھ نہ کچھ اثر ضرور مرتب ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ جذبۂ محبت جس کا سوز و گداز اور سختی و صلابت دونوں مسلم۔ یہ وہی جذبہ تو ہے جس نے فرہاد کو کوہ کنی پہ آمادہ کر دیا۔ قیس کو صحرا نوردی سکھائی۔ غوث اعظم دستگیر کو دس سال تک خراسان کے خارزار میں لہولہان رکھا۔ بایزید کو بسطام سے اٹھا کر تیس سال تک شام کے بیابانوں میں پھرایا۔ شیخ ابراہیم کو بلخ کے تخت سے اتار کر فقر کی گدڑی پہنائی۔ یہ سب کے سب الگ الگ پیمانے ہیں جن میں ایک ہی شراب جھلک رہی ہے جسے دنیا والے شرابِ محبت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض میں حقیقی چاشنی ہے اور بعض میں مجازی کا۔ بی بی زہرہ کی محبت کو عشق حقیقی کہا جائے تو بیجا نہیں کہ انھیں سرکار غازی سے محبت اسلئے تھی کہ وہ خدا کے محبوب بندے ہیں اور آپکے دل میں روز بروز سوزِ محبت ہوتا گیا۔ اس کی حقیقت تو کچھ وہی لوگ جانتے ہونگے جنھوں نے خود اس دشت زار کی راہ پیمائی کی ہو۔ کہتے ہیں دل کی لگی آگ کو برف کی سلیں بھی نہیں بجھا سکتیں۔ یہ طوفان اٹھتا ہے تو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ صبر و قرار چین و سکون، آرام و راحت خواب و خیال بن جاتے ہیں۔ راہِ وفا کا مسافر دنیا کی تمام آسائشوں کو لات مار کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ راہ کا کوئی کانٹا اس کے عزم و حوصلہ کو پست نہیں کر پاتا۔ عام ذہن سوچ سکتا ہے کہ آخر یہ بھی کیا بات رہی غازی سرکار کسی اور دنیا میں پہونچ گئے، اور آپ ہیں کہ حیات

ظاہری میں رہ کر ان کے عشق و محبت کا دم بھر رہی تھیں۔ اس موقع پر ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات پر ایمان و یقین کا صحیح معیار سمجھ میں آ جاتا ہے اور میرے ناقص ذہن کے لحاظ سے روحانیت سے وابستگی کی اس سے واضح مثال پیش نہیں کی جا سکتی چنگاری بڑھتی ہے تو انگارہ بنتی ہے اور عشق ترقی کرتا ہے تو ہوش و خرد کے سارے اساسے خاکستر ہو جاتے ہیں۔ آخر ایک روز بی بی زہرہ کی محبت پر شہید اعظم کو ترس آ ہی گیا ؎

کام آخر جذبۂ بے اختیار آ ہی گیا
دل کچھ اس صورت سے تڑپا انکو پیار آ ہی گیا

خلوت میں زار و نزار یادِ محبوب میں آنسو بہا رہی تھیں۔ کسی نے قریب آ کر آواز دی۔ زہرہ اٹھ جس کے لئے تو نے اپنی زندگی اجیرن کر رکھی ہے وہ مجسم تیرے سامنے موجود ہے۔ مدتوں جس کے لئے شب بیداریاں ہوئی تھیں آج وہ گوہر مقصود پیش نظر تھا۔ شدت اشتیاق نے زبان تک نہ کھولنے دی۔ آپ نے پھر فرمایا۔ زہرہ اٹھ۔ جس مسعود کیلئے تو بیقرار تھی وہ تیرے روبرو ہے۔ بی بی زہرہ نے کہا۔ حضور، آنکھیں ہوتیں تو آج جی بھر کے دیکھتی مگر...... افسوس۔

آواز پھر آئی، سر اوپر اٹھا اور آنکھیں کھول۔ بی بی زہرہ نے پلکیں اٹھائیں تو دونوں آنکھیں روشن تھیں۔ پہلا جلوہ جو نظر آیا سراپا وقار و جاہت سرکار غازی کا جلوہ تھا۔ بی بی زہرہ اس ملکوتی صفات والے پر اس طرح فریفتہ ہو گئیں کہ کچھ بھی خیال نہ رہا۔ بے اختیاری میں آپ کی جانب دوڑ پڑیں دوسرے لمحہ آپ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ ماں، باپ، بھائی، بہن، عزیز و اقارب اپنے پرائے، سب اسی خوشی میں باغ باغ تھے کہ نابینا صاحبزادی بصارت یاب ہو گئی اور بی بی زہرہ اپنا سب کچھ لٹا دینے والے مسافر کی طرح آپ کے یادوں کا غم اٹھائے رہیں۔ کچھ وقت اسطرح گذرا ایک بار پھر

خواب میں زیارت ہوئی۔ جس میں سرکار غازی نے فرمایا۔ اے زہرہ! اگر دعویٰ محبت صادق ہے تو بہرائچ آجا۔ صبح ہوتے ہی زہرہ نے والدین سے اجازت طلب کی اور چند عزیزوں کو ساتھ لیکر درِ دولت پہ حاضر ہوگئیں۔ محبوب کی چوکھٹ کو بوسہ دیا اور غوالولمک کے شہزادے کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ سخاوت کیش میزبان نے مہمان کی بڑی بے مثال خاطر تواضع کی اور بی بی زہرہ کا سینۂ عرفان کی دولت سے مالامال کر دیا۔ کسی محب نے اپنے محبوب کو محبت کا ایسا صلہ کا ہے کو دیا ہوگا۔ زہرہ بی بی نے سرکار کا روضہ تعمیر کرایا اور جاروب کسی کیلئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ سورج کنڈ پہ گنج شہیداں کی تعمیر اور سالار سیف الدین کے قبہ کی تعمیر آپ ہی نے کرائی۔ ان مقابر کی تعمیر کے بعد آپ نے اپنے لئے حضرت کی آرام گاہ کے غربی طرف اپنا مقبرہ بنوایا اور وصیت کی کہ مجھے اس میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ سے پچھم آپ کے ماموں اور چچا زاد بھائی مزار ہے۔ بڑے بڑے مسلم بادشاہ و سلاطین بہرائچ آئے اور انہوں نے قدیم طرز کے اس گنبد کو توڑ کر آپ کے شایان شان گنبد تعمیر کرنے کے منصوبے بنائے۔ مگر جس نے بھی ایسی نیت کی اسے خواب میں آگاہ کر دیا گیا کہ خبردار میرے لئے میری زہرہ کا بنوایا ہوا مقبرہ کافی ہے۔ اسے توڑ کر دوسرا تعمیر کرنے کی ضرورت نہیں۔

صحیح ہے بادشاہ اور امراء دولت کی فراوانی میں سر بہ فلک عمارت تو ضرور کھڑی کر سکتے ہیں مگر دلی خلوص اور قلبی محبت کی وہ اثر انگیزی کہاں سے لا سکتے ہیں جو بی بی زہرہ نے ایک ایک اینٹ میں جذب کی تھی۔

۱۴ رجب الحرام کا روز تھا۔ عین عالم شباب یعنی ۱۸ سال کی عمر میں بی بی زہرہ کا وصال ہوا۔ اِسے صرف اتفاق نہیں جذبۂ محبت کی کشش کہیں گے کہ انتقال کیلئے وہی تاریخ وہی موسم اور وہی دن مقرر ہوا جو سرکار غازی کی شہادت کا ہے۔

کرامات غازی

بادشاہ کی مشکل کشائی

حیات ظاہری کے بعد شہادت نصیب ہونے پر سرکار غازی کی کرامات کا شہرہ اتنا عام ہوا کہ پورا ملک واقف ہو گیا۔ شہروں اور قصبوں سے عقیدتمندوں کا تانتا بندھ گیا۔ اسکے لیے نہ کسی نے تشہیر کی نہ منادی۔ روحانی عظمتوں کا یہ منارہ اپنی شعاعیں خود بخود پورے ہندوستان پر بکھیر رہا تھا اور لوگ تھے کہ آستانہ غازی کیطرف کھنچے آرہے تھے۔ حاجتمندوں میں غیر مسلموں کی اکثریت ہوتی۔ صرف غریب ونادار لوگ ہی اس در کے سوالیوں میں نہ تھے بلکہ بڑے بڑے تاجداروں نے بہرائچ کے کوچوں کی جاروب کشی کی ہے۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی عظمت مصیبت کے مارے حاجتمندوں کے لئے فضل الٰہی کا ایسا مشہور ومعروف ذریعہ بن گئی کہ امتداد وقت کے ساتھ ساتھ ہر کٹھن وقت اور مصیبت کی گھڑیوں میں غازی میاں کی دہائی دینا دستور عام ہو گیا اور رحمت خدا اپنے اس جانثار کے وسیلہ سے برستی بھی خوب تھی۔

دلی کے مشہور بادشاہ فیروز شاہ تغلق کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے دور حکومت میں ٹھٹھہ کے علاقہ پر حملہ کیا۔ شاہی فوج اگر مضبوط تھی اور بہترین ہتھیاروں سے لیس بھی مگر حریف کا بازو اس سے قوی ثابت ہوا۔ میدان جنگ میں شکست کے آثار پیدا ہو گئے۔ اور فیروز شاہی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔

اور دشمن کا پلہ بھاری سا نظر آنے لگا۔ مگر یک بیک نہ جانے کسی غیبی قوت نے سہارا دیا۔ بھاگتے سپاہیوں کے قدم رک گئے۔ اور پھر جیسے انھیں کوئی مدد

مل گئی ہو۔ تازہ دم فوج کی طرح ایسا زوردار حملہ ہوا کہ چشم زدن میں دشمن پسپا ہو گیا۔ فیروز شاہ تغلق اپنی اس فتح پہ خود دم بخود تھا۔ بظاہر ایسی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ وہ حیران تھا کہ میدان چھوڑ کر بھاگتی ہوئی فوج کو کس قوت نے تازہ دم حوصلوں کے ساتھ اس لائق بنا دیا کہ مخالف لشکر پہ ایسا حملہ کرے کہ دیکھتے دیکھتے میدان مار لے۔

فاتحانہ شان و شوکت سے دہلی لوٹنے پہ فیروز شاہ نے یہ واقعہ اپنی ماں سے بیان کیا۔ ماں نے کہا بیٹا ـــــ جس وقت تو ان مراحل سے گذر رہا تھا میرا دل بہت حیران تھا۔ مجھے کسی کل چین نہ ملتا تھا۔ اپنی اس اضطرابی کیفیت میں نے یہ سمجھی کہ میرا بیٹا شاید اس وقت کسی مصیبت سے دوچار رہے لہٰذا فوراً میں نے بہرائچ والے سرکار اور شمالی ہند کے روحانی تاجدار حضرت سید سالار مسعود غازی کی بارگاہ میں استمداد کی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ سرکار غازی کی روحانی حمایت نے تیری شکست کو فتح میں تبدیل کیا ہے۔ میرے بیٹے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ اگر تو میدان جنگ سے فاتح آئے گا تو تجھے درِ غازی پہ غلامانہ بھیجوں گی جن کا لطف پورے ہندوستان پہ ابر کرم بنکر چھایا ہوا ہے۔ ہر سینے میں ان کی عظمت کا علم نصب ہے۔ ہر دل جن کی عقیدت کیشوں کا مسکن ہے۔

فیروز شاہ اس کے بعد آستانہ عالیہ پہ حاضری دینے کیلئے چل پڑا۔ وہ خود بھی اہل اللہ کی صحبت کا شائق تھا۔ فیروز شاہی واقعہ نگار شمس سراج کے بقول فیروز شاہ کو شیخ فریدالدین مسعود اجودھن کے نواسے حضرت شیخ علی الدین سے شرف بیعت حاصل تھا۔

بادشاہ بہرائچ پہونچا تو کچھ مفسدہ پردازوں نے کہا کہ سرکار غازی کا یہ مزار مصنوعی ہے۔ حقیقی مزار یہاں کے بجائے کہیں نامعلوم جگہ ہے۔ بادشاہ کو تشویش پیدا ہوئی۔ اس نے حکم دیا کہ کسی صاحب باطن

روشن ضمیر شخص کو تلاش کیا جائے تا کہ اس کے ذریعہ صحیح حالات کا علم ہو سکے۔
چنانچہ لوگوں نے اس وقت کے نامور بزرگ سید افضل الدین ابو جعفر میر ماہ علیہ الرحمہ تک رہنمائی کی۔ فیروز شاہ نے حضرت میر ماہ سے اپنا مدعا بیان کیا اور کہا کہ آپ روشن ضمیر ہیں۔ آپ سے عالم برزخ کے احوال پوشیدہ نہیں ہیں حضرت سرکار غازی کے صحیح مدفن سے آگاہ فرمائیں۔ حضرت میر ماہ شاہ نے فرمایا۔ اے بادشاہ! فلاں روز فلاں وقت اپنے اسی مزار مبارک سے برآمد ہو کر سرکار ٹھٹھہ کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں سے لوٹ کر پھر یہیں تشریف لائے۔ بادشاہ نے روز نامچہ منگا کر دیکھا تو فتح کا دن اور وقت وہی تھا۔ بادشاہ کو ہمراہ لیکر میر ماہ شاہ اپنے مسکن سے روانہ ہوئے تو راہ میں پنجوں کے بل چلنے لگے۔ فیروز شاہ نے یہ منظر دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر تو دیکھتا تو تو بھی ایسے ہی چلتا۔ اس کے بعد اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بادشاہ کے سر پہ رکھ دی۔ بادشاہ نے دیکھا کہ زمین پہ ہر طرف شہداء کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں جو خون میں شرابور ہیں۔ کسی کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ کسی کا سر اور کسی کے دوسرے اعضاء۔ اور ان کے جنازوں کے درمیان سے لاکھ بچ بچا کر چلنے کے باوجود پاؤں کسی نہ کسی سے لگ ہی جاتا۔ اس دن زائرین کا اس قدر ہجوم تھا کہ دروازہ تک پہونچنے میں بہت دیر تک رکنا پڑا۔ اسی دوران فیروز شاہ نے حضرت میر ماہ رحمتہ اللہ سے سرکار غازی کی کچھ کرامات بیان کرنے کی فرمائش کی۔ حضرت نے کہا۔ اس سے بڑی کرامت اور کیا دیکھنا چاہتے ہو کہ تم سا باجبروت بادشاہ اور مجھ سا بے نوا فقیر اس چوکھٹ پہ ساتھ ساتھ حاضر ہیں۔ فیروز شاہ اس جواب پہ جھوم جھوم اٹھا۔

منتخب التواریخ میں ہے کہ فیروز شاہ دلی لوٹا تو سلطنت اپنے نواسے کو سپرد کر کے خود وہاں سے چلکر گروہ صوفیاء میں داخل ہو گیا اور

بہرائچ آکر سرکار غازی کے پائیتیں مدتوں تک معتکف رہا۔ آستانہ سرکار غازی کی بہت سی عمارتیں اُس تاجدار کی یادگار ہیں جن کا جستہ جستہ ذکر نقوش قدم اور متفرقات کے ماتحت ملے گا۔

شیخ ضیا برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ جب سلطان محمد تغلق نے عین الملک کے فساد سے فرصت پائی تو بانگرمئو سے حضرت سید سالار مسعود غازی کے آستانے پر حاضری دی اور مجاوروں کو بہت کچھ مال و زر دیکر دہلی لوٹ گیا۔

غرض کہ اکثر بادشاہوں نے مزار شریف پر حاضری دیکر ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا —— زبانی روایات کی بنیاد پر خاندان مغلیہ کے سلاطین میں بھی اس آستانہ پر بار بار حاضری دی ہے۔ خود حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے بارے میں بھی یہی بیان ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

خادم آستانہ ابن منصور کا بیان ہے کہ ایک رات چھٹکی ہوئی چاندنی میں میں اپنے گھر پر آرام کر رہا تھا۔ رات بہت خوشگوار ہونے کے باوجود میری آنکھ کھل گئی۔ معاً مجھے احساس ہوا کہ مزار شریف پر حاضری دینے کا وقت ہو گیا ہے۔ عنقریب اذان فجر ہونے والی ہے اور میں فوراً درگاہ شریف کیطرف چل پڑا۔ میں دروازہ پر پہونچا تو چوکی دار نے کہا۔ بھائی! آج تو آپ بہت جلد چلے آئے ابھی تو ایک بجا ہے میں وہیں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک خوش وضع شخص ایک برقع پوش خاتون کے ہمراہ دروازے میں داخل ہوئے۔ پہرہ دار نے کہا کہ اسوقت اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ فجر کی نماز کے بعد

آستانہ شریف کا پھاٹک کھلتا ہے پھر زائرین کو اندر جانے کی اجازت ہے۔ آنے والے اجنبی نے کہا۔ مجھے حکم ملا ہے کہ آستانہ کے دروازہ میں میرا خادم موجود ہے۔ وہ دروازہ کھول دے گا۔ میں شش و پنج میں پڑا اور حیران تھا کہ کیا کروں۔ جب ان کی ضد ہوئی تو میں نے کہا۔ خواب میں تو بے وقت دروازہ کھولنے سے معذور ہوں۔ البتہ اگر حضرت صاحب آستانہ نے آپکو یاد فرمایا ہے۔ تو دروازہ کھولنے جانے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں آپ جائیے وہ خود بخود کھل جائے گا۔ وہ شخص فوراً اندر سنگ مرمر کے دروازہ کے پاس پہونچے تو وہ دروازہ فوراً کھل گیا۔ نہایت بے تکلفی سے دروازہ سے دونوں اندر داخل ہوئے اور ہم نے مزار شریف کا اندرونی دروازہ کھلنے کی آہٹ سنی۔ دونوں اجنبی جتنی دیر اندر رہے میں باہر بیٹھا رہا۔ اندر سے برآمد ہونے کے بعد اس شخص نے کہا۔ جائیے اندر آپ کا حصہ رکھا ہوا ہے۔ میں اندر پہونچا تو گرم گرم جلیبی کا ایک دونہ اور پانچ روپئے رکھے ہوئے ملے۔

امیٹھی کے مشہور بزرگ حضرت بندگی میاں کا حجام ان کا بال کاٹنے آیا تو کہا۔ حضرت آج مردان خدا بہرائچ والے سرکار کی زیارت گاہ کو گروہ در گروہ جا رہے ہیں۔ ہر قوم اور ہر نسل سے تعلق رکھنے والے آستانہ غازی کا رخ کر رہے ہیں۔ آپ کا یہ خادم بھی جانا چاہتا ہے کیا حکم ہے؟ اگر اجازت مل جائے تو میں بھی ان زائرین میں شامل ہو کر چلا جاؤں۔ حضرت بندگی میاں علیہ الرحمۃ نے اجازت دے دی۔ حجام خوش خوش بہرائچ کیلیے روانہ ہو گیا۔ روانگی کے وقت آپ نے ایک رقعہ اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا۔ فلاں باغ میں جب سرخ سوار کو دیکھنا اسے دے دینا۔

حجام باغ میں سرخ سوار کو ڈھونڈھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک

شخص سرخ جوڑا پہنے ہوئے ظاہر ہوئے اور خود ہی حجام کے پاس رک کر کہا۔ رقعہ لاؤ۔ حجام نے رقعہ دے دیا۔ معًا ایک دوسرا رقعہ سرخ سوار نے حجام کے ہاتھ میں رکھا کہ یہ میاں بندگی شاہ کو دے دینا۔ حجام نے مزار پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر املیٹھی لوٹا مگر ایک خلش اس کے دل میں برابر کھٹکتی رہی کہ یہ سرخ سوار کا از خود مجھے پہچان لینا اور رقعہ طلب کرنا اور میرے لائے ہوئے رقعے کا مطالعہ کرنے سے پیشتر جواب دے دینا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے۔ واپس لوٹ کر اس نے لایا ہوا رقعہ حضرت بندگی میاں کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ رقعہ دیکھا تو نہایت پشیمان ہوئے۔ حجام نے آپ کے چہرے کا اتار چڑھاؤ دیکھا تو پوچھا۔ یہ پرزہ کا معمہ سمجھ میں نہ آیا۔ دراصل جو پرزہ حضرت بندگی میاں نے دیا تھا۔ اس میں میلہ اور دوسری تقریبات میں ہونے والی واہیات اور خرافات رسموں پر نکتہ چینی تھی اور سرخ سوار خود صاحبِ آستانہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت بندگی میاں نے لکھا تھا۔ "کیوں بے فائدہ لوگوں کو بلاتے ہو اور بیوقوف بناتے ہو" ـــــ جواب میں تحریر تھا ـــــ "تم سے خود تمہاری بستی کا ایک نالی نہ رک سکا اور ہم سے خلق خدا کو روکنے کیلئے کہتے ہو۔ یہ سب خدا کا کارخانہ ہے۔ اس میں ہمیں کیا دخل۔

حجام کو جب معلوم ہوا کہ مکتوب الیہ خود غازی سرکار تھے تو جذبات تاسف سے ہاتھ ملتا رہ گیا۔

---

⑤ سرکارِ غازی کی کرامتوں کے متعلق کوئی باقاعدہ تصنیف نظر نہ آئی۔ باوجود اس کے اپنے پرائے سب پہ آپ کی روحانی عظمت اور تصرفات

کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ بعض کم رتبہ بزرگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں ان کی دو چار کرامتوں کی وجہ سے دنیا جانتی ہے مگر یہاں تو یہ حال ہے۔ خدام مجاورین حاضر باش زائرین اپنے بیگانے جس کی زبان سے سنئے نئی نئی کرامتیں جدید خوارق کا تذکرہ سننے میں آتا ہے اور بہرائچ کے دوران قیام میں نے جہاں تک بہت قریب سے اندازہ لگایا تو محسوس کیا کہ بہرائچ اور اطراف وجوانب کے عامۃ المسلمین عقیدت کیشوں کا یہ حال ہے کہ جب کوئی دشواری درپیش ہوئی اور سلجھاؤ کی کوئی شکل نظر نہ آئی بس آستانہ کیطرف چل پڑے اور اس وقت تک چوکھٹ پہ پڑے رہے جب تک غیبی تسلیوں نے دل کو مطمئن نہ کردیا۔

غیر مسلم عقیدت مندوں کا تمام تر مدار چونکہ اپنا حصول مقصد ہے اور ان کے نزدیک جواز وعدم جواز کا کوئی معیار نہیں ہے اس لئے اس کا بیان غیر مفید ہے تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بے شمار اہل ہنود ہیں جن کے یقین و اعتماد نے انھیں آستانہ غازی سے سرفراز کردیا۔ اور سچ پوچھئے تو آپ کی کرامتوں اور مشکل کشائیوں کا شہرہ بھی انھیں مشرکین کیوجہ سے زیادہ ہوا۔

'جاسو' اہیر جولاولد تھا بڑی عقیدتوں کے ساتھ آستانہ پر آیا اور اولاد مانگی۔ سرکار غازی کی دعا سے رب کائنات نے کرم فرمایا۔ اور جاسو کے گھر اولاد نرینہ پیدا ہوئی۔ ایک متمول اور مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ جاسو نہایت فراخ طبع بھی تھا۔ جب اس کے عمر بھر کا مرجھایا ہوا باغ بار آور ہوا تو نہایت مسرت کے ساتھ اس نے دربار غازی میں اپنا نذرانہ گھنڈے وغیرہ کی شکل میں پیش کیا اور گائے کے دودھ سے مٹی کا گارا بنا کر مزار اونچا کیا یہ وہ پہلی کرامت تھی جس نے حاجتمندوں کا رخ سرکار غازی کیطرف پھیر دیا۔ جیسا کہ اخلاق و معاملات کے بیان میں آپ کی اعلیٰ ظرفی فراخ دلی اور عوام پروری کا ذکر آچکا ہے۔ قرب وجوار کے عوامی نمائندے آپ سے بہت متاثر تھے۔ بالخصوص نیچی قوم کے اچھوت اور سودر جنھیں اعلیٰ ہندو ذہنیت جلیل و خوار سمجھتی تھی شہادت کے عرصہ دراز بعد جب آپ کے آستانہ

سے فیض و کرم کا چرچا ہوا تو جھنڈ کے جھنڈ سالار درگاہ شریف کے باغ میں اترنے لگے۔ بہرائچ کے قیام کے دوران آپ نے جن خانماں بربادوں، مظلوموں اور غریبوں کی ہمدردی اور غمگساری کی تھی وہ بھی آپ کی جنگ اور دفاع کی اطلاعات سے بے خبر نہ تھے۔ جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ ظالم اور جابر راجپوتوں نے مل کر انسانیت کے اس علمبردار پر زندگی کے راستے تنگ کر دیئے ہیں تو ان لوگوں نے اپنا ایک دستہ مرتب کیا اور ممکنہ ہتھیاروں کے ساتھ آپ کی حمایت میں نکل پڑے تھے مگر جب سورج کنڈ تک پہونچے تو معلوم ہوا کہ خلق و مروت کا وہ پیکر حلم و بردباری کا مجسمہ ظالم اور خودسر راجاؤں کے ہاتھوں زیر زمین دفن ہو چکا ہے۔ اب یہاں چند اشک بہاتی آنکھیں ہیں اور غمگین چہرے۔ ان غیر مسلم مقامی ہمدردوں پر اس حادثہ کا بہت اثر ہوا۔ وہ سب بر وقت کوئی امداد نہ کر سکنے کے غم میں اپنے ساتھ لائے ہوئے پرچم کو آپ کے مزار پر خم کر کے گھر لوٹ گئے۔ پھر ان کا معمول بن گیا کہ ہر سال ایک مرتبہ زیارت کیلئے ضرور آتے۔ اپنے سچے محسن اور ہمدرد کیلئے ان غیر مسلموں میں اس قدر جذبہ ایثار پیدا ہوا کہ ہر فصل میں غازی میاں کے نام کا غلہ نکالا جانے لگا۔ منظور ایزدی ایسا ہوا کہ لوگوں کی زراعت عمدہ اور نفع بخش ہونے لگی اور رفتہ رفتہ صرف بہرائچ اور اطراف ہی نہیں بلکہ دور دراز تک عقیدت مند کسانوں کا یہی معمول بن گیا۔ جمع شدہ غلہ آستانہ کے خادموں کو دے دیئے جاتے تھے۔ اس کے بعد کے دور میں نوکری پیشہ عقیدت مند اپنی تنخواہوں سے مقررہ رقم آستانہ کی نذر کر کے برکتیں کماتے رہے لیکن اب ان تمام کے بجائے غلق (گولک) میں نذر ڈالنے کا رواج ہے۔

◉ آستانۂ غازی کی سب سے واضح کرامت جو مشہور و معروف بھی ہے۔ برص اور کوڑھ کے مریضوں کی شفایابی ہے۔ اس قسم کے مریضوں کو قلعۂ خورد کے اندر جانے

کی اجازت نہیں۔ عرس اور میلہ کے ایام میں بے شمار مریض بہرائچ پہونچتے ہیں۔ اُن لوگوں کیلئے قلعہ خورد کے باہر چاروں طرف حوض بنے ہوئے ہیں جنہیں مزار شریف کا غسالہ نالیوں کے ذریعہ اندر سے آتا ہے۔ کوڑھی اور برص کے مریض انھیں حوضوں میں "یا غازی سرکار" کے نعرے لگاتے ہوئے پڑے رہتے ہیں اور ہر سال متعدد مریض اس لاعلاج مرض سے چھٹکارا پاکر نئی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ جسکی عقیدت و محبت جس معیار کی ہوتی ہے فیضان غازی اس پر اسی سرعت سے اپنا اثر دکھاتا ہے۔ پیپ اور مواد بہتی ہوئی انگلیوں سے چشم زدن میں نئی انگلیاں اور ناخنوں برآمد ہونا دیار غازی کی ایک عام کرامات ہے۔ ۱۹۷۳ء میں میرے قیام بہرائچ کے دوران بھی عرس کے ایام میں کچھ مریض شفایاب ہوئے درگاہ کمیٹی کے پاس ایسے شفایاب لوگوں کا ایک باقاعدہ رجسٹر موجود ہے جسمیں نام، عمر، مع سکونت درج کرتے ہیں بعض مریض ایسے بھی ہوتے ہیں جو شفایابی کی خوشی میں ناچتے کودتے اپنے وطن چلے جاتے ہیں اور درج رجسٹر نہیں ہو پاتے۔ تمثیل کے لئے ۱۹۷۰ء میں اچھے ہونے والے کچھ مندرجہ رجسٹر درگاہ شریف لوگوں کے نام تحریر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ عبدالجبار ولد رحمت اللہ انصاری عمر بیس سال پوسٹ لال گنج ضلع بستی۔
۲۔ ہیرا پت یادو ولد پارس ناتھ عمر ساٹھ سال پوسٹ دھرما پور ضلع فیض آباد۔
۳۔ شیام لال بنیا ولد نچن عمر ۱۳ سال پوسٹ ڈورو بازار ضلع پرتاپگڈھ۔
۴۔ زیب النساء بنت انور حسین عمر ۲۰ سال اورئی ضلع بارہ بنکی۔
۵۔ پھول متی بنت ہری دوار عمر بارہ سال کپتان پور ضلع بستی۔
۶۔ رام کشن بن ہری دین عمر ۲۰ سال محلہ حسین شہر فیض آباد۔
۷۔ سوشیل کمار بن رام پھیرے عمر ۱۵ سال پوسٹ مدواں ضلع فیض آباد۔
۸۔ راج دلی بنت رام اھیور عمر ۴۰ سال نیا بازار فیض آباد۔
۹۔ ودیا کماری بنت ہری لال عمر ۱۳ سال پوسٹ دگولی کچہری جونپور۔
۱۰۔ منصور احمد ٹیلر ابن رحمت اللہ محلہ گنج سلطانپور۔

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

RS.40